

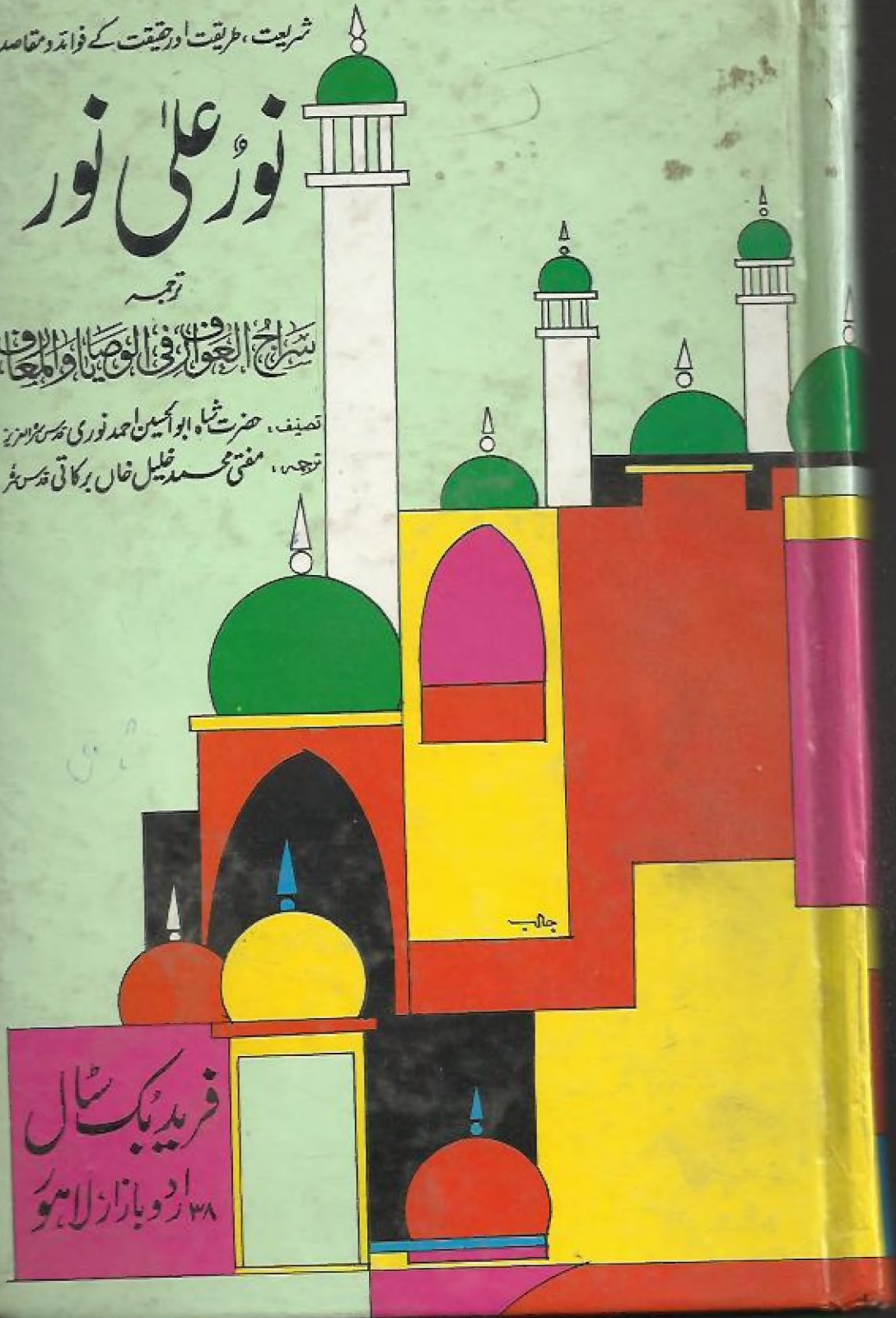
شریعت، طریقت اور حقیقت کے فوائد و مقاصد

# نور علی نور

ترجمہ

سید الخیر العبد فی فیہ الوصیاء والامیاء

تصنیف، حضرت شاہ ابوالکیم احمد نوری مدرس دہلی  
ترجمہ، مفتی محمد خلیل خاں برکاتی مدرسہ



فریدیک سال

۳۸ اردو بازار لاہور



ک

یارب یارب یارب

گرچہ من سر بہر گنہ کردم  
نامہٴ عمر خود سیہ کردم  
تو بریں نامہٴ سیاہ مبیں  
کرم خویش رہیں، گناہ مبیں

بر عمل خویش نہ دارم امید  
بر کرم تست مرا اعتید  
چارہٴ من ساز کہ بے چارہ ام  
گر تو نہ سازی بکہ رو آورم

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کا پی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، حصہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



نام کتاب : سراج العوارف فی توصایا والمعارف

اردو ترجمہ..... نور علی نور

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

طبع بار اول : ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

طبع بار دوم : رجب الاول ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء

بدیہ : ۸۱/- روپے

**Farid Book Stall®**

Phone No: 092-42-73121 73-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید کتب خانہ

فون نمبر: ۰۹۲.۴۲.۷۳۱۲۱ ۷۳.۷۱۲۳۴۳۵

فکس نمبر: ۰۹۲.۴۲.۷۲۲۴۸۹۹

ای میل: info@faridbookstall.com

www.faridbookstall.com



## اجمالی فہرست مطالب و مضامین کتاب مستطاب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تقریب اول و تاریخ طبع اول فارسی	۱۲	۱۴	حاضری مسجد و جماعت کی تاکید	۳۹
۲	از تبرکات امام احمد رضا خاں بریلوی	۱۳	۱۸	پروسیسوں سے الفت	۳۹
۳	مناقب احمد نوری	۱۴	۱۹	ترک تقلید گمراہی ہے	۴۰
۴	مختصر سوانح حیات مصنف گرامی	۱۶	۲۰	تاکید غلامی حضور غوث اعظم	۴۱
۵	صمد لغت متبقت	۱۸	۲۱	قدی ہند علی رقبہ کل ولی اللہ کی بحث	۴۱
۶	پہلا المعہ اہلسنت کے بیان میں	۲۰	۲۲	محبوب الہی اور محبوب سہمی کی تشبیہ	۴۲
۷	چند گرامی ارشادات	۲۰	۲۳	دوسرا المعہ اعتقاد بہت دعاہتی	۴۳
۸	حق مذہب اہلسنت میں منحصر ہے	۲۰	۲۴	متن تکمیل الایمان	۴۴
۹	حقیقت خلاف شریعت نہیں	۲۰	۲۵	انبیاء و اولیاء کا علم غیب	۴۵
۱۰	اخلاقی حسنہ دین کا جزو اعظم ہیں	۲۰	۲۵	اہل بیت و اولیاء معصوم نہیں	۴۵
۱۱	تصوف سے کیا مراد ہے؟	۲۰	۲۶	جو کشف کتاب و سنت کے مطابق نہیں وہ مردود ہے	۴۶
۱۲	مذہب اہلسنت کی موافقت مذاہب	۲۰	۲۶	موت کے بعد شخص معین پر	۴۶
۱۳	پیر کے شرائط اور بیعت ثانیہ	۲۸	۲۶	لعنت جائز نہیں	۴۶
۱۴	مختصیل علوم دینیہ کی تاکید	۲۹	۲۸	تحقیق معنی لعنت	۴۷
۱۵	بابی فیصلے مطابق شرع کریں	۳۲	۲۹	تفضیل شیخین مذہب امام اعظم	۴۷
۱۶	مذہب میں تعصب نشان قبولیت	۳۳	۳۰	کوئی ولی کسی نبی کا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا	۴۸
۱۷	اعراء و حکام کی صحبت	۳۵			
۱۸	بہ تکلف عرس سے ممانعت	۳۷			

۳۱	تصوف کی شرط اول	۵۸	۵۰	مقامات سلوک قادر بہ	۷۷
۳۲	جہاں صوفیوں کے دوسرے شیطانی	۵۸	۵۱	جس طرح تمام رسول اصل رسالت	۷۸
۳۳	کا جواب			میں مساوی ہیں یوں تمام اولیاء	
۳۴	فرشتے معصوم ہیں	۵۹	۵۲	اصل ولایت میں برابر	
۳۵	حضرت عائشہ و خدیجہ اور فاطمہ و مریم	۶۰	۵۳	طلب حق و طلب مردود	۷۸
۳۶	خلافت بزرگ تہذیب افضلیت ہے	۶۱	۵۴	کرامت ولایت کی شناخت نہیں	۸۱
۳۷	احکام شرع کا مذاق اڑانا کفر ہے	۶۲	۵۵	ولی وغیرہ ولی میں طریق امتیاز	۸۱
۳۸	پجری گمراہ ہیں اور گمراہ گمراہ	۶۲	۵۶	صوفی ناجاہلوں کا شیطانی دوسرے	۸۲
۳۹	معجزہ و کرامت تحقیق	۶۳	۵۷	شیخین اشجریہ و کرامت کے پروردگار	۸۴
۴۰	ایمان بالغیب کیوں مجرب ہے	۶۴	۵۸	کندہ میں	
۴۱	یزید پر لعنت سکوت افضل ہے	۶۷	۵۹	مقام ترقی و تہذیب کے اصطلاحی	۸۴
۴۲	جہاں و سفین میں خطا اجتہادی	۶۹	۶۰	معنی	
۴۳	کا حکم		۶۱	نسبت عارفانہ دو قسم پر ہے	۸۶
۴۴	ولایت وہی ہے	۷۰	۶۲	غنیم سیرانی اللہ اور شیطان بعین	۸۷
۴۵	حضور بے مثل و بے مثال میں	۷۱	۶۳	اولیاء اللہ کی تکذیب کفر تک پہنچاتی ہے	۸۸
۴۶	فضائے مہم و معلق کا فرق	۷۱	۶۴	صفات انسانی اور ان کا علاج	۸۸
۴۷	حضرت امیر معاویہ سے سوءظن	۷۲	۶۵	برزخ شیخ، راہ سلوک کی	۸۹
۴۸	افضل البشر بعد الانبیاء البوکھری	۷۳	۶۶	اصل الاصول ہے	
۴۹	نبوت سلب نہیں ہوتی	۷۴	۶۷	ذات وحدت کی جلوہ گری	۹۳
۵۰	تکسیر المعہ تصوف کے بیان میں	۷۵	۶۸	تحقیق عالم برزخ	۹۴
۵۱	تصوف اور سلوک فرق	۷۵	۶۹	قبر تین قسم پر ہے	۹۵
۵۲	وحدت و جدی و شہودی	۷۶	۷۰	آدمی کے لیے تین موتیں اور چار	۹۶



۱۲۰	۸۵	حالت بیداری میں جسمانی معراج	زندگیاں ہیں
	۹۷	نبی کریم کا خاصہ ہے	۴۷ حکمتِ نشر بعدِ حشر
۱۲۰	۹۸	روحانی معراج اولیاء اللہ کے لیے واقع ہے۔	۴۸ خلافتِ آدم و تکبیرِ شیطان
	۹۹		۴۹ نسبتِ عاشقانہ و معشوقانہ
۱۲۰	۱۰۰	سہرے کا اہل کون ہے؟	۵۰ طلبِ حادقِ مطالب کو محروم نہیں چھوڑتی
۱۲۱	۸۸	ولایت کا اعلیٰ مقام	۷۱ مجذوب سے متعلق ایک سوال و جواب
۱۲۱	۸۹	ذاتی پر اپنے احوال کا اخفاء فرض ہے	۷۲ روح کیا ہے؟
۱۲۲	۹۰	عبادت میں حضوری قلب کی تقسیم	۷۳ نمازی فقراء اور ترک نماز
	۱۰۲		۷۴ عالمِ صغیر و عالمِ کبیر
۱۲۳	۹۱	روزِ قلب بیداری میں بھی کشادہ ہو جاتا ہے	۷۵ خدائے تعالیٰ واحد حقیقی ہے
	۱۰۴	تقسیمِ نفس	واحد عدوی نہیں
۱۲۳	۹۲	مقامِ تلویح و تکوین	۷۶ صفاتِ باری تعالیٰ عین ذات ہیں
۱۲۴	۹۳	صوتِ سرمدی کیا ہے؟	۷۷ اولیاء اللہ کے مقولے
۱۲۴	۹۵	واصلانِ حق کی تقسیم	۷۸ انسان پر تین روحوں کا قبضہ ہے
۱۲۴	۹۶	ماہیتِ خواب	۷۹ غوثِ ہر زمانہ میں ہوتا ہے
۱۲۴	۹۷	سیر فی اللہ میں درودِ تجلیات کا اثر	۸۰ ولایتِ نبوتِ نبوت سے افضل ہے
۱۲۸	۹۸	سکندر و صغیر	۸۱ قبض و بسط کی تشریح
۱۲۸	۹۹	اہلِ صوفیہ پر اہلِ سُکر کا تدارک لازم ہے	۸۲ چشمِ سر سے دیدارِ الہی دنیا میں محال ہے
۱۲۹	۱۰۰	حالتِ صوفی میں حالتِ سُکر کے اقوالِ زبان پر لانا کفر و زندقہ ہے	۸۳ صفاتِ اولیاء اللہ
	۱۱۹	تفصیلِ عوالم میں صوفیاء کے اقوال	۸۴ فقرائے کلامِ متبیین؟
۱۳۲	۱۰۲	کوئی مفہوم، تمام مفہومات کو محیط نہیں۔	

۱۲۳	۱۳۵	وجد و حال کا سبب	۱۵۵ ذکرِ آتنا کہ دوسرے مجنون کہیں
۱۲۴	۱۳۶	ولایتِ قائمہ و خاصہ	۱۵۶ دیباکاری تمام اعمال کی بربادی کا نام ہے
۱۲۵	۱۳۷	تعریفِ قائم و بقا	
۱۲۵	۱۳۷	تقسیمِ اہلِ وصول	۱۵۶ اہلِ سلوک کے لیے مقاماتِ بغزش
۱۲۶	۱۳۸	ولایتِ چار قسم پر ہے	۱۵۷ اپنے کشف پر اعتبار نہ کرنا چاہیے
۱۲۶	۱۳۸	تفصیلِ اقامِ اولیاء	۱۵۷ مقدارِ خوراک یومیہ
۱۲۸	۱۳۹	کرامتِ مردوں کے حیض کی مانگ ہے	۱۵۸ ہمیشہ یادِ حضور ہونا چاہیے۔
۱۲۹	۱۴۰	نسبتِ اویسی	۱۵۸ بڑے خاتم سے پناہ مانگنا چاہیے
۱۳۰	۱۴۱	چوتھا لمحہ سلوک کے بیان میں	۱۵۹ بلوغ کے وقت دوشیطانوں کے مکر
۱۳۱	۱۴۲	رسائلِ عمل و ممول	۱۶۰ وصول الی اللہ ذکر و شغل میں منحصر نہیں
۱۳۲	۱۴۳	دعائے بعدِ طعام	۱۶۱ اقامتِ بہتر ہے یا بیاحت
۱۳۳	۱۴۴	نمازِ تہجد کا طریقہ	۱۶۲ اوقاتِ شب و روز کی تعیین
۱۳۴	۱۴۵	کشائشِ رزق کی تدبیر	۱۶۳ شجرہ خاندانی پڑھنے کا طریقہ
۱۳۵	۱۴۶	کشائشِ مغفرت کی تدبیر	۱۶۴ پنج گنجِ صغیر
۱۳۶	۱۴۷	نمازِ اشراق	۱۶۵ پنج گنجِ کبیر
۱۳۷	۱۴۸	نمازِ چاشت	۱۶۶ اورادِ خمسہ
۱۳۸	۱۴۹	نمازِ آدابین	۱۶۷ اشغالِ خمسہ
۱۳۹	۱۵۰	وظائفِ عشاء	۱۶۸ بیعت لینے اور طالب بنانے کا طریقہ
۱۴۰	۱۵۱	ولایتِ وقتِ خواب	۱۶۹ دوسرے کے مرید کو بیعت میں لینا
۱۴۱	۱۵۲	ذکرِ حق چار ضربی و ذکرِ تہجد کی پابندی اہم مقامات سے ہے	۱۷۰ دوسرے پیر سے تجدیدِ بیعت
۱۴۲	۱۵۳		۱۷۱ ایک سلسلہ کے مرید دوسرے سلسلہ میں
۱۴۳	۱۵۴		۱۷۲ پیر و مرید یکجا ہوں تو مرید کیا کرے؟



۱۴۳	خاندان قادریہ کا طریقہ توحید	۱۴۲	۱۴۵	ذکر سے احوال طاری نہ ہوں تب	۱۹۲
۱۴۵	اجنبی عورت بیعت کے بعد بھی	۱۴۲	۱۴۶	بھی اُسے جاری رکھے۔	
	اجنبی ہے۔		۱۴۶	حضور قلب سے نماز تکذبات	۱۹۲
۱۴۶	آخر مرتبہ سلوک کا شغل	۱۴۳	۱۴۷	کا بیان	
۱۴۷	راہ سلوک میں استقامت قلت	۱۴۳	۱۴۷	ضرب ذکر کے مقامات	۱۹۲
	کا طریقہ		۱۴۸	ذکر شغل اور مراقبہ کا فرق	۱۹۳
۱۴۸	مبارک و قابل لحاظ و قیمتیں	۱۴۳	۱۴۹	آداب سالک بارہ ہیں	۱۹۳
۱۴۹	شغل دو نیم کہ سرخاندانی ہے	۱۴۵	۱۵۰	فنا کے مراتب	۱۹۴
۱۵۰	اسرار خاندانی عام کرنے کی حکمت	۱۴۵	۱۵۱	عارفوں کے دل مسجد کے حکم	۱۹۴
۱۵۱	بلا انتظار تکمیل عطا سے خلافت	۱۴۶	۱۵۲	رکھتے ہیں	
۱۵۲	مزارات سے اخذ فیضان کا طریقہ	۱۸۰	۱۵۳	مجموعہ و شب کے اوراد	۱۹۴
۱۵۳	قبر کے عذاب و ثواب کا معلوم کرنا	۱۸۰	۱۵۴	حضرت مصطفیٰ کو عطا سے خلافت	۱۹۸
۱۵۴	بد عقیدہ میت کا اظہار حال	۱۸۱	۱۵۵	پانچو مال لمحہ چند مسائل	
۱۵۵	انوار اذکار و اشغال	۱۸۲	۱۵۶	فقہ میں	
۱۵۶	وجد و حال کے مختلف احوال	۱۸۳	۱۵۷	خبر واحد کا حکم	۲۰۰
۱۵۷	ابلیس لعین کا طریقہ اغواء	۱۸۴	۱۵۸	یہی ایک فساد سے سلام و کلام	۲۰۱
۱۵۸	تحصیل علوم دینیہ کی تاکید	۱۸۶	۱۵۹	قرابت کا حکم	
۱۵۹	موافقت زوجین	۱۸۶	۱۶۰	مسواک کی تاکید	۲۰۲
۱۶۰	مزارات طیبہ پر حاضری کے آداب	۱۸۶	۱۶۱	بغیر اجازت و سلام کسی گھر جانا	۲۰۲
۱۶۱	آغاز سیر فی اللہ کی تجلیات کے آثار	۱۸۶	۱۶۲	والدین اساتذہ اور مشائخ کو نام	۲۰۲
۱۶۲	واردات راہ سلوک کا اختفاء	۱۸۸	۱۶۳	لے کر نہ کرنا	
۱۶۳	حالت ہیجان اور وسوسہ و لہان	۱۸۹	۱۶۴	فضول مذاق کسی سے نہ کیا جائے	۲۰۲
۱۶۴	سلوک کے دشوار گزار راستے	۱۸۹	۱۶۵	مسکراہٹ مسخری اور تمقید میں	۲۰۳
			۱۶۶	فرق	

۱۹۱	قرآن کریم بھول جانے کا وبال	۲۰۲	۱۹۲	لازم ہے	
۱۹۲	سجدہ و قسم پر ہے	۲۰۱	۱۹۳	سوک کی مدت	۲۱۴
۱۹۳	بیت اللہ کے سوا کسی اور کا طواف	۲۰۲	۱۹۴	محرم الحرام میں نمزک زینت کا حکم	۲۱۴
۱۹۴	کافر و مشرک اور فاسق ملعون کی طرح	۲۰۳	۱۹۵	ناستحذیکہ رخصت شریف	۲۱۴
۱۹۵	قرآن کریم جمع میں آہستہ پڑھا جائے	۲۰۴	۱۹۶	میلاد شریف کی مجلسیں	۲۱۵
۱۹۶	زن اجنبیہ سے تنہائی	۲۰۵	۱۹۷	قیام و سلام کا انکار محمدی کا وجہ	۲۱۵
۱۹۷	مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل سے	۲۰۶	۱۹۸	میت پر نوحہ حرام ہے	۲۱۵
۱۹۸	بدتر ہے	۲۰۶	۱۹۹	بیوہ عورتوں کا نکاح	۲۱۷
۱۹۹	خدا سے تعالیٰ کے حلال کو حرام مہانتا	۲۰۷	۲۰۰	روافض و وہابیہ سے نکاح درست	۲۱۷
۲۰۰	گواہی کو چھٹانا اور چھوٹی گواہی لینا	۲۰۷	۲۰۱	عاشوراء میں ایصال ثواب	۲۱۷
۲۰۱	اہل انفس کے افعال کا گناہ والدین پر	۲۰۸	۲۰۲	سید الشہداء سے اخذ فیضان کا طریقہ	۲۱۸
۲۰۲	حجاب وستر کا فرق	۲۰۸	۲۰۳	تقریبہ و لاری حرام ہے	۲۱۸
۲۰۳	غیر محرموں سے پردہ کا حکم شرعی	۲۰۹	۲۰۴	جن کو انسان کا امام نہ کریں	۲۱۹
۲۰۴	عورت کی آواز اور صوت بھی گور ہے	۲۱۰	۲۰۵	ناجائز امور میں والدین کا حکم نہ	۲۱۹
۲۰۵	باریک اور چست کپڑوں کا استعمال	۲۱۰	۲۰۶	مانا جائے۔	
۲۰۶	منع ہے۔		۲۰۷	نا بیتامرد سے پردہ لازم ہے	۲۱۰
۲۰۷	نابیتامرد سے پردہ لازم ہے	۲۱۰	۲۰۸	کافر عورتوں سے پردہ کا حکم	۲۱۰
۲۰۸	محرم سے کون لوگ مراد ہیں	۲۱۱	۲۰۹	محرم سے کون لوگ مراد ہیں	۲۱۱
۲۰۹	عورت پر بیطر نفقت سے پردہ	۲۱۲	۲۱۰	ذی روح کی تصویر کا حکم شرعی	۲۲۰
۲۱۰	لازم ہے۔		۲۱۱	ربا نشی مکانوں میں قبریں نہ بنائی	۲۲۲
۲۱۱	لا نکاح بین العیدین کا مطلب	۲۱۲	۲۱۲	جائیں۔	
۲۱۲	شعر گوئی میں فقط مراتب کا لحاظ	۲۱۳	۲۱۳	جس سب سے میت ہو وہین دفن	۲۲۳
۲۱۳			۲۱۴	کمریں	



۲۱۸	میت زمین کو سونپنا بدعت مستحب ہے۔	۲۲۲	۲۲۲	عام کا قول دیکھو، فعل میت دیکھو	۲۲۲
۲۱۹	نقش کو قبر سے نکالنے کی بعض حدیثیں	۲۲۲	۲۲۵	بزرگوں کی عادتیں بلکہ عبادتیں	۲۲۳
۲۲۰	قبر کی وصیت دلچسپ تعمیل نہیں	۲۲۴	۲۲۵	فساق و فجار کو نصیحت کا طریقہ	۲۲۴
۲۲۱	قبر کا اندرونی حصہ پختہ نہ کیا جائے	۲۲۶	۲۲۵	کمزوروں پر رحم	۲۲۴
۲۲۲	وہ سنت جو ان اطراف میں متروک ہو چکی	۲۲۸	۲۲۵	گالی گھون حرام ہے	۲۲۴
۲۲۳	مصنوعی قبر بنانا حرام ہے	۲۲۹	۲۲۶	پالتو جانوروں کی خبر گیری	۲۲۴
۲۲۴	ماہِ محرم احرام میں مجالس شہادت کا اہتمام	۲۳۰	۲۲۶	بلا ضرورت شریعہ مسجد میں رہنا	۲۲۵
۲۲۵	کسی قوم کی مشابہت کا حکم	۲۳۲	۲۲۶	ادب کا انکار بڑا انجام لاتا ہے	۲۲۵
۲۲۶	عورتوں کے لیے زیارتِ قبر کا حکم	۲۳۲	۲۲۶	مناقضات ملاقات یا دغلی پالیسی	۲۲۵
۲۲۷	علاجِ معالجہ	۲۳۲	۲۲۶	بلا اجابت کسی کا خط پڑھنا	۲۲۶
۲۲۸	عقل تکلیفی نہ رہے تو قلم شریعت اٹھ جاتا ہے	۲۳۲	۲۲۶	اپنے بدخواہ سے بدلہ لینا	۲۲۶
۲۲۹	طلاق انقضائے مباحات ہے	۲۳۲	۲۲۶	صلہ رحمی اور ترک تعلق	۲۲۶
۲۳۰	زن شوہر میں افراق	۲۳۲	۲۲۶	چھوٹوں پر شفقت و عطا	۲۲۶
۲۳۱	عورت کی موت مرد کو اجنبی بنا دیتی ہے	۲۳۲	۲۲۶	بزرگوں کی نصیحت پر آزر دہن ہوں	۲۲۶
۲۳۲	جادو ٹوٹنے وغیرہ کا وبال	۲۳۲	۲۲۶	رو برو مدح و تاشق ممنوع ہے	۲۲۶
۲۳۳	چھٹا لمحہ: اخلاق و نسل کے بیان میں	۲۳۲	۲۲۶	ہمسایوں پر احسان و سلوک	۲۲۶
	اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو۔	۲۳۲	۲۲۶	صرف عورتوں کی رائے پر کار بند نہ ہوں	۲۲۸
		۲۳۲	۲۲۶	غضبِ رحمانی اور غصہ شیطانی	۲۲۸
		۲۳۲	۲۲۶	کسی کی پردہ پوشی باعثِ اجر ہے	۲۲۸
		۲۳۲	۲۲۶	بے غرض دوست کون ہے	۲۲۸
		۲۳۲	۲۲۶	ساتواں لمحہ متفرق فائدوں کا بیان	۲۲۸

۲۵۲	نیا چاند دیکھنے کے احوال	۲۳۹	۲۳۹	مردوں کے احوال پر گاہی	۲۴۵
۲۵۳	علم و پریشانی سے بچنے کی دعا	۲۳۹	۲۳۹	کا طریقہ	۲۴۵
۲۵۴	تسلی جنت کے اعمال و خطرات	۲۴۰	۲۴۰	جھوٹا پانی پاک ہے	۲۴۵
۲۵۵	سے غالی نہیں	۲۴۳	۲۴۳	حکایت مجیبہ نافذ	۲۴۶
۲۵۶	حرام کے عاملوں کا بڑا انجام بھی	۲۴۴	۲۴۴	عرض مترجم	۲۴۸
۲۵۷	جو سکتا ہے	۲۴۵	۲۴۵	تختیص قطعہ تاریخ از قلم	۲۵۰
۲۵۸	جن و انسان کے مراتب کا فرق	۲۴۱	۲۴۱	فیض رقم حضرت مولانا شاہ	
۲۵۹	بہ نصرت فائدہ خاص	۲۴۲	۲۴۲	عبدالمقصد بدایونی	
۲۶۰	طاوت ختم قرآن کے طریقے	۲۴۳	۲۴۳		



# تقريرا و خلاصه تاريخ طبع كتاب مستطاب سراج العوارف

از تبرکات مجددين و ملت امام اهل سنت، اعلى حضرت امام احمد رضا خان صاحب قدس سره العزيز، خليفه اعظم و اکرم، مقتدى الواصلين مولى الکاملين حضرت سيد شاه اکبر رسول صاحب ماربروى رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مقرب بارگاه باجاه حضرت امام العارفين سيد شاه ابوالحسن احمد لورى مصنف كتاب سراج العوارف فى الوصايا و المعارف. قد دعى من العلوم غرر الفوائد، و اهدى للفهوم ذرر الفرائد كتاب باهر، ام صواب زاهر، ام عباب زاهر، بل صحاب ما طر، بل فوق ما تكتهت الادهام و الخواطر، فقد حل محل البدن فى ظلم السدياجر و وقع موقع القطر فى ظماء الهواجر، و سترى ذالك ان كنت هنالك و لولا صديق لظايق النطق بعماديه من محاسن حق و مناصب صدق، لا ريناك ما تقرب، الاعيان و اسمعناك ما تلة الاعيان و اقهبتك ما تستلذ الازهان و لكن فى طلعت الشمس ما يغنيك عن وصف يعينك، فلنقتصر على نتيجته للطبع، انشا الله فى تاريخ الطبع و ان كان يكفى ما حتم هاتفت، اذا تانى فقال يكفى و بلا طفت، جاء سراج العوارف فى الوصايا و المعارف ٣١٣ المده و اعيان لهد السيد الجليل بامتداد طلة الجميل التليل و حامدين بته على ما اولى، و الصلئين بالصلوة على اکرم مولى، وآله و صحبه الكرام العلى، و هى هذه على ما ترى، و الحمد لله العلى الاعلى.

يا سيدى يا ابن غر عطاريت  
ملايك نور بهاء السلاسل  
و تحقن نرج كشف القلوب  
ولا غر وان جاء منك سراج  
اما سراجك بالليل شمسا  
هو البدر يهدى ويهدي ويهدى  
هو الصبح يجلو ويجلو ويجلو  
فهل مله فى تليد و طاريت  
كان الكتاب فقيه مقبض  
صوت رنالك بتاريخ طبعه  
ويا احمد النور نور المعارف  
و شهد مقبض عن الزليغ صارت  
دليل اليقين سراج العوارف  
فانك نورى نادرى المعارف  
و شمس بيل عجب و طاريت  
سراة و لعا و رزعا لعارف  
لعين و غينا و عن شين قاريت  
واين نايين شراه الطواريت  
فجر لعارف و مجد لعارف  
نقلت و فى الخلد خلد الرافيت

سراج العوارف نورته

فكنت سناء سراج العوارف



## مناقب اسوۃ المحققین الکرام ابو الحسن احمد نور محمد سر

قصیدہ مبارکہ مدحیہ مشرقستان اقدس سے چند اشعار

از قلم حق رقم

محمد دین دہلوی، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ

ماہ سیما ہے احمد نور  
نور والا ہے احمد نور  
نور سینہ ہے احمد نور  
برکاتی جہاں بھی ہو برات  
شمس دین کی شعاعوں کا تیرے  
میرا مرشد ہے مصطفیٰ ناطق  
نام بھی نور، حسن تام بھی نور  
لا ولد رہتے ہیں تمام ابدال  
شکل دیکھو تو نور کی تصویر  
طالبانِ حرم حق کے لیے  
گل بغداد کی جہک میں بسا  
وہ عوارف کا نور بار سراج  
آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند  
خسرو اولیاء ہیں آل رسول  
میرے آقا کا لاڈلا بیٹا  
شب بدعت سے کہتے ہو کہ نور

غیری نعمت پہ تیری رحمت پر  
جس کا میں خانہ زاد تو اس کا  
میرے آقا کا تجھ پہ اور تیرا  
نور احمد مجھے بھی چمکا دے

اتنا کہہ دے، رضا ہمارا ہے  
پار بیڑا ہے احمد نور

بشارت جلیلہ :- اس قصیدہ مبارکہ کو استماع فرما کر حضور ممدوح رضی اللہ

تعالیٰ عنہ لے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز

کرام اللہ علیہ السلام معطر و معنبر عطا فرمایا اور اپنے دست اقدس سے آپ کے سر مبارک  
کا ہاتھ مسلت مولانا مطیع الرسول محمد عبدالمقندر صاحب قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ  
علیہ لے اس عطیہ بہیہ کی تاریخ فی البدیہہ تاج الفخر فرمائی

۱۳۱۵  
(بحوالہ مشرقستان اقدس مطبوعہ بریلی)



## مختصر سوانح حیات

حضرت نور العارفین الکرام، سالانہ الاصلین العظام، حامی شریعہ بین، رکن  
رکین دین متین، سیدنا و سیدنا، مولانا و مقتدا، السید الشاہ ابو الحسن احمد نوری  
الملقب بہ میاں صاحب، قادری برکاتی آل رسولی، تاجدار مسند مارہرہ مطہرہ قدس سرہ۔  
خاندان برکاتیہ عالیہ کا آغاز سرزمین مارہرہ میں ۱۰۱۷ ہجری، عہد جہانگیر میں  
مقدم العارفین حضرت سید شاہ عبدالخلیل خلیف اکبر سندہ تحقیقین حضرت میر سید شاہ  
عبدالواحد بلگرامی، قدس سرہا کے یہاں تشریف لائے اور مستقل قیام فرماتے سے ہوا۔  
جسے اب قریباً چار سو سال ہونے آئے ہیں۔ اس خاندان فضل و کمال سے عرفان و ہدایت  
دار شاہ ولایت کے بہت سے مہر و نشان، ماہ تاباں طالع ہوئے جن کے انوار نہ صرف  
مارہرہ اور اس کے مضافات کو منور فرماتے رہے، بلکہ ان کی روشنی حدود ہند سے گزر کر  
اطراف عالم میں ویدھ و فراز تک پہنچی، قطب العارفین، شمس الدین حضرت سیدنا الشاہ آل احمد  
اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی، اس باب میں سند وانی ہے۔ آپ کے  
کشف و کرامات و غوارقِ عادت زبانِ زودخاص و عوام ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ مظهر جناب  
غوثیت مآب تھے۔

حضرت سید شاہ آل برکات مستقرے میاں قدس سرہ حضرت اچھے میاں  
قدس سرہ کے برادر خور و ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے حضرت السید الشاہ آل رسول  
قدس سرہ ہیں۔ آپ کی ولادت کریمہ ۱۲۰۹ھ کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔ آپ نے اپنے  
علم مکرم حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلفاء مولانا الشاہ  
عبدالحمید صاحب اور حضرت مولانا الشاہ سلامت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما علوم ظاہری  
کی ابترا فرمائی اور حضرت مولانا نور و مولانا الوار فرنگی علی اور حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز

نوری و ظہیر عم اکابر علماء سے تکمیل کو پہنچایا۔

آپ کے ایک صاحب زادے سید شاہ ظہور حسن صاحب جن کی ولادت ۱۲۲۹ھ  
میں ہوئی۔ والد ماجد ہیں حضرت قدوة الکاملین زبدۃ العارفین حضرت سیدنا السید الشاہ  
ابو الحسن نوری کے سید ابو الحسن احمد نوری کی ولادت ۱۲۵۵ھ ہے۔ آپ نے دو عقد فرمائے  
میں کوئی اولاد نہ ہوئی، خلافت و بیعت آپ کو اپنے جدِ امجد سے تھی، علوم ظاہری کی تفصیل  
آپ کی مولانا نور احمد صاحب بدایونی، مولانا محمد سعید صاحب بدایونی، حضرت مولانا عبدالقادر  
صاحب بدایونی، حضرت مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد حسن صاحب صوفی مراد آبادی  
کے ہاں، اور تربیت و تعلیم علوم باطنی اپنے جدِ امجد اور اپنے گھر کے اکابر خلفائے مولانا الشاہ  
العلی رسول صاحب بدایونی اور شاہ شمس الحق تنکا شاہ صاحب بخاری سے پائی۔ آپ کے  
خلفائے سادہ ہزار ہا مرید ہیں۔ آپ کا وصال شریف مارہرہ میں گیارہ رجب المرجب  
۱۳۲۳ھ میں ہوا۔ اور دالانِ پائیں گنبد حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ  
میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات سے چند رسائل نکتہ و عقاید و آداب مریدین  
اور اذکار و اشغال و اعمال فقہ میں ہیں۔ سراج العوارف مطبوعہ کازجہ آپ کے  
دور ہے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ اول تخلص سعید فرماتے تھے۔ پھر نوری کہ لیا تھا۔  
(تاریخ خاندان برکات)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



ساری خوبیاں اللہ کو جس نے اپنی معرفت کے چراغ، اپنے شناساؤں کے دلوں میں روشن فرمائے۔ پھر اپنے (پسندیدہ) دین کی راہیں، ان لوگوں پر واضح کر دیں جن کی آنکھیں دلیل یقین سے منور ہیں اور شریعت (محمدیہ) کو، راست رکھوں کے لیے کشادہ راہ بنایا کہ محدودوں کے شبہات، اس کے قریب جاتے ہی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اسی نے حقیقت حقیقہ کے لیے ظاہر و باطن بنایا اور اسی نے چننے شریعت کو (پیا سوں کے لیے) مرجع و معیار بنایا کہ ٹوٹ ٹوٹ کر اسی گھاٹ سے بہر آب ہوتے ہیں (تو خدائے تعالیٰ تک رسائی کے) اس کے سوا سارے دروازے بند ہیں اور وہ حقیقت جسے شریعت محمدیہ، در فرما دے الحاد اور مردود بارگاہ ہے۔

اسی نے اپنے فضل سے سلوک اور قربت کی راہ ہویدا کی کہ غلاموں کو جو فقر کی راہوں پر گامزن ہیں ابادشاہوں کی مجلسوں تک پہنچاتی ہے (اور وہ سلاطین) ان درویشوں کو عزت و احترام کا مقام دیتے ہیں۔

اسی نے تصوف کو (کہ نفسانی آلاتوں سے صفائی کا اعلیٰ ذریعہ ہے) اتباع شریعت کی تربیت سے آراستہ کیا۔ اور اس کے (درگرد کے مقامات کو بیچ بہتوں کے عیبوں سے) بچا کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

لہذا اپنے قرب و ولایت کی نعمتوں سے اہل سنت کو مخصوص فرمایا جو کسی امام مجتہد کے (فقہ کے پابند اور اس کی رہنمائی میں آگے بڑھتے ہیں۔ وہی اس کے

اللہ کی ان کی اقتدا کی جائے، اور انہیں کے نور سے ہدایت لی جائے تو جو ان کے لئے ان کو رہنما رہے گا ہرگز ہلاکت میں نہ پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ انہیں کی دھاتوں کے طفیل، ہمیں بھی انہیں بامرادوں میں بنائے جو عرفان و یقین کی منزل میں فائز المرام ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی فاضل ترین صلوات و کامل ترین تسلیات اور پاکیزہ ترین تحیات اور اللہ کی برکات، بہترین مخلوقات پر جو افاق کائنات کے روشن سورج ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفتوں کے معدن وہ کہ جن سے کائنات کی ابتدا ہوئی اور انہیں پر اتمنا۔ پھر وہی درویش معرفت ہیں اور وہی منتہی۔ بلکہ سب کچھ انہیں کے وسیلہ سے ظہور میں آیا اور سب کچھ انہیں میں مخفی ہے۔ انہیں سے ہر شے کی تخلیق ہے اور ہر چیز انہیں میں کم و تمام کا تمام انہیں کے وسیلے سے ہے اور تمام کا تمام انہیں میں پوشیدہ۔ تمام کا تمام انہیں سے ہے اور تمام کا تمام انہیں کا تمام انہیں کی طرف متوجہ ہے اور انہیں کی مرضی پر قائم تو وہی لکے ہیں۔ انہیں سے جو دے فیض پایا اور انہیں سے جو دے فیضان لیا۔ انہیں کے جو دے شریعت و طریقت کے پھلوں میں پختگی آئی اور انہیں کی عطا سے معرفت و حقیقت کے درختوں نے پتے دیئے۔

وہی نور حق، وہی ظل رب ہے انہیں سے سب کچھ انہیں کا سب انہیں ان کی ملک میں آسمان کر زمین نہیں کر زمان نہیں

(امام احمد رضا)

ان کی کرامت مآب آل اور عظمت مآب صحابہ پر اور ان کی اُمت کے اہل کمال جو کمالین کے مترادف ہیں اور ان کی ملت کے علماء پر، جو عالمین کے فائز رہنما ہیں۔ (درود و سلام)

خصوصاً کمزور دائرہ ولایت۔ قطب مدار عرفان و ہدایت پر جو اس کے اطراف گھومتے اور اس کی جانب پر گرفت رکھنے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ انہیں سے ابتداء کا ولایت ہے اور انہیں پر اس کا اختتام۔ انہیں پر اس کا درود ہوتا ہے اور



انہیں کے ہاتھوں اس کی تقسیم تو اس عالم میں کوئی دلی ایسا نہیں جو ان کی طرف  
استیجاب نہ رکھتا ہو اور ان کے حضور اپنے اسرار میں با ادب نہ ہو ایسے بلند حوصلہ  
کہ تمکین میں ان سب سے بالا اور ساری گردنیں ان کے روبرو ادب سے  
جھکی ہوئیں۔ (وہ کون)

ہمارے آقا۔ ہمارے مولیٰ، غوث الثقلین، غیاث الکوین، معیث المومنین  
وہی الایلاء، ذوالاصفیاء قطب ربانی ابی محمد السید الشیخ الامام عبد القادر جیلانی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاء عنہ۔

قیامت کے روز مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہمارا استرخان کے خدام میں فرمائے جس دن  
ان کے پیش خدمت، اُن کے سامنے اور ان کی حمایت میں ہوں گے۔

اور ان سب کے ساتھ، اُن سب کے طفیل، اُن سب کے وسیلے، ہم سب پر بھی  
(درود و سلام)

- ۱۔ جب تک اسرار معرفت کی تابشیں
- ۲۔ اور مشرق تان غیب سے تجلیوں کی شعاعیں
- ۳۔ دلوں کے مظلوموں پر جلوہ فگن
- ۴۔ نور بار رہیں۔

آمین آمین آمین۔ یا ارحم الراحمین

ابا بعد عرض گزار ہے یہ فقیر سید ابوالحسن احمد نور محمدی ملقب بہ "میاں صاحب"  
دارہم وی قادر کی برکاتی پستی نظامی، اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے اسلان کرام کے طریقہ و  
روش پر ثبات قدم رکھے اور اُن سے، اور اُن کے طفیل اس بندہ سے بھی تاقیم قیامت  
راضی رہے کہ دنیا گذشتی و گذشتی اور بالآخر کام سر انجام پانے ہے۔ اس جی و قیوم  
کے ساتھ کیونکہ قانون قدرت ہے کہ جسے لذت کام و دہن کے لیے دنیاوی زندگی  
کا شربت خوشگوار پلاتے ہیں، لا محالہ اُسے ایک روز موت کا بے زائد جام بھی چکھاتے  
ہیں (اور وہ جان و جہاں سے گزر جاتا ہے) خواہ اسے گوارا ہو یا گوارا نہ ہو

مستور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (جو اللہ سے ملنا پسند  
کند اللہ اس کو ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا، اللہ  
اس کو مکروہ رکھے گا۔) صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے  
کہ اس کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اس  
اللہ کا اعتبار نہیں ہے۔

اس لیے ہر متنفس پر ایسی چیز کی تلاش لازم ہے جس کی بدولت وہ کڑوا گھونٹ  
اس کے لیے ہر مٹھاس سے بڑھ کر میٹھا ہو جائے۔ اور جاں کنی کے وقت اُسے اپنے  
دل پر رک و تعالیٰ سے لقاء کا ایسا اشتیاق ہو جیسے تین روز کا پیاسا، سو سو کی تمارت  
سے کی پیش اور گرم ہواؤں کے جھونکوں کے وقت، سرد، ٹھنڈے، خوشگوار اور میٹھے  
پانی کو لاسٹ گار ہوتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ چونکہ جب یہ شوقی ملاقات اس  
مقام ہو گا تو حکیم حدیث شریف وہ یکتا و منفرد بھی اس بندہ سے ملنا پسند فرمائے گا  
اور جس سے ملنا، اللہ عزوجل کو محبوب اور اس کی رضا سے ہو تو نتیجہ صاف ظاہر ہے  
کہ تمام مقامات جنت اور ملائکہ رحمت، بلکہ خود حضرت رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت  
والصلوات اس سے مل کر مسرور و شادماں ہوں گے اور یہی معنی وہ سرور دراز ہے جو  
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ رَأَيْتُ اخْوَانِي (کہ جنت خود مشتاق ہے چار بندوں کی)  
و حدیث شریف یَا بَشَّارُ رَأَيْتُ اخْوَانِي (کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ  
سکا) سے آشکار ہے۔ مگر یہ مقام اُس وقت تک نہیں آتا جب تک کہ دل عقائد  
اللہ سے صاف اور منفرہ نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے فرمایا کہ اهل البیت شرف  
مجلس و محلہ فقیہ (النفیس) بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں (اور دوسری حدیث  
میں فرمایا اصحاب البیت کلاب النار (دار قطنی) اہل بدعت و دوزخوں کے  
ہیں) میں (تویہ بات کیونکہ ممکن ہے کہ حق جل و علا اور اس کے محبوبان برحق اور اس  
کی طرف مایہ منتہیں کر جنہیں اور ان کی اساتذہ ہیں۔ ان لوگوں کو اپنا دوست بنائیں  
اور اللہ سے ملنا پسند کریں جو بدترین خلایق ہیں اور جنہیں کے کئے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ)



اور حجب ایسا ہونا محال و ناممکن الوقوع ہے تو تمام فرائض سے اہم و اول فرض یہ ہے کہ ہر مسلمان کے عقیدے، مذہب، مہذب، اہلسنت و جماعت کے مطابق ہوں کہ حق انہیں میں منحصر ہے اور تمام اولیائے کرام، اکمل الاولیاء سیدنا صدیق اکبر اور امام الاولیاء سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کے کمر اس وقت تک اور اس وقت سے لے کر حضرت امام ہدی بلکہ ان کے بعد کے دور تک، اسی مذہب ثابت قدم رہے اور اسی پر گامزن رہیں گے اور کیوں نہ ہو جبکہ حدیث شریف میں فرمایا کہ جس نے جماعت مسلمین کو ایک بالشت بھر چھوڑا، اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا ہے ادب بے نصیب ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کے باعث جماعت اہلسنت سے خلاف کرتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ اپنی نادانی سے دم سنیت کا بھرتے ہیں اور طرفہ مناشا یہ ہے کہ اپنے معاونوں اور حاشیہ برداروں پر یہ واضح کرتے ہیں کہ اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی راہ و روش وہی ہے جس پر ہم ہیں مسلمان یا دیگر کہ ان کی کتابوں، کتابوں کے دیباچوں اور تقریروں میں جو مواد مضامین، علمائے اہل سنت کی موافقت میں ملتے ہیں وہ سب تنقید اور زمانہ سازی پر محمول ہیں اس لئے کہ ان کی غلطیوں اور تنہائیوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کے ان دعووں کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔

کنا چاہئے کہ ان کا طرز عمل بالکل منافقوں جیسا ہے جو آٹا، اسلام میں رہا۔ ہم ایسا ہی وہی اعتراف و جلال خداوندی کی قسم سے انوکھا کہتے ہیں کہ ہم، جماعت مشائخ اہل سنت اور تمام ہی اولیائے کرام، ظاہر و باطن میں خلوت، جلوت، گوشہ نشینی اور انجمن آرائی میں، مذہب، اہل سنت و جماعت پر رہے ہیں۔ اسی پر قائم اور اسی پر انشاء اللہ تعالیٰ اثبات قدم رہیں۔ اسی پر ہم زندہ رہے۔ اسی پر وفات پائیں گے اور اسی پر بروز حشر اٹھائے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ہماری اور ان کی نسبت، اس کے برخلاف کہتا ہے وہ کذاب و مفتری ہے کہ جھوٹ بولتا اور تمہارے لگاتار ہے اہم اور ہمارے مشائخ اور تمام اولیائے الہی، دنیا و آخرت میں، اس سے

مذہب، اہل سنت و جماعت کے عقیدے، مذہب، مہذب، اہلسنت و جماعت کے مطابق ہوں کہ حق انہیں میں منحصر ہے اور تمام اولیائے کرام، اکمل الاولیاء سیدنا صدیق اکبر اور امام الاولیاء سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کے کمر اس وقت تک اور اس وقت سے لے کر حضرت امام ہدی بلکہ ان کے بعد کے دور تک، اسی مذہب ثابت قدم رہے اور اسی پر گامزن رہیں گے اور کیوں نہ ہو جبکہ حدیث شریف میں فرمایا کہ جس نے جماعت مسلمین کو ایک بالشت بھر چھوڑا، اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا ہے ادب بے نصیب ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کے باعث جماعت اہلسنت سے خلاف کرتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ اپنی نادانی سے دم سنیت کا بھرتے ہیں اور طرفہ مناشا یہ ہے کہ اپنے معاونوں اور حاشیہ برداروں پر یہ واضح کرتے ہیں کہ اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی راہ و روش وہی ہے جس پر ہم ہیں مسلمان یا دیگر کہ ان کی کتابوں، کتابوں کے دیباچوں اور تقریروں میں جو مواد مضامین، علمائے اہل سنت کی موافقت میں ملتے ہیں وہ سب تنقید اور زمانہ سازی پر محمول ہیں اس لئے کہ ان کی غلطیوں اور تنہائیوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کے ان دعووں کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔

کنا چاہئے کہ ان کا طرز عمل بالکل منافقوں جیسا ہے جو آٹا، اسلام میں رہا۔ ہم ایسا ہی وہی اعتراف و جلال خداوندی کی قسم سے انوکھا کہتے ہیں کہ ہم، جماعت مشائخ اہل سنت اور تمام ہی اولیائے کرام، ظاہر و باطن میں خلوت، جلوت، گوشہ نشینی اور انجمن آرائی میں، مذہب، اہل سنت و جماعت پر رہے ہیں۔ اسی پر قائم اور اسی پر انشاء اللہ تعالیٰ اثبات قدم رہیں۔ اسی پر ہم زندہ رہے۔ اسی پر وفات پائیں گے اور اسی پر بروز حشر اٹھائے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ہماری اور ان کی نسبت، اس کے برخلاف کہتا ہے وہ کذاب و مفتری ہے کہ جھوٹ بولتا اور تمہارے لگاتار ہے اہم اور ہمارے مشائخ اور تمام اولیائے الہی، دنیا و آخرت میں، اس سے

کنا چاہئے کہ ان کا طرز عمل بالکل منافقوں جیسا ہے جو آٹا، اسلام میں رہا۔ ہم ایسا ہی وہی اعتراف و جلال خداوندی کی قسم سے انوکھا کہتے ہیں کہ ہم، جماعت مشائخ اہل سنت اور تمام ہی اولیائے کرام، ظاہر و باطن میں خلوت، جلوت، گوشہ نشینی اور انجمن آرائی میں، مذہب، اہل سنت و جماعت پر رہے ہیں۔ اسی پر قائم اور اسی پر انشاء اللہ تعالیٰ اثبات قدم رہیں۔ اسی پر ہم زندہ رہے۔ اسی پر وفات پائیں گے اور اسی پر بروز حشر اٹھائے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ہماری اور ان کی نسبت، اس کے برخلاف کہتا ہے وہ کذاب و مفتری ہے کہ جھوٹ بولتا اور تمہارے لگاتار ہے اہم اور ہمارے مشائخ اور تمام اولیائے الہی، دنیا و آخرت میں، اس سے



کہاں پہنچے۔ جہنم تک پہنچے۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ

تیسرا فرض ہے، قلب و باطن کا رذیل عادتوں سے متعلق یعنی خالی اور جمال باطن کا اخلاق جمیل کے زیورات سے متعلق یعنی آراستہ و پیراستہ ہونا جبکہ ناواقف و بد فہم سمجھتا ہے کہ جب ہم نے نماز روزہ وغیرہ فرائض و واجبات ادا کر دیے تو شریعت کے احکام کی تعمیل ہو گئی۔ اور یہ نہیں جانتے کہ شریعت مگر جس طرح نماز روزے کو فرض اور بیاہ و زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اخلاص و تواضع و وفا و صفا و تقویٰ و طہارت و خوف و خشیت، ایثار و مودت، سلوک و بردت، احسان و غیرت وغیرہ اخلاق فاضلہ کو فرض اور بیاہ و نکہ، عہد شکنی و بد باطنی احبت جاہ و محبت ربا، متعظیم امراء و تحقیر مسکین اور حرص و بخل و بندگی شیطان و اتباع خواہشات وغیرہ عادات رذیلہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔ تو ان اخلاق حسنة اور عادات قبیحہ سے واقف ہونا اور حکم شریعت ان پر عمل پیرا رہنا، یہ بھی شریعت کا جزو اعظم اور اتباع شریعت ہی ہے (فرق اتنا ہے) کہ ادا دل شتم کے اعمال کا چہرہ و جوارح اور انسان کے اعضاء و بدنی کی طرف ہے اور دوسری قسم کے احوال کی توجہ انسان کے باطن کی طرف ہے۔ توجیب تک تم ان دونوں کی شریعت کے تازیانہ سے سہرا نش نہ کرو گے تمہیں حق نہیں کہ اتباع شریعت کا دعویٰ کر سکو۔

احاشا وکلہ۔ اتباع شریعت سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہر و اوروں کو مطلوب جن کی منظر صرف اعمال و جوارح پر مقصور ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاشی سے منترہ کرنا اور متقی و متطہر بن گئے۔ اگرچہ باطن، ہمک آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے کوڑے کے ٹھیکہ پر زربض کا خیمہ، ادھر زمینت اور اندر نجاست۔ پھر کیا یہ باطنی خباثتیں، ظاہری صلاح قائم رہتے دیں گی۔ حاشا۔ معاملہ پڑنے دیجئے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے اور کونسی ناگردنی ہے کہ اٹھا رکھیں گے۔ اور پھر بدستور صالح کے صالح۔ متقی کے متقی۔ دلا حول ولا قوۃ (الہ بالہ۔ افادات رضویہ)

اسی مقصد اعظم کے حصول کے لیے

اسلام نے ایک راہ مقرر کی ہے جس کا نام سلوک ہے اور یہ راستہ ہی منزل  
الہیہ ہے۔ اس کا نام تصوف ہے۔ اس علم کا مفزا اور اس کے دائرہ کار کمزور ہی  
ہے جس کی ابدولت، یہ راہ، امن و سکون سے طے ہو جاتی ہے اور جس  
صاحب ہم نے اوپر اشارہ کیا یعنی شریعت مطہرہ کے دقائق و نکات کی رعایت  
و تقایات شرک خفی سے محافظت، کہ حدیث شریف میں اسے چوٹی کی رفتار  
فرمایا گیا ہے۔ اور اور راہ سلوک کے تمام علوم، اپنے متفاوت طریقوں  
و اصولوں کے باوجود اسی ایک کلمہ سے وابستہ ہیں جو جامع الکلم کے صاحب  
الکلم سے واضح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الشریعۃ  
بیب الفل شرک، چوٹی سے بھی کم رفتار ہے)

انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت مطہرہ، اظہار و باطن سے متعلق تمام احکام کو محیط و شامل ہے اور ہر وہ چیز جو اس کے احاطہ سے خارج ہے وہ بالیقین حلال، آزادی پسند، آوارہ گرد اور نفس و شیطان کے قید و بند میں گرفتار ہے۔ انہوں نے انصر سے لگانے، بد خوئی سے پیش آنے، سر کے بال کمر تک بٹھکانے، حشمت سے ریشم پہننے، مزامیر پر قویاں سنسنے اور ناحشہ عورتوں کے ناچ دیکھنے، نامحلوک قرار دیا ہے اور احکام شرع کا مذاق اڑانے، علمائے شرع کی تحقیر اور ان سے کلمے، طعول و استخار پر اعتقاد رکھنے اور اِیَّ اَنَا اللہ (کہ میں اللہ ہوں) کے

بوقت صبح شود هم چو روز معلومست  
که یا که باخته عشق، در شب ریخته !



اصح قیامت کو روز روشن کی طرح یہ بات تجھ پر عیاں ہو جائے گی کہ رات کے اندھیرے میں عشق کس سے بڑایا

لہذا فقیر نے ایسے حالات میں کہ آفات و آلام کا هجوم ہے اور قسم قسم کی بیماریوں کا اثر دام اپنی یادگار اور اپنے ہمسازگان و متوسلین خاندان کے لیے بطور نمونہ یہ ایک مختصر کتاب جو سات لمعات و صایا، عقاید، تصویف، سلوک، فقہیات، اخلاق اور فوائد مختلفہ پر مشتمل ہے، ترتیب دی اور اس کا نام بہ لحاظ تاریخ رکھا۔

### سراج العارف فی الوصایا والمعارف ۱۳۰۹ھ

میں بارگاہ النعمان سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنے وجہ کریم کے لیے اخلاص سے فرمائے اور اس کتاب سے اس فقیر کو اس کے پڑھنے والوں اور کاتب و ناظرین کو نفع بخشے اس روز کہ کسی کا دل کام آئے گا نہ اولاد، مگر ہاں جو اپنا دل سلامت کے اللہ تعالیٰ کے حضور آئے، و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین الی یوم الدین والحمد للہ رب العلمین۔

### مسائل المعاش و معیتوں کے بیان میں

میں نے دینی و دنیوی ۱ یاد رکھو کہ اس فقیر کو سفر آخرت درپیش ہے بلکہ قریب ہے لہذا حضرت نبوی علیہ التحیۃ و الشانہ کی تمہیل اور اپنے اسلاف کرام و آباء و اجداد کے احکام و وصایا میں مشغول ہوں اور دنیائے دنی سے اپنا دل پھیرے ہوئے۔ یہاں تک کہ میں اور نافرمانیوں سے قویہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے جب تک زندگی باقی ہے اس سے دور رہنے کا غزم کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ و رحمہ تعالیٰ اس کی توفیق فرمائے۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرشدان طریقت کے طفیل میری خدمت میں مسلمان و مجتہدین کی بخشش فرمائے اور اولیائے عالی درجات اور بلند مقام کے چننا شے اور انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے جوار اندس میں ان کے واسطے کہ وہی بہترین رفیق ہیں، آمین یا رب العلمین۔

### دل معیت و معیت یہ ہے کہ

ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر عمل کرنا، تمام راہیں اور حنفی مسلک و قادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ و تزیین کرنا، یعنی بالفاظ دیگر اپنا ظاہر شریعت غراء (روشن و تابناک) کے موافق کرنا، اہل بیت عالیہ کے مطابق بنائیں، شریعت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو فی حق اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور پر نور حضرت غوث اعظم علیہ السلام کے متبع و فرماں بردار بنیں، تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی کرنا، غرض جانیں علماء و فقراء کا ادب ملحوظ رکھیں، خالقا و درگاہ شریف کی خدمت



اصح قیامت کو روز روشن کی طرح یہ بات تجھ پر عیاں ہو جائے گی کہ رات کے اندھیرے میں عشق کس سے بڑھایا

لہذا فقیر نے ایسے حالات میں کہ آفات و آلام کا ہجوم ہے اور قسم قسم کی بیماریوں کا اثر دہم اپنی یاد گار اور اپنے سپہ سالاروں و متوسلین خاندان کے لیے بطور نمونہ یہ ایک مختصر کتاب جو سات لمعات و ضایا، عقاید، تصوف، سلوک، فقہیات، اخلاق اور فوائد مختلفہ پر مشتمل ہے، ترتیب دی اور اس کا نام بہ لحاظ تاریخ رکھا۔

### سراج العوارف فی الوصایا و المعارف

میں بارگاہِ الہی سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنے درجہ کرم کے لیے اخلاص سے فرمائے اور اس کتاب سے اس فقیر کو اس کے پڑھنے والوں اور کاتب و ناظرین کو نفع بخشے اس روز کہ کسی کا مال کام آئے گا نہ اولاد، مگر ہاں جو اپنا دل سلامت رکھے اللہ تعالیٰ کے حضور آئے، وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين ائى يوم الدين والحمد لله رب العالمين۔

### مسائل المعاش و معیتوں کے بیان میں

وہابی دینی و فقیہی! یاد رکھو کہ اس فقیر کو سفر آخرت درپیش ہے بلکہ قریب اللہ جل جلالہ نبوی صلیہ التہیۃ و التشاء کی تعمیل اور اپنے اسلاف کرام و آباء و اجداد و اولاد میں تقویٰ و صایا میں مشغول ہوں اور دنیا سے اپنا دل پھیرے ہوئے۔ یہاں تک کہ میں اپنا فرمایوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے جب تک زندگی باقی ہے اس سے دور رہنے کا عزم کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ و عظم قوالہ! اس کے لیے کہ قبول فرما کر بخشے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرشدان طریقت کے فضل میری طرف سے جو سلیس و یقین کی بخشش فرمائے اور اولیائے کے عالی درجات اور بلند مقامات پہنچائے اور انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے جوار اقدس میں ہم مل جائے کہ وہی بہترین رفیق ہیں، آمین یا رب العالمین۔

### السیمت و معیت یہ ہے کہ

اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر عمل کرنا ہے، اور حنفی مسلک و قادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ و تزیین کرنا ہے، یعنی با الفاظ دیگر اپنا ظاہر شریعت غراء (روشن و تابناک) کے موافق کرنا ہے، حقیقت عالیہ کے مطابق بنانا ہے، شریعت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی اختلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور پر نور حضرت غوث اعظم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے متبع و فرماں بردار رہیں، تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی کرنا ہے، غرض جانیں علماء و فقراء کا ادب ملحوظ رکھیں، خانقاہ و درگاہ شریف کی خدمت



بجالاتے رہیں۔ نماز پنجگانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز یا جماعت اختیار کریں۔  
خصوصاً والدین اور اپنے شیخ طریقت اور علوم دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی  
خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں۔ اپنے شیخ طریقت کو اپنے زمانہ کے تمام  
مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقات الہی سے ذلیل و  
بے قدر سمجھیں اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع پسند اور منکسر المزاج رہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کی جملہ اقوال و افعال میں اتباع اور احکام  
طریقت کی بجا آوری کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ بیعت ہوں جس میں یہ نین شرطیں خوب  
تحقیق و تفتیش کے بعد دیکھ لیں۔

۱۔ وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہو۔

۲۔ شریعت مطہرہ کے احکام پر کاربند ہو۔

۳۔ اس کا مسلک بھی صحیح ہو۔ یعنی اسلام میں مذہب اہلسنت و جماعت کا پابند ہو۔

نظائر شریعت کا اتباع کرنا ہو اور طریقت میں کسی ایسے شیخ کا مرید ہو جس کا سلسلہ  
صحیح و ثابت ہو یہ نہ ہو کہ کسی ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود  
بلا اجازت شیخ، دوسروں کو مرید کر اور لوگوں کو فریب دے کر اپنے ارادتمندوں  
میں پروانا ہو۔ الہی ہمیں ہمارے اعمال کی شامت سے بچا۔

لہذا خوب واضح رہے کہ ایسے شیخ کے ہاتھ پر جو ان شرائط پر پورا اترتا ہو بیعت کے  
بعد اس کے پاس حاضریہ کر، کچھ روز قیام کریں اور مجاہدہ باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ پھر  
اس راہ کی طرف حصول نسبت، بلکہ منصب خلافت پانے کے بعد بھی ہمیشہ پیش یا و الہی  
میں مشغول رہیں اور خدا سے بجز خدا، کچھ اور طلب نہ کریں کہ جب خدا مل گیا تو خدائی  
ہاتھ آگئی، ہر چیز مل گئی۔ اس لیے کہ اسوی اللہ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے۔ یعنی  
تنہا وہی ہے کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب ظلال و پر تو

الاکل شی ما خلا اللہ باطل

اکل حالک الا وجهہ وکل من علیہا فاق۔ وکل نفس ذائقة الموت  
پھر اُس سے اُس کے غیر کی طلب بے فائدہ و لامصل ہو ایک لمحہ ایک آن مولا  
عالی کی یاد سے غافل نہ رہیں اور ایک سانس بے کار نہ ہانے دیں۔ اور خود کو یاد الہی  
میں مشغول رکھیں کہ کسی اور کام کی فرصت ہی نہ پائی۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ اپنے خاندانی شیخ یا پیر خاندان کے شیخ کی اولاد،  
جنہیں اپنے اباؤ اجداد سے بیعت و خلافت حاصل ہو یا اپنے شیخ کے خلفاء کے علاوہ  
کسی اور خاندان میں بیعت نہ ہوں اور حتی الامکان، جہل و ناک بس چلے، اپنے خاندان  
کے شیخ کی غلامی نہ چھوڑیں۔ اور اپنے پیر کے علاوہ، اُن کے ہمسروں و ہم پیروں سے کوئی  
سروکار اس باب میں نہ رکھیں۔

بارغ مراچہ حاجت سر و صنوبر است

نشاد خانہ پرور ما، از کہ کمتر است

"یعنی ہمارے بارغ کو کسی سر و صنوبر کی کیا حاجت کہ ہمارے گھر کا پرورش پایا  
(بلند و خوشامد و خوش است) شاد و آسودہ (کس بات میں) اور کس سے کم ہے۔"

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں آپ جو ہم پر تو رحمت کیجئے

غزیر بیٹے: جب تو نے ایک پیر کے ہاتھ پر جو جامع شرائط بیعت ہے  
بیعت کرنی تو دوسرے پیر کی طرف نظر نہ دوں تاکہ تو سہر جانی نہ مشغول ہو جائے

ان مائتہ اللہ کہ ضرورتیں، ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں، (الضرورات تبیح المحذورات)

اور یہ وصیت اگرچہ باعتبار عموم الفاظ عام ہے لیکن اس کا خصوصی تعلق درگاہ

ماربہ شریعت کے خاندان برکات کی اولاد سے ہے۔

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ بقدر ضرورت، کتاب و سنت سے علم دین کی تحصیل میں



پوری پوری جدوجہد کریں۔ اور اس فریضہ کو دوسرے تمام امور پر مقدم رکھیں۔ اس سے فراغت پاکر پھر طریقہ باطنی اسلوک و تصوف میں قدم رکھیں۔ اس لیے کہ جاہل صوفی اور ناواقف عبادت گزار شیطان کا مسخرہ ہے اور محض ناکارہ اور ناقابل قبول۔

اس کے علاوہ درجات کی ترقی، مراتب کی بلندی، اور نکات کی دریافت۔ اس راہ میں صرف عالم دین کو حاصل ہوتی ہے، جاہل کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ جلوہ سامانی اور نکتہ بینی کہ صاحب علم، سالک کو میسر آتی ہے، کسی بے علم کا اس میں کوئی نصیبہ نہیں۔ ہاں مشیت ایزدی شامل حال ہو اور مولا تعالیٰ اسے اپنے فضل سے نواز کر کسی مرتبہ اعلیٰ تک پہنچا دے اور کسی صاحب علم کا ہم مرتبہ دہم پایہ بنا دے تو یہ محال و ناممکن تو نہیں۔ البتہ اس کا وقوع بہت نادر ہے اور نادر معدوم کی مانند ہے۔

الہی میں علم نافع، فہم کامل اور عرفان تام عطا فرما۔ اور ہمیں جہالت و غفلت میں ہلاک نہ کر۔ بے شک تو پروردگار دائم ہے اور میں بندہ نادان و غافل۔

بر حمتک یا ارحم الراحمین

اس مقام کی مناسبت سے ایک حکایت یاد آئی جسے لکھنا مفید معلوم ہوتا ہے یہ حکایت میں نے جدی و مرشدی حضرت سید شاہ آل رسول احمدی (مرشد گرامی امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی آقدس سرہ العزیز) کی زبان فیض نریمان سے سنی تھی کہ

ایک روز حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہر میں ایک درویش وارد ہوا جس کی نسبت قوی اور حالت اچھی تھی۔ یہاں تک کہ شہریوں کا ایک بڑا گروہ، ان کے کمالات کا معتقد و گرویدہ ہو کر ان کی طرف رجوع ہوا۔ ادھر شہر کے ایک بڑے طبقہ نے ان صاحبزادے کو برا لکھنے کیا کہ فلاں درویش آخر ہمارے آیا ہی کیوں؟ اور آیا تو اب ہمارے شہریوں کو اپنے کمالات کی طرف کیوں رجعتا

ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اسے اس شہر سے باہر نکال دیا جائے۔

یہ مشورہ دے کر ان لوگوں نے صاحبزادہ کو اپنی موافقت پر آمادہ کر لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن وہ نووارد درویش چونکہ ایک کامل بزرگ تھے۔ اس لیے یہ لوگ ان کی اینداز سانی پر قدرت نہ پاسکے۔ اور صاحبزادہ صاحب چونکہ اس وقت کم سن تھے اور محض شہریوں کی انگلیخت پر ان درویش کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے، لہذا ان درویش صاحب نے صاحبزادہ کو اپنے پاس بلا یا شفقت سے پیش آئے مہربانی کا سلوک فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ باپا پہلے علم دین پڑھو۔ اس کے بعد فقیری کا دعویٰ کرو۔ اس لیے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا مسخرہ ہے۔ اور چونکہ صاحبزادہ کا پیشوای عالم ہونا، مقتدر است الہیہ سے تھا۔ اس لیے آپ نے ان بزرگ کی نصیحت پر عمل فرمایا کہ جس بلند مرتبہ پر پہنچنا تھا اس پر پہنچے۔

پانچویں نصیحت یہ ہے کہ اولیائے الہی میں سے اگر کوئی منظر میں آئے تو تمہارا دست عقیدت ہو اور اس کا دامن۔ اسکے ساتھ نیاز مندری سے پیش آئیں اور اس کی خدمت کو، دارین کی سعادت جانیں۔ لیکن اس مقام پر اپنا قدم پوری پوری ہوشیاری اور ہتمامہ آگاہی کے بعد اٹھائیں۔ اس لیے کہ اس دور میں اس کام کی اصلیت مفقود ہے اور ظاہری ہم جنسی موجود کسی کی چرب زبانی اور شیریں بیانی پر فریقہ نہ ہوں کہ اللہ والے ہر دور میں کبریت احمد خالص سونے اسے زیادہ تاباں ہوتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے دام فریب میں گرفتار ہو جائیں۔

لہذا گوشہ عافیت میں بیٹھ کر عبادت الہی میں مشغول رہیں اور آنے جانے والوں کی حسب مقتدرت اگرچہ جو کی روٹی ہی میسر آئے، تواضع و خدمت کریں۔ سائل کو حتی المقدور محروم نہ ٹھائیں اور اپنے ذاتی کام کے لیے کسی دنیا دار کی چالوسی خوشامد نہ کریں۔ نہ اسکی ہاں میں ہاں ملائیں۔ کار ساز حقیقی ہی کام بناتا ہے۔ ہاں دوسروں کی کوئی



ایسی جائز حاجت در پیش آجائے خصوصاً اپنے دینی و دنیوی بھائیوں کی توظیر و داری کے ہر طریقہ مثلاً خوشامد وغیرہ کو عمل میں لائیں اور اپنی مقدرت بھراستی الامکان اس میں اس میں کوشاں رہیں۔ اگرچہ اس میں خود اپنا نقصان اور ضرر ہو رہے پس پشت نہ ڈالیں کہ حکم یوں ہی ہے۔ اور اے میرے بھائیو! اس کام میں تم پر کوئی وبال و عتاب نہ ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

چھٹی نصیحت یہ ہے کہ آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے معنی یعنی سر حال ہیں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (پہلا اطلاع و واقفیت کے بعد کہ یہی آیت ہمارے شیخ کی جامع و مانع وصیت ہے، اپنی خصوصیتوں کی اصلاح، اور مقدمات کے تنازع بٹانے کے لیے زمانہ حال کے محکموں کی طرف رجوع نہ ہوں بلکہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت و شریعت یعنی حدیث و فقہ و اصول و تفسیر کی طرف رجوع ہوں اور اپنے تنازعے ان کی بارگاہوں میں پیش کریں اور انہیں کی جانب متوجہ رہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے بعد دوسری آیت میں آیا کہ فَرَّ دُونَكَ إِلَى اللَّهِ -

لہذا شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الف الف صلوة و سلام کی طرف رجوع لائیں اور متوجہ ہوں۔ اسی کو اپنے اوپر لازم جانیں کہ یہی عین ایمان ہے۔

میں اسی فکر و اندیشہ میں تھا کہ میرے دل نے مجھ پر عتاب کیا اور میری جان نے بڑا بیچ و تاب کھایا کہ بقول مشہور سے خود را نصیحت و دیگران را نصیحت

اوروں کی بُری بات تو بھاتی نہیں تم کو

پراپنی بُرائی نظر آتی نہیں تم کو

اے روپیہ! تو نے خود کون کون سی نیکی کی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور اپنے آپ کو پند و نصیحت کے اہل افراد میں شمار کر کے پند و نصیحت کو

لکھنا آسمان کی بلندی تک پہنچاتا ہے۔ یہ سب کچھ شیطانی و سوسہ ہے کہ تیرے دل میں ساگیت ہے اور تجھے دوسروں کو نصیحت پر ابھارتا ہے۔ تجھے اس کے کید و مکر و عیار و یوں کے ٹھٹھک نہیں معلوم۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے وہ نقصان پہنچائے۔ آیہ کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ عَلَمٌ (جو چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو) اور آیہ کریمہ لَقَدْ تَقْوَوْنَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (وہ کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں) لایمنون اگر ایسے لوگ قابلِ مذمت ہیں! اپنے ذہن میں رکھو اور شیطان کے شر سے ڈرو۔ جو کتاب ہے وہی کہہ۔ اور جو کتاب ہے وہی کہہ۔ تاکہ مخلوق الہی انہیں میں تیری تعریف و توصیف کرے جو تو کرتا ہے نہ یہ کہ اس کے برخلاف تیری تعریف کریں اور تو اس پر پھول جائے۔ یہ حرکت تو اچھی نہیں۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود کرنا کیا چاہیے اس میں بھی کہ الہی اہل کے ٹکڑوں کو نہ دیکھ کر کہ سراپا گناہ گار ہیں۔ ہمارے اس قول کو دیکھ کہ ہم شرم سار ہیں (الہی! باپ اگر خراب و آوارہ ہو جائے تاہم وہ بیٹے کی آوارگی کا روادار نہیں ہوتا۔ سے گرگہر طاعتت نہ ستم ہرگز و زگر و گنہ زرخ نہ فتم ہرگز نوید نیم ز آستانِ کرمت زیرا کہ یکے را دوند گفتم ہرگز)

(یعنی میں اگرچہ تیری بندگی کے موتی نہ پر دسکا اور گناہوں کے خس و خاشاک آیا اس کے قرب و نزدیکی سے اپنا منہ نہ پھیر سکا۔ پھر بھی میں تیرے کرم دالے آستان سے ناامید نہیں۔ اس لیے کہ میں نے تجھ ایک خدا کو کبھی دو نہ جانا)

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ اپنے دین و عقائد پر ایسے سخت اور مضبوط رہیں کہ دوسرے متعصب سمجھیں اس لیے کہ دین حق (و عقائد حقہ) میں تَصَلُّبِ مقبولیت کی علامت ہے۔ اور محمود و پسندیدہ اور دینِ باطل میں عُلو غالی ہونا اطمینانِ ابد بخیتی کی نشانی ہے اور مذموم و ناپسندیدہ۔



- فقر اور مساکین اور غرباء سے انس و محبت اختیار کریں۔
- دنیا دار اُمراء اور اہل دولت سے دور بھاگیں اور ان سے پرہیز کریں۔
- فاسقوں فاجروں اور بے باک کافروں مشرکوں سے خود کو دور رکھیں۔
- نیز غیر مسلموں اور شرک پسندوں سے (دور بھاگیں) اس لیے کہ بڑی صحبت مقناطیس اور لوہے کی مانند ہے۔ یعنی بڑی صحبت، مدبیر توں کو اس طرح کھینچتی ہے، جیسے مقناطیس لوہے کو۔

پھر ارشاد خداوندی ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُسْلِمِينَ (کہ ایمان والے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں) تو اس آیت کریمہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہیں تاکہ ہلاکت کے بھنور سے نجات پائیں نیز دنیا دار حاکموں، بادشاہوں اور فرمانرواؤں سے اگرچہ ٹیکو کار اور عدل شعار ہوں، دور و دور رہیں اس لیے کہ فقیروں کا، دولتمندوں سے اختلاط و ہم نشینی ہلک زہر کے مانند ہے کہ اس کا کوئی تریاق نہیں بلکہ اس کا ایک گھونٹ بھی ہلاک و تباہ اور عارف کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ بلکہ دنیا داروں کے دلوں کا عکس بھی، عارفوں کے دلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور وہ جو مشہور ہے کہ النَّاسُ عَلَى دِينٍ مَلُوكٍ جَسَدٍ (لوگ اپنے فرمانروا کی دوش پر چلتے ہیں) اُس سے بھی معنی مراد ہوتے ہیں۔

بلکہ کہنا چاہیے کہ اس کما دت میں ملوک سے مراد، معنی مشہور کے علاوہ، اس مردہ فرد ہے جسے غلبہ و برتری حاصل ہو، مغلوب کے مقابل کیا تم نے وہ واقعہ نہیں سنا کہ جب حضرت قاضی القضاۃ سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغداد کا قاضی بننا قبول کر لیا تو حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ نے کہ آپ کے ہم دم اور ہم مکتب تھے، ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ میرے روبرو منت آؤ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا دل کہیں تمہیں دیکھ کر زیادہ نہ پڑ جائے اس لیے کہ تم نے منصب قضا قبول کر لیا ہے۔

اللہ اللہ یہ کونسا مقام اور کیا اصیبت انجیزا کلام ہے۔ امام عالی مقام کے خاص القضاۃ ہونے کے زمانے کو دیکھو کہ سرتاپا عدل عام اور انصافِ قسم سے بالمال ہے اور پھر حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر غور کرو کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ پھر آپ کے مقابلہ پر دوسروں کے لیے کیا کہا جاسکتا ہے کیا ہی نہیں بلکہ اسی روز سے کہ امام ابو یوسف نے اس منصب کو قبول فرمایا۔ آپ بھی ان سے ملاقات کو جاتے تو انداز یہ ہوتا کہ قیام گاہ کا چراغ گل کر دیا جاتا۔ اور امام ابو یوسف آپ کی پشت پر بیٹھے رہتے۔

ایک روز خلیفہ بغداد نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے استدعا کی کہ میں آپ کے توسل سے، حضرت شیخ کی خدمت میں عرض سلام کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے امید نہیں کہ وہ قبول فرمائیں، خود میرے ساتھ آپ کی ملاقات کا عالم یہ ہے تو آپ کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال میں آپ کی خواہش کا اظہار کروں گا۔ اگر قبول فرمایا تو آپ کو ہمراہے چلوں گا ورنہ بیجوری ہے۔ چنانچہ ایک روز حضرت امام ابو یوسف نے برسبیل تذکرہ خلیفہ وقت کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شیخ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ میرے بھائی! تم میری ایذا رسانی پر کیوں کمر بستہ ہو۔ خلیفہ وقت سے ملاقات پر مجھے سلب ایمان کا اندیشہ ہے کہ کہیں ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

الغرض بڑی حیل و دھت اور نشیب و فراز کے اظہار کے بعد، محض امام ابو یوسف قدس سرہ کے پاس و لحاظ سے، اس شرط پر اجازت دی کہ وہ آئے، تمہاری بیٹھ کے چھ بیٹھے اور تمہارے واسطے سے جو بات کہے بہت، آہستہ کہے۔ یعنی اُسے جو کچھ کہنا ہے وہ نہایت پست آواز میں تم سے کہے اور تم مجھ سے کہو۔ پھر زیادہ نہ بیٹھے صرف سلام کے بعد، ضروری بات کہے اور واپس لوٹ جائے۔

آخر کار انہیں شرائط پر خلیفہ وقت نے اس ملاقات کو بے غنیمت جانا۔ پھر خدمت میں حاضر ہوا اور بعد سلام عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری دعوت قبول



فرمائیں۔ لیکن شیخ لے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے نزدیک، کوئی مال حلال اور پاکیزہ نہیں، مگر میرے والد ماجد کا ترکہ، میں اسی سے کھانا پیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ میری تمام عمر کے لیے کافی ہے، اور بالفرض اگر وہ تمام مال خرچ ہو گیا اور میں زندہ رہا تو اپنے استناذ محترم یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے تفریق لے کر اپنی گزر اوقات کروں گا کہ ان کے مال کو کبھی میں اپنے والد ماجد کے مال کی طرح حلال و پاکیزہ سمجھتا ہوں۔ تو اس سے بقدر سترمق (کہ زندگی کا سہارا رہے) کھاپی کر زندگی گزار دوں گا۔ یہ فرما کر ملاقات ختم کی۔ بادشاہ کو اجازت رخصت دی اور خود بندگی میں مشغول ہو گئے۔

برادر عزیز! اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی مگر روز پیدائش سے کبھی اس کی طرف نہ دیکھا۔ لہذا مخلوق خدا پر بھی اپنے خالق کی فرمانبرداری لازم ہے (اور یہ اس وقت پوری طرح متبہر آتی ہے کہ) دنیا سے دل نہ لگائیں۔ (۱) اسے جی بھر کر نہ دیکھیں، نہ آنکھیں میچ کر اُسے بڑھیں۔ اور بالکل اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ دنیا داروں سے خلط ملط نہ رکھیں اور اُن سے مانوس نہ ہوں۔ مگر اسی قدر کہ حق تعالیٰ کے لیے ہو اور شریعت محمدیہ اُس کی اجازت دے تو ایسی حاجت شرعیہ کے وقت بقدر حاجت معاملہ رواجائیں کہ یہ دنیا داری نہیں اور نہ درحقیقت یہ دنیا سازی ہے۔

یہ ایسے ہی ایسے جیسے غلام و مساکین کے لیے مال کا روک لینا۔ یا سفر حج کے انتظام اور حقوق اللہ کی ادائیگی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ میں دینے، یا حقوق العباد مثلاً اہل و عیال کے نفقہ اور ذوی القربی اور یتیموں مسکینوں کی مالی امداد، یا خود اپنے قابل، قلیل تر خرچہ کے لیے مال کا جمع کرنا کہ فرض ہے، اور کہیں واجب، کہیں مستحب اور کہیں موافق سنت۔ یہ ہرگز دنیا داری نہیں اور نہ اس کا نام دنیا داری ہے بولنا رومی فرماتے ہیں۔

چلیست دنیا با از خدا غافل بدم / نے قماش و نقره و فرزند دارن  
(دُنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل رہنا۔ نہ اسباب خانہ، نہ چاندی اور نہ اہل عیال)

انقصہ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غفلت و تساہل نہ بڑھیں کہ یہی غفلت عین دنیا ہے۔ اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی اساس، لہذا اس سے ہمیشہ نفرت ہی چاہیے۔  
اُن کھڑی نصیحت یہ ہے کہ خلق خدا کو آزار نہ پہنچائیں تاکہ خود اپنا نہ پائیں۔  
اور بمصدق احادیث کریمہ کہ

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ. (رَحْمَتُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمُ  
مَنْ فِي السَّمَاءِ) رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، تم پر  
وہ رحم فرمائے گا۔ جس کی حکومت آسمان میں ہے (ابوداؤد ترمذی)

(رَحْمَتُوا تَرْحَمُوا) تم اوروں پر رحم کرو، دوسرے تم پر رحم کریں گے!  
تمام عزیز و اقارب، بیٹائی و مساکین اور غریب الوطن اشخاص ازل و فرزند بلکہ ہر صاحب ایمان اہل اسلام مرد و عورت کے حقوق، جیسا کہ خدا و رسول نے مقرر فرمائے۔  
ہیں ان کی نگہداشت اور ان کے ساتھ احسان و مدارات کا سلوک کریں۔ خود کو پسندیدہ  
اخلاق مثلاً محبت و اخلاص، موافقت و محبت، رفاقت و مروت وغیرہ اسے آراستہ کریں۔  
اور بُری عادتوں مثلاً بغض و عناد، نفاق و دورخی، غرور و تکبر، کذب و زنا اور لواطت  
جیسی بے ہودہ حرکتوں سے اپنا دامن پاک صاف رکھیں تاکہ صفات ملکوتی (فرشتوں کی  
صفات) آشکارا ہوں اور حیوانی و بھیمی اور شیطانی خصلتیں زائل و ناپید۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ اور حکم صغیرہ و کبیرہ پر اصرار یعنی اس کی عادت ڈالنے سے  
پرہیز کریں کہ گناہ صغیرہ پر اصرار سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاعلان  
پیساک سے نافرمانی میں غرق رہنے والے (نگاہ شریعت میں بدترین لوگوں سے ہیں۔  
اور اس میں معاذ اللہ اندیشہ ہے بد انجام کا) کہ مرتے وقت ایمان سلب نہ ہو جائے نا  
الہی ہمیں بُری موت سے بچا۔ نیز بدعتوں اور دین میں نوپیدا باتوں سے کہ اصول شرع  
کے خلاف ہیں، ان کے مرتکب نہ ہوں۔ اس لیے کہ ایسی بدعات میں موت رہنے والے  
ناسق ممکن سے بھی بدتر ہیں اور ان کے پیچھے نماز حلال نہیں۔

نویں نصیحت یہ ہے کہ اس فقیر کی سالانہ فاتحہ جسے عزت عام میں اس



کہا جاتا ہے ہرگز ہرگز تکلف سے نہ کریں۔ اس لیے کہ تکلف شریعت میں ممنوع ہے اور فقیر ایسے تکلف کا ردوار نہیں ہے۔ قدرے قلیل جو کچھ میسر آئے، اُسی میں سے اپنی مقدرت کے مطابق صرف کریں، کسی کے مقروض نہ ہوں۔ اور فکر و تشویش کی بلا سے آزاد رہیں۔

اور اس جگہ یعنی عرس میں تلاوت قرآن کریم و قرأت حدیث شریف و درد اور کلمہ طیبہ کے ورد اور ذکر الہی کے علاوہ کوئی اور چیز، بدعات سیئہ سے نہ ہونی چاہیے، اور جیسا کہ اب ہمارے زمانہ میں بدعات رواج پا رہی ہیں، ایسی کوئی چیز ہرگز ہرگز نہ کریں۔ مثلاً بے غرض و فضول روشنی کی کثرت، آتش بازی اور ناجائز وغیرہ شروع مزامیر اور قوالوں کا اہتمام خصوصاً جبکہ سنتے داسے نااہل ہوں، ہرگز ہرگز روا نہ رکھیں۔

اسی طرح دوسرے بے جا صوفوں سے بموجب حکم قرآنی،  
 کَلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ  
 (کہ کھاؤ پیو اور فضول خرچ نہ کرو۔ بے شک وہ فضول خرچ کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) اعراض کریں اور جس چیز کی شرعاً اجازت نہیں انہیں یک لحنت چھوڑ دیں۔

اور یہ فقیر اگرچہ اس طور پر کہ مشائخ تہذیب و فنون اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں معمول رہا، سماع کا مفکر نہیں بلکہ کبھی کبھی تو مزارات طیبہ کی مجالس میں حاضر رہ کر، سماع میں شریک بھی ہوا ہے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں سماع کی عام مجلسیں، اُن شرائط سے جو سماع کو مباح و حلال کرتی ہیں، خالی نظر آتی ہیں، لہذا اس مجبوری، سوائے ترک کے کچھ اور کچھ علاج نہیں جانتا۔ اس لیے کہ سماع سنتے کی اہلیت اس پر آشوب و درمیں مفقود ہے اور دوسری شرائط بھی معدوم ہیں۔ اس لیے سماع کا چھوڑ دینا ہی لازم و واجب ہے ورنہ بوقت ضرورت اہل رخصت کے لیے جائز بھی رکھا گیا ہے۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ خاتواں و درگاہ کے اوراد و وظائف و تلاوت

قرآن کریم اور قرأت و رد و شریف خصوصاً دلائل خیرات و حسن حصین و سحر ایبانی و حب البحر و اسمائے اربعین و دعائے شیعہ وغیرہ کو خاندان برکات کے معمولات کے مطابق ہمیشہ کے لیے اپنا معمول بنائیں۔ مسجد کی حاضری ترک نہ کریں اور چنگا نہ نمازیں، باجماعت ادا کریں، اور ذکر و شغل اور مراقبہ وغیرہ پاپ کا رہنڈ رہیں اور خاندان برکات کے معمولات کو ہرگز پس پشت نہ ڈالیں۔ اپنا ظاہر و شریعت مطہرہ کے موافق اور اپنا باطن صوفیائے کرام کے مطابق بنائیں۔ اور ہرگز ہرگز نماز باجماعت اور رمضان المبارک کے روزے سے تاخیر نہ کریں اور بلا عذر شرعی انہیں نہ چھوڑیں۔ اور اپنے شیخ طریقت کی تعظیم و تکریم، بلکہ شیخ کی اولاد، اُن کے بھائیوں، قرابت داروں، غلاموں خدمت گاروں اور ان کے ہم وطنوں کا اکرام و احترام، اپنے اوپر لازم جائیں۔

اسی طرح اپنے والدین اور اساتذہ سے پیش آئیں اور حتی الامکان اُن سے نیکی و احسان کا سلوک کریں اور اپنے حق میں اُن سے دعائیں لیں۔ یوں ہی جو علم و عمل فیضان میں اپنے سے بڑا اور برگزیدہ ہوا اس سے آگے آگے نہ چلیں جب تک کہ کوئی ضرورت اور واقعی مجبوری نہ ہو۔ مثلاً نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو یا کوئی ایسی ہی بات ہو تو اجازت ہے کہ ہمراہی کی بجائے پیش قدمی کرے اور اُس میں شامل ہو جائے۔

یوں ہی اگر کوئی پرانہ حال، یا غریب الوطن، تمہارے پاس آئے اور اپنی ضرورت، اپنا حال بیان کرے تو پوری دلی توجہ سے سنیں اور اس سے نرمی و خوش اخلاقی سے پیش آئیں، اُس سے نفرت انگیز سلوک نہ کریں اور پیشانی پر بل نہ آنے دیں۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی فوایداری سے قریب اور گناہ و مافوقانی سے دور رہیں خصوصاً غیبت یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی بُرائی بیان کرنے کے گناہ سے پوری پوری طرح احتساب و پرہیز کریں کہ یہ بدترین گناہ ہے اور سخت ترین وعیدوں کی آماجگاہ۔

گیارہویں وصیت یہ ہے کہ یتیموں، یتیموں، مسافروں، کینوں غلاموں نانوائوں، بوڑھوں اور معذوروں جیسے لوگوں سے محبت کا برتاؤ کریں، اُن پر احسان



اور نیک سلوک سے پیش آئیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے۔ لہذا انہیں بہ نظر حقارت نہ دیکھیں۔ ان سے زیادہ سخت کام نہ لیں اور ایسا کام آئی پٹ سے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائیں اور جو خود کھائیں بیٹیں انھیں بھی وہی کھائیں پلائیں۔ ہمیشہ اپنا خاندانی لباس پہنیں اور وہ یہ ہے کہ پہلے اپنا سارا سر منڈائیں کہ یہ ہمارے خاندان برکاتِ مادرہ کی دائمی روش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اور دوستوں یا قند جیسے بیابانہ نما ٹوپی کو اس کے دونوں کنارے یعنی گوشے، کچھ لفظ "لا" کی شکل میں کھٹکے ہوتے ہیں، سر پر اور ٹھیں۔ قادری درویشوں کا خرقہ بدن پہنیں۔ چنگ کر پر اور علامہ (ٹوپی پر) باندھیں۔ اور تہ بند خواہ پانچام ٹخنوں سے اوپر، بطور ستر عورت استعمال کریں۔ اور ایک لائبرو مال اشکل دوپٹہ جس کی لمبائی تقریباً دو ہاتھ ہو، بصورت "لا" لٹکے ہیں۔

یہ سارا لباس، علاوہ تہ بند کے کہ اس کے رنگے کی ضرورت نہیں، اگر گہرے رنگ یا ملا گیری خوشبو میں رنگا ہوا ہو۔ یا سیاہ یا کسی اور رنگ کا ہو مگر کسم اور زعفران میں رنگا ہوا نہ ہو اگر رنگ ہو کہ سرخ ہو جائے خواہ ہلکا ہو کہ زرد رہے اگر یہ حرام ہے ورنہ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حدیث تغیر اور فقر و اصول اور تصوف و سلوک وغیرہ شرعی علوم کی کتابوں کے مطالعہ کو مانوس اور اپنی عادت بنا لیں۔ ان سے مناسبت پیدا کریں اور اپنے روز و شب کے اکثر اوقات کو ان میں مصروف رکھیں۔ شریعت طریقت میں اپنے آپ کو محض مقلد سمجھیں اور ان دونوں دل پذیر طریقوں میں اپنے دعویٰ اجتہاد سے اور دوسرے دور تر میں شریعت میں نہ رہیں۔ حنفی اور طریقت میں مسلک قادری کے پابند رہیں اور اپنے آپ کو انہیں حضرات کا پیروکار جانیں ورنہ بُرا انجام دیکھیں گے۔ اس لیے کہ اس دور میں تزک تقلید کا انجام، وہی الحاد و زندقہ ہے وہی وکراہی ہے۔ لہذا شریعت میں امام اعظم سے سرکار رکھیں اور طریقت میں حضور سیدنا غوث اعظم سے وابستہ رہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلامی، کسی نیچ نہ چھوڑیں کہ سات لاکھ سے ماہرہ شریف کا یہ خاندان برکات، حضرت غوثیت مآب کے خاندان سے نسبت خانی رکھتا ہے۔ اور ہم سب غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کے پروردہ اور موروئی غلام ہیں اور حضور غوثیت مآب کو تمام اولیاء اللہ کا صدر نشین پیشوا مانتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس طرح انبیاء و مرسلین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح جملہ اولیائے الہی میں حضور غوث اعظم کی شان ارفع و بالا ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ حضور خاتم ولایت نہیں جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم نبوت ہیں اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء اللہ پر خواہ وہ سابقین میں ہوں یا معاصرین میں، حاضرین میں ہوں۔ خواہ غائبین میں، ایک گونہ فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے کہ

قد عیٰ ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تعالیٰ

یعنی اوپر آنے والوں کے سروں سے مقدم اعلیٰ تیرا

اور ہم اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دعویٰ صادق ہے کہ آپ کی شان کے سزاوار ہے، ان کلمات طیبہ لطیفہ میں باذن الہی، اس جناب حق کا بھی سے بحالت "صحیح" یعنی عالم ہوش و حواس میں سرزد ہوا۔ اور اسی حالت میں ہوشیاری میں آپ ان الفاظ کے اظہار پر مامور و ماذون ہوئے۔ نہ کہ حالت سُکر میں (کہ مدبوشتی کا عالم ہوتا ہے) اور آپ کو اجازت بلکہ حکم دیا گیا کہ علی الاعلان اپنی اس ارفع و اعلیٰ شان کا اظہار کریں نیز آپ اس پر بھی مامور فرمائے گئے کہ جو آپ کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس سے ولایت و آپس اور صلب فرما لیں۔

اور وہ جو زمانہ حال کے نام نہاد صوفی کہ بظاہر صوفی اور درحقیقت سُکرشی پر آمادہ ہیں غرض ہم خود کے لیے صوفیائے کرام کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور حقیقتہً صوفیائے کرام سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، یہ گمان کرتے ہیں کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ منقولہ حالت سُکر میں سرزد ہوا ہے۔ اس لیے لائق غل و قابل اعتبار نہیں اور بالضرر



اگر لائق اعتبار بھی ہو تو اس مقولہ میں لفظ "ولی اللہ" سے مراد آپ کے ہم عصر اولیاء ہیں۔ بلکہ وہ اولیاء جو اس وقت حاضر مجلس تھے۔ اولیائے غائبین بھی اس زمربے میں داخل نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ یہ لوگ کسی ضرورت کے بغیر تعلیم میں تخصیص، اور عزم میں خصوص کے دعویدار ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس قول میں عموم کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات سے بھی افضل درجہ تر ہوں جو یقیناً آپ سے فاضل تر ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ متقدمین میں حضرات انبیائے کرام کے استثناء کے بعد، کہ وہ تو بالاجماع تمام عالم سے افضل ہیں بخواب وہ ملائکہ ہوں یا جن و انس۔ آپ کی افضلیت تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام، اور مشہور ائمہ اطہار، رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع پر ثابت ہوتی جاتی ہے اور متاخرین میں حضرت امام ہدی علیہ السلام کہ اخبار و آثار کی روش سے آپ سے افضل ہیں، ان پر بھی غوث اعظم کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ولی اللہ سے آپ کے ہم عصر اولیاء مراد لیے جائیں یا وہ جو اس وقت مجلس مبارک میں حاضر تھے۔ تاکہ اس خدشے اور غصے سے خلاصی و نجات حاصل ہو۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کی یہ ساری نادلیلیں مردود ہیں بلکہ حماقت و نگرانی اور گتخی دینے پر مشتمل۔ اور حق تو یہ ہے کہ ان لوگوں کا ولایت خاصہ میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر مان لیں کہ انہیں ولایت سے کوئی نصیبہ ملا ہے۔ تب بھی وہ اس عقیدہ کا ذریعہ کی موجودگی ہیں، اندیشہ ہے کہ ان کی ولایت سلب کرنی چاہیے کہ شیخ صنعاء وغیرہ کا دائرہ موجود ہے اور اگر کسی کو اس میں شبہ ہو اور یہ کہے کہ اس قسم کا کلام دوسرے بزرگوں سے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا تخصیص۔ تو میں کہتا ہوں کہ اول تو ایسا مقولہ کسی ولی کی زبان سے بحالت "صحو" سرزد ہی نہ ہوا اور نہ سرزد ہوگا کہ یہ تو صرف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور متقدمین میں چوتھی کے علماء اور قابل اعتماد بڑے فضلا و عیسا سے کسی نے صراحتاً ایسی بات نقل نہیں کی۔ اور ان متقدمین کے مقابلہ میں ان متاخرین کی ثقاہت و عدالت کا حال معلوم ہو کہ وہ نسبت بھی نہیں جو ذرے کو آفتاب سے ہوتی ہے تو ایسی حالت میں ان متاخرین کے

اقوال کی صداقت پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے۔ پھر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اوروں سے یہ نقل حد تو اترا نہ کیا نہیں پہنچی اور نہ اس مقولہ نے جمہور اولیاء اللہ کے یہاں درجہ قبولیت پایا۔ لہذا اس قابل نہیں کہ اسے صحت و استدلال بنایا جائے یا وثوق اور پورے اعتماد سے اسے اپنایا جائے۔

برخلاف حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول مبارک کے کہ حد تو اترا نہ کیا بھی اسے رسائی ملی اور جمہور اولیاء اللہ نے اسے تسلیم بھی کیا۔ بالخصوص خواجہ خواجگان، سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن حسینی اجمیری سجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ بالاتفاق تمامی اولیاء ہند و پاکستان میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی کے مالک اور تمام اولیاء میں افضل و کرامت سے ممتاز ہیں۔ لیکن جب آپ نے یہ کلمہ طیبہ حضور کا سنا تو اسی وقت حضرت والا پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور اسی عالم میں فرمایا: بل علی راسی دعینی (بلکہ آپ کا قدم میرے سر اور میری آنکھوں پر)

اور مشرق سے مغرب تک، جنوب سے شمال تک، تمام اولیاء الہی نے آپ کا وہ قول مبارک سنا۔ اس کے اعتراف میں رطب اللسان (تر زبان) ہوئے۔ ہر تسلیم خم کیا اور کسی نے اس راہ سے سر موٹا ورنہ کیا۔

لہذا ماننا پڑے گا کہ تمام اولیائے کرام بالخصوص سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع کی تصدیق و تائید میں عقیدہ کو حاصل ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء اللہ سے بالیقین افضل و اعلیٰ ہیں۔

**فائدہ ۴:** اس مقولہ کی سند کے بیان میں حضور سلطان الہند سے اور کتاب "اجواب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" سے

یہ کتاب حضرت عبدالقادر بن محمد الدین اربلی نے اپنے شیخ و مرشد برحق السید عبدالقادر غریب اللہ بن السید عبدالجلیل الحسنی العسینی کے حکم سے شہداء احمد آباد میں لکھی اور اس کے گیارہویں باب کا عنوان باندھا کہ اس باب میں مذکور ہے اس بات کا کہ حضور خواجہ معین الحق والدین نے حضرت غوث اعظم سے فرمایا: پھر اس میں لکھا کہ قدوة المشائخ



و قطب المذاہق امیر محمد الحسنی نے اپنی کتاب لطائف الغرائب عن لسان قطب العالم نصیر الدین محمود نور مجتہد الودود میں ذکر کیا کہ جب حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاذن الہی یہ قول اپنی زبان سے ادا کیا کہ قدھی ہذہ علی رقبۃ کئی دلی اللہ تو تمام اویہائے گرام نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں (اور قدم پاک اپنی گردن پر کیا) حضرت خواجہ معین الحق والدین اس وقت جوان تھے اور خراسان کے کسی بہادر کے غلام میں مجاہدہ دریا ضمت میں مشغول۔

لیکن آپ اس امر الہی پر عجیب ہی مطلع ہوئے تمام اویہائے اللہ پر سر جھکانے میں فرماتے ہوئے آپ نے اپنا سر مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا "بلی علی راسی" میری گردن پر بلکہ آپ کا قدم پاک میرے سر پر۔

دھر اللہ تعالیٰ نے یہ حال حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کشف فرمایا اور آپ نے حضور سیدنا سلطان الہند کے حق میں، اولیاء اللہ کے بھرے مجمع میں اعلان فرمایا کہ غیاث الدین کے نور نظر (معین الدین) نے اللہ تعالیٰ کے دوست داروں اور محبوبوں پر اپنی گردن جھکانے میں سہقت فرمائی لہذا ان کے اس تواضع اور حسن ادب کی بدولت، انہیں محبوب خاص بنایا وہ اللہ و رسول کے پیارے ہیں اور عنقریب مملکت ہندوستان میں نصرت کی باگ ڈور انہیں سونپ دی جائے گی۔

چنانچہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسا فرمایا تھا وہی وقوع میں آیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد جمال الدین سروردی نے "سیر العارفین" میں فرمایا کہ حضرت معین الحق والدین جیسی، اور حضور نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی ملاقات ایک پہاڑ پر ہوئی تو حضرت خواجہ خواجگانے آپ کی ہم نشینی و صحبت گزینی میں ۵۰ روز و شب گزارے اور اس جناب پاک کی بارگاہ سے ہر نوع کے فیوض و برکات طاعت قلبی اور کمال حاصل کیے۔ اس سید آدم نقشبندی نے نکات الاسرار میں فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مجلس مبارک میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کا ذکر پھیرا کہ قدھی ہذہ علی راسی

کئی دلی اللہ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس زمانہ میں ہوتا تو ان کا قدم اپنی گردن پر اپنی گردن پر لیتا۔ اور آج بھی میں بروہہ فخر و افتخار کہتا ہوں کہ ان کا قدم پاک میری آنکھوں کی پتلیوں پر۔ اس لیے کہ محی الدین (سلطان الہند) ان کے پاس ہیں جنہوں نے ان کا قدم پاک اپنی گردن پر کیا تو میرا منصب یہ ہے کہ میں وہ مبارک قدم اپنی آنکھوں کی پتلیوں پر لوں۔

حضرت شیخ نور اللہ نے جو حضرت فقیرناشخ حسن نقطی کی اولاد میں ہیں لطائف عجیبہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الواصلین معین الحق والدین حسنی نے حضور غوث اعظم سے ولایت عراق کی استدعا کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عراق تو ہم شہاب الدین مسعود ہمدانی کو دے چکے تھیں ولایت ہمدان رحمت فرماتے ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ انتہی۔

خاندان صابری جیسی کے ارجمندوں میں سے ایک ارجمند نے اسی قول مبارک کے اس کے دوران ایک روز فقیر سے کہا کہ اس استیجاب و کئی احاطہ کی بنیاد پر، اس کئی کے وہی معنی مراد لینا بہتر ہیں کہ تمام افراد طریقیہ کو شامل ہوں۔ یعنی تمام اولیاء اللہ، خواہ وہ رحلت فرما چکے یا آپ کے جمعہ تھے یا آپ کے بعد ظہور فرمائیں گے اس کے زمرہ میں شامل ہیں۔ ماسوا ان حضرات کے جو (بالاجماع) مستثنیٰ ہیں۔ یعنی ان یقین سے تمام انبیاء علیہم السلام مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ دوبارہ تشریف لائے ہوں گے اور یہ تمام حضرات بالاتفاق تمام مخلوق پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ قرار دینے جائیں صحابہ و اہل بیت و ائمہ کرام (وہ اس کے عموم میں داخل ہیں اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور) یہ ایسا ہی ہے جیسے لاٹے بیٹے کا قدم، اپنے چاہنے والے اباب پر اور آپ کے ہم عصر بلکہ تمام متاخرین اویہا اللہ کے اوپر، آپ کا قدم مبارک ایسے ہے جیسے باپ کا قدم بیٹے پر۔

یعنی پہلی صورت میں قدم پاک کو یوں تصور کرے جیسے کوئی شفیق باپ، کمال شفقت سے اپنے سعادت مند اور نیک بخت بیٹے کو اپنے کاندھے پر



بٹھائے، کہ اس صورت میں باب پر بیٹے کی فضیلت کا خیال بھی نہیں آتا چنانچہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا تاکہ (خانہ کعبہ کے اندر موجود) بتوں کو توڑ پھوڑ دیں اور امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے دوش مبارک پر بار بار اٹھایا اور یہ روایات ہماری اس تاویل کے بالکل مطابق ہیں۔

اور دوسری صورت میں یہ خیال کرے کہ جیسے کوئی شخص درجات کی رفعت اور مراتب کی سر بلندی و مرتبت کے باعث اپنے والد کا قدم اپنے سر پر رکھ لے تاکہ اس کی تعظیم و تکریم بجالائے اور اس صورت میں شبہ باب کی بیٹے پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہی یہاں ہمارا مقصود ہے۔ اور اس تاویل کے بعد اس قول کو اپنے عموم پر باقی رکھنے میں کوئی قیاحت نہیں۔ انتہی قول عزیز۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے مگر نہ اس کی حاجت ہے اور نہ وہ قول مبارک کسی تاویل و تفسیر و تبدیل کا محتاج۔ اس لیے کہ قول مبارک "سیدنا محمد بن عبد اللہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" میں لفظ ولی اللہ ہی تمام اولیاء اللہ کے استیعاب اور احاطہ کے لیے کافی و کافی ہے۔ اس لیے کہ تمام پیغمبروں پر جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں، انبیاء و مرسلین کا اطلاق کیا جاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو صحابہ کہا جاتا ہے۔ اہل بیت عظام، اہل بیت کے نام سے مشہور ہیں اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر لفظ امام کا استعمال مشہور و مروج ہے۔ لہذا کلمہ ولی اللہ کا اطلاق ان تمام حضرات کے علاوہ اللہ کے دوسرے برگزیدہ بندوں پر ہوتا ہے۔ نفحات الانس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عام مسلمانوں نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو ان پر ہر اعتبار سے فضیلت و فوقیت رکھتے تھے، سوائے صحابہ و صحبت یافتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی اور نام نہ دیا (لہذا یہ ایک مخصوص طبقہ ہوا)

اس کے بعد وہ طبقہ ہے جو صحابہ کرام کی صحبت گزینی سے مشرف ہوا اور تابعین

ہوئے مشہور ہوا۔ اور اس طبقہ کے بعد طبقہ اہل اسلام میں پیدا ہوا، اس کا نام پڑا۔ ان سب کے بعد امت کی برگزیدہ ہستیاں، زہادوں، عبادت گزاروں، عوام سے موسوم ہوئیں۔ ان میں بھی جو خصوصیت رکھتے تھے انہیں صوفیائے کرام اور باب صوفی کا نام دیا گیا اور یہ اسی میں منفرد و یکتائے روزگار ہوئے۔ اس لقب کا ان حضرات پر بھی مستندہ کے بعد وقوع میں آیا اور سب سے پہلے جو بزرگ اس نام سے پکائے گئے

اتھے "ابوہاشم"

اس لیے لفظ ولی اللہ سے یہ نام طبقہ خود بخود مستثنیٰ ہو گئے اور کسی تاویل و تبدیل کے محتاج اس قول سے، اپنے سے فاضل ترین اصحاب پر تفضیل لازم نہیں آتی۔

**تنبیہ** بعض ناواقف حضرات محبوب الہی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتاتے ہیں (اور دلیل یہ لاتے ہیں) کہ وہاں

کلمہ کی جانب انساب ہے اور یہ صفات کی جانب۔

**اقول** حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب پاک "روح اللہ" ہے اور سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب اقدس "روح الحق" ہے۔ یہ لوگ یہاں

کہاں کہیں گے؟

جبکہ حق یہ ہے کہ محبوبیت بالذات کا مقام، حضور اقدس سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت پاک ہے۔ دوسروں نے جو مقام اعلیٰ و بالا سے کوئی حصہ پایا وہ حضور اقدس سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی محبوبیت کا عکس و تصویر ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب پاک حبیب اللہ ہے نفس ذات برحق کی جانب مشوب جب اس لقب کریم کا یہ تو ہمارے آقا حضور سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جلوہ گستر ہوا تو اس جناب کا لقب پاک ہوا، محبوب سبحانی اور بعد مرزا اس میں نہاں ہے وہ کسی عادت پر پوشیدہ نہیں۔

پھر حضور محبوب سبحانی کے وصال شریف کے بعد جب حضرت محبوب الہی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز بھی اس بحر رحمت سے فیضیاب و سیراب ہوئے تو آپ کی نسبت صفات اری تعالیٰ کی طرف منظور نہ ہوئی تاکہ حضور سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مساوات



برابری کا احتمال نہ پیدا ہو بلکہ ذات کبریٰ کی طرف انساب کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی مساوات و ہمہتری کا خیال، ہرگز کسی کے دہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اس کی نظیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر اجماعت خطبہ اقیام ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بالائی حصے پر قیام فرما ہوئے حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے حصے پر قیام پسند فرمایا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے حصے پر قیام پذیر رہے لیکن جب زمانہ آیا حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تو آپ نے بالائی حصے پر قیام کیا۔ حاضرین نے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تیسرے درجے سے نیچے کوئی اور درجہ تھا نہیں۔ اگر میں تیسرے حصے پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظم سے برابری کا وہم گزرتا، اور دوسرے درجے پر صدیق اکبر سے۔ اور اب کہ میں سب سے بلند و بالا درجے پر ہوں کوئی شخص سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔ علاوہ بریں چونکہ صوفیائے کرام کے نزدیک صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں تو نسبت ذات کی طرف ہونا خواہ صفات کی جانب، ماحصل ایک ہی ہے۔

بالجملہ اس قسم کی معلومات کے سہارے حضرت محبوب الہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلی فضیلت دینا، جمل عجیب ہے اس لیے کہ حضور اولیائے قدس استوار رحم کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم تمام اولیاء اللہ پر فضیلت تامہ رکھتے ہیں۔

تو اولیائے کرام کے ایسے اجماع کو ایسی خام خیالیوں سے نہیں توڑا جاسکتا جیسا کہ ان القاب عالیہ کی بدولت ان محبوبانِ بارگاہ الہی کو، صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہیں دی جاسکتی کہ ان کے لیے تو یہ القاب کہیں منقول نہیں۔ نہ ذات باری تعالیٰ کی جانب منسوب اور نہ صفات کی طرف منتسب۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

## دوسرا حصہ (نمایش)

### عقائد اہل سنت و جماعت کا اجمالی بیان

میرے عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں صلح بنائے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ عقیدہ کی درستگی، اصل کار ہے۔ اسی پر تمام اعمال صالحہ کا دار و مدار اور عقائد کا فساد ایک گڑبگڑ کا باعث ہے۔ حیار کا موجب اور دخولِ نارِ جہنم میں داخلہ کا باعث ہے۔ والیاء اللہ العزیز الغفار فاسد عقیدہ: روئے زمین پر خواہ گناہی عبادت گزار تبارک الدنیا، شمار کیا جاتے منزل کا سراغ نہیں پاسکتا۔ اسے یوں سمجھو کہ کعبہ معظمہ کا قصد و ارادہ رکھنے والا جب شہرِ شہادت پر رکھ کر گئے قدم بڑھائے گا تو جتنا دھڑے گا اتنا ہی خانہ کعبہ سے دور ہوگا۔ اس لیے یہ بات لازم ہے کہ اولاً اپنے تمام عقائد مذہبِ منسوب اہل سنت و جماعت عظیم اللہ تعالیٰ (اللہ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے) کے مطابق درست کر کے ایسا شہر بنائے جائے کہ اس کا سنی ہونا (اپنوں اور غیروں میں) مسلم ہو اس کے بعد اصلاح باطن (تذکیۃ نفس) کی جانب متوجہ ہو کر اس راہ میں قدم رکھے۔ اس لیے کہ معرفت الہی عقائدِ اہل سنت کے اختیار کیے بغیر ناممکن ہے۔

اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس باب میں ایک جامع و نافع مختصر رسالہ ترتیب دیا ہے جس کا نام ہے۔

الْحَسْلُ الْمُصْطَفَى فِي عَقَائِدِ اَهْلِ بَابِ سُنَّةِ الْمُصْطَفَى

ہم اس مقام پر نوید اول کے عنوان سے مکمل الایمان مصنفہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ سے منتخب چند امور بیان کرتے۔ دوسرے اہم امور نور کے عنوان سے بیان کریں گے تاکہ یہ کتاب اس اہم الغرض کے بیان سے خالی نہ رہے۔  
نور  
در حقائق الاشیاء ثلاث ہیں عالم حادث ہے اور قابل فنا۔



ساری کائنات کا پیدا کرنے والا قدیم واجب الوجود ہے (یعنی ازلی ابدی ہے) ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال) وہ ایک ہے اور وحی (یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے دست قدرت میں ہے) حیات قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، ارادہ، اس کے صفات ذاتیہ ہیں۔ اور اس کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات بھی قدیم (ازلی ابدی) ہیں۔

کسی حادث کے لیے اس کی ذات قوام نہیں۔ نہ وہ جسم ہے اور نہ جوہر۔ نہ وہ موصوفہ ہے (نہ اس کی کوئی تشبیہ و تصویر اور شکل و صورت) اور نہ مرکب نہ معدود ہے کہ گنتی شمار میں آسکے اور نہ محدود ہے کہ کسی حد میں سما سکے نہ اس کے لیے مکان ہے اور نہ زمان۔ نہ اس کا کوئی مثال ہے نہ مشابہ، نہ کوئی مقابل ہے اور نہ کوئی ہم سر نہ کوئی اس کا معین و مشیر ہے اور نہ کوئی معاون و وزیر اور نہ وہ کسی سے متحدہ (مکرہ اور یہ دونوں ایک ہو گئے) وہ تمام صفات کمال کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و نقص ہو یا وہ زوال پذیر ہو منزہ اور پاک ہے۔ اس کا دیدار، آخرت میں ہر صاحب ایمان اسی مسلمان اس کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے (ذوات ہوں خواہ افعال) اور وہی ساری کائنات کا تدبیر فرمانے والا۔ اس پر کچھ واجب نہیں (نہ ثواب و عذاب، نہ بندوں کے ساتھ لطف یا اس کے ساتھ وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو) اس کے سوا کوئی حاکم نہیں (مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے) اور اس کے کسی فعل کے لیے کوئی موعظ نہیں۔

حسن ہر وہ شے ہے جسے شریعت اچھا بتائے اور قبیح ہر وہ امر ہے جس کو شریعت قبیح و برائے بتائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے۔ ان کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں ان میں جبریل و میکائیل اور عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام ہیں (جو سب فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں)۔ ان میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے اور وہی کرتے ہیں جو حکم الہی ہے۔ خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

جنت سے میوؤں پر اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابیں اتاریں۔ ان میں چار کتابیں بہت ہیں۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن عظیم۔

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء تو قیفیہ ہیں (مرد و شرع پر موقوف) اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے۔ لہذا کفر و معصیت بھی اسی کے ارادہ و تقدیر سے ہے۔ البتہ یہ بندوں سے کفر پر وہ راضی نہیں (تو کفر و معصیت کی تقدیر اور چیز ہے اور اس پر وہی ہونا چیز دیگر)

جس کو چاہے راہ راست پر لائے اور جسے چاہے راہ راست سے الگ کر دے اور فاسق و فاجر کے لیے قبر میں عذاب اور اہل طاعت کے لیے نعمت و ثواب، وہی خوب جانتا ہے اور اس چیز کو بھی جس کا وہ ارادہ فرماتے ہیں سے۔ (اور دلائل سے ثابت)

یوں ہی منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا حق ہے۔ وزن اعمال حق ہے۔ حساب کتاب حق ہے (حشر میں اعمال سے متعلق سوال حق ہے جو حق حق ہے۔ پل صراط حق ہے۔ شفاعت حق ہے۔ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علامات قیامت اور احوال آخرت کے بارے میں جو کچھ فرمایا حق ہے۔

قبض روح یعنی جان کنی کے وقت کا ایمان مقبول نہیں (اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب ہے اور اب غیب نہ رہا بلکہ یہ چیزیں مشاہدہ میں آگئیں)

گناہ کبیرہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا (تو مرکب کبیرہ مسلمان ہے اور مسلمانوں میں جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اگرچہ بلا توبہ دنیا سے گزر جائیں۔ خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہ بخشے گا باقی سب گناہ اس کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے لہذا مرکب کی توبہ مسلمان بھی آخر کار جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ عزوجل اپنے فضل سے اس کی مغفرت فرمادے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد دیا اپنے



کیے کہ اگر آپ کو اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا اور اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہ صغیر کی مواخذہ فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انہیں میں سے کچھ برگزیدہ ہستیوں پر نبی و رسول بنا کر بندوں کی طرف بھیجا وہ عرضِ خبریاں سناتے اور عذابِ الہی سے ڈراتے تشریف لائے اور دنیا و آخرت کے ان تمام امور کو وضاحت سے بیان کیا جس کی جانب بندوں کو احتیاج ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام ان میں سب سے پہلے نبی ہیں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بار کی کوئی تعداد مقرر کرنا کہ نہ اس سے کم ہیں نہ زیادہ اجازت نہیں، ہاں یہ عقیدہ لگنا چاہیے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے وہ تمام احکام بندوں تک پہنچا دیئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نازل فرمائے۔ ان میں ہر نبی صادق و راست بانہ ہے۔ گناہ کو بلکہ اپنے قصد و ارادہ سے گناہ صغیر سے بھی معصوم اور عصمت انبیاء کے یہ معنی کہ ان کے لیے حفظِ الہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرفاً لایا ہے نیز یہ کہ کسی نبی کی نبوت نہ اس سے سلب کی گئی نہ وہ اس منصب سے محال ہوئے۔

انبیاء میں سب سے افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی بعثت تمام مخلوق (الانسان و جن بلکہ ملائکہ حیوانات جمادات) سب کی تلواریں آپ کی شریعت تمام سابقہ شریعتوں سے کامل تر ہیں اور آپ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ کی اُمت (آپ کے طفیل اُبھلی تمام اُمتوں سے زیادہ بڑی و فضیلت والی)۔

آپ کے خصائص سے ہے اسعراج شریف کہ حضور حالتِ بیداری میں مسجد حرام سے ابراہیمؑ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور گہمی و عرش تک بلکہ

الاسعراج عرش ابراہیم تک اللہ تعالیٰ نے چار ارات کے ایک خفیف حصہ میں محکمِ اشرف لے گئے اور تمام ملکوت السموات والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا اور یہ سب کچھ حق و ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب اربعہ یعنی خلفاء راشدین تمام امتوں سے زیادہ فضل و کرامت والے ہیں اور ان کی خلافت برتریت و فضیلت ہے یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پانگیا۔ نہ کہ فضیلت برتریت خلافت اور فضیلت سے مراد ہے کثرتِ ثواب یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و حرمت والا ہونا۔

خلفائے راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ ہیں یعنی وہ دس صحابہ جنہیں جیتے جی جنت کی بشارت دی گئی۔ ان میں خلفائے اربعہ یعنی صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی و مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، سعید بن زید، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اچھیں۔

ان کے بعد مرتبہ ہے اصحاب بدر کا۔ پھر اصحاب احد کا اور پھر بیعت رضوان کا حصہ پانے والوں کا حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراءؑ بھی قطعی ہیں اور حسینؑ کی عین حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسینؑ تمام جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اچھیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امتناج نبوت پر خلافتِ حقہ راشد تیس سال رہی۔ اس کے بعد بادشاہی و امارت آگئی۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل و نیکو کار اُن کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے (ان میں اہل اجتہاد بھی تھے مثلاً امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا وہمہ سے خلافت اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا



کہ موتی علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (انبیائے کرام)  
انعام مخلوق یہاں تک کہ اگر کسی ملائکہ سے افضل ہیں اور رسول ملائکہ عامۃ البشر پر  
فضیلت رکھتے ہیں۔

اویسائے کرام کی کلمات حق ہیں اور ولی کہتے ہیں بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے  
برابر نہیں ہو سکتا۔

(احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا) اور  
اور نہ بندہ کو یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے کہ اس سے شریعت کے امر و نہی، ساقط ہو جائیں  
البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہو گئی ہو جیسے عشی والہ۔ تو اس سے قلم شریعت  
اٹھ جانے کا۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو اس قسم کا ہوگا وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ  
کرے گا۔

شریعت مظلوم کے نصوص (یعنی وہ احکام جو نص سے ثابت ہیں) اپنے ظاہری ثبوت  
معنی پر محمول ہوں گے۔ انہیں چھوڑ کر معنی باطنی کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ فرقہ باطنیہ مدعی ہے۔  
الحاد و زندقہ ہے (اور کھلی گمراہی) زندوں کی دعاؤں اور ان کے صدقہ و خیرات سے،  
مسلمان مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی کا نام ایصالِ ثواب ہے۔

یاور کھنا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ دعاؤں کو قبول، اور حاجتوں کو پورا  
فرمانے والا ہے۔ اور یہ کہ نماز ہر نیک و بد کے پیچھے جائز ہے (اگرچہ فاسق و معلن کی اقتداء  
گناہ اور نماز مکروہ ظہری کی اعادہ واجب ہے) یوں ہی وضو و غسل کرنے والے کی نماز  
اُس مسلمان کی اقتداء میں درست ہے جو موزوں پر مسح کیے ہوئے ہو۔ سفر میں ہو یا  
حضر میں (مقیم ہو خواہ مسافر)

کسی گناہ کو کبیرہ ہو خواہ صغیر، حلال جانا اور اُسے حقیر و بدکا کفر ہے۔ یونہی  
شریعت کا مذاق اڑانا، یا اس کی اہانت کرنا بھی کفر ہے۔ اور دل لگی میں کلمات کفر  
ادا کرنا، بخوبی کی غیبی خبروں کی تصدیق کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا اور  
عذابِ الہی سے مایوس رہنا بھی کفر ہے۔ ایمان خوف و رجاء کے مابین ہے اور یہ بھی

ہم میں کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے  
ہم شیعوں کا اعتقاد ہے کہ علم غیب بالا استقلال یعنی ذاتی،  
**نور ۲** اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک سے خاص ہے (کہ اسکی کوئی صفت

کی کمال عطائی معنی کسی کا دیا ہوا نہیں) اور انبیاء کرام و اولیائے عظام کو جو غیب  
کا اطلاع ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی عطائے اس کے دیئے  
ہے) نیز ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر اپیت سے پست، آوار کو مستأ۔ اور ہر باریک  
باریک چیز کو (کہ خورد بین سے محسوس نہ ہو) دیکھتا ہے۔ مگر اُس کا سننا دیکھنا (کان  
و البصر) وہ امور سے نہیں (کہ یہ سب اجسام ہیں اور اجسام سے وہ پاک)

ہم شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں، انبیائے کرام کے سوا کوئی  
**نور ۳** اور کوئی معصوم نہیں۔ اگرچہ وہ اولیاء اللہ ہوں اگرچہ مرتبہ طہیبت  
درجہ غوثیت پر فائز ہوں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم  
یاں یہ حضرات عالی درجات اور باقی ائمہ کرام لفظ "محفوظ" سے موسوم ہیں کہ اللہ عز و جل  
انہیں محفوظ رکھتا ہے۔

اور عصمت انبیاء کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ان کے لیے حفظ الہی کا وعدہ ہو لیا۔  
اور وعدہ الہی کا خلاف ہرگز معقول نہیں۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اسی وعدہ  
حفاظت

الہی کے سبب ان سے کسی گناہ کا صدور شرعاً محال ہے (حتیٰ کہ قصد و ارادہ سے صفات کا  
صدور بھی) گناہ ان کے سر پر نہ ناموس و عزت کے گرد نہیں چٹکتا۔ اور بنی آدم میں یہ  
عصمت خاصہ ہے حضرات انبیاء نے کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا۔ جو شخص ذریعہ بشر میں  
انبیاء کی سی عصمت اور معصومیت کسی اور کے لیے ثابت مانے وہ گمراہ و بد دین ہے۔  
نبی نے غیب و شہادت کی جو خبریں دیں، وہ اسی طرح

**نور ۴** سورت یقین ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبریں۔ ان  
سب کی تصدیق ہی دین و ایمان کا حاصل ہے جو ان کی بنائی ہوئی کسی خبر کو نہ مانے



وہ کافر ہے۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت نبی سے ثابت و ضروری ہو۔ البتہ دلی اللہ کی خبر کا یہ مقام نہیں۔ اور انکار اس کا بھی جبکہ ثبوت صحیح ہو اور بر قابل ہے لیکن کفر و ارتداد نہیں۔ ایک فرق ان دونوں کے خبروں میں یہ بھی ہے کہ نبی کی خبر قطعاً حق ہے اور کسی قسم کی کوتاہی و خطا کا اس میں احتمال نہیں۔ برخلاف خبر دلی کے کہ وہ معصوم نہیں۔

**نورہ :-** ہر وہ امر جو سالک کو خواب میں یا بطور کشف و الہام یا واقعہ و مراقبہ میں معلوم ہو لازم ہے کہ اسے کتاب و سنت پر پیش کریں۔ اگر مطابق پائیں، اس پر یقین لائیں ورنہ اس سے اعراض کریں۔ اس کی جانب کوئی توجہ نہ دیں اور پرانگندہ خواب یا شیطان و وسوسے سمجھیں۔

**نورہ :-** کسی بھی شخص پر نام لے کر ہرگز لعنت نہ کریں۔ اگرچہ وہ مشرک ہو یا ایمان پر، اگر موت آجانے کے بعد وہ عند اللہ مستحق لعنت ہے اور تم نے اس پر لعنت کی تو (حق بہ عقدار رسید خیر ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تیری لعنت خود تجھ پر پلٹے گی۔ ہم نے مانا کہ کافر و مشرک پر لعنت کرنا مباح ہے (نہ عذاب کی باعث نہ ثواب کی موجب) لیکن سوال تو اس کی موت کا ہے۔ یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ کفر و مشرک ہی پر ہوا۔ لہذا اس پر لعنت روا۔ وحی منقطع ہو چکی اور یقینی علم کا کوئی اور ذریعہ باقی نہ رہا۔ آج تجھے کیسے معلوم ہوا کہ فلاں شخص کہ مرا کفر و مشرک پر مرا۔ یہی کہا جائے گا کہ تم نے یہ بات اپنے جی سے جوڑی اور کہہ دی۔ تو ایسی باتوں کا کیسا اعتبار (نہ عند الناس معتبر نہ عند المشرع مقبول)

تو کہتا یہ ہے کہ نامزد کر کے کسی پر لعنت کرنا سخت ممنوع ہے۔ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے بارے میں یہ بات صاف و آشکار فرمادیا۔ کہ ان کا خاتمہ کفر و مشرک پر ہوا۔ جیسے ابلیس، ابولہب، افرعون، ہامان اور ان جیسے دوسرے کفار و مشرکین۔ ان پر نامزد کر کے لعنت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لعنت اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

جانتا چاہیے کہ لعنت کے معنی یہ ہیں کہ خدا یا فلاں کو اپنی رحمت سے دور کر دے اسے غصہ بے بہرہ بنا کر اس کا تیری رحمت میں، برور قیامت کوئی حصہ نہ رہے۔" وہاں یہ معنی رحمت الہی سے دوری و محرومی، مشرکین و کفار ہی کے لیے ہے۔ تو ایسی صورت میں کہ اس کے خاتمہ کا ہمیں علم نہیں کہ وہ کافر یا مسلمان، اس پر لعنت کی جرات کسی طرح کی جاسکتی ہے۔

**نورہ :-** ارکان اسلام سے خود کو بناؤ سنوارو۔ یعنی نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ بجالاؤ اور عقائد اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہو کہ اس اُمت کے تشریف فرسوں میں سے صرف ایک ہی فرقہ ناجی (نجات پالنے والا) ہے اور باقی سب ناری جہنمی۔

امام اعظم ابوحنیفہ کوئی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے دیربانت کیا کہ اہلسنت و جماعت کی شناخت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم شیخین ابو بکر صدیق و عمر فاروق اعظم کو دوسروں سے افضل جانو۔ اور غننین (حضور کے دونوں خویش حضرت عثمان غنی مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرو اور موزوں پر صبح جائز مانو۔ یعنی غننین کی فضیلت شیخین کی فضیلت سے کمتر ہے کسی نقصان و فتور کے بغیر اور شیخین سے محبت، غننین سے محبت کے برابر ہے کسی تفاد و قصور کے بغیر۔

ہمارے جد امجد حضرت حضرت سیدنا السید عبدالواحد قدس سرہ نے سبع سنابل میں ہی بیان فرمایا ہے

**نورہ :-** اتنی بات پر تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل نبوت بھی مشرک و کفر اور کذب و خیانت اور غیر مباحات ذمیرہ جو خلق کے لیے باعث نفرت اور وجاہت و موت کے خلاف ہیں معصوم ہیں۔ اور بعد نبوت کا شر سے بھی معصوم ہیں اور تہمد صفا شر سے بھی اگر تصد صغیر بھی نہیں کرتے اور حق یہ ہے کہ تہمد صفا شر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں (بیز احکام تبلیغیہ میں بھی سو و نسیان سے معصوم ہیں صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین۔



کوئی دلی نہ ہرگز کسی نبی کے مرتبہ تک پہنچا اور نہ ہرگز پہنچ سکتا  
**نور ۹** ہے نہ زہار زہار پہنچ سکے گا۔ اگرچہ وہ قطب الاقطاب یا غوث

یا صدیق ہو۔

یونہی کوئی مکلف کو عاقل بالغ ہو موت ورنش آنے سے پہلے تکلیفات (احکام)  
 شرعیہ سے سبکدوش اور آزاد نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ دلی بلکہ نبی و مرسل ہو۔

قرآن کریم کی آیہ کریمہ داعبد ربك حتى ياتيك اليقين اور مرتے دم تک  
 اپنے رب کی عبادت میں رہو اسی مضمون سے آگاہ کر رہی ہے اس لیے کہ علامتے دین نے  
 یہاں یقین سے معنی موت ہی مراد لیے ہیں اس لیے کہ موت آجانے کے بعد ہی وہ یقین  
 حاصل ہوتا ہے جو آزادی و سبکدوشی کا موجب ہے اور تکلیفات شرعیہ سے انسان سے  
 ساقط فرماتا ہے۔

صوفیائے کرام بھی عقائد کے بارے میں علامتے ظاہر کا خلاف نہیں کرتے بلکہ ان  
 کے نزدیک بھی تصوف کی شرط اول یہ ہے کہ آدمی تمام غفائے اہلسنت کا معتقد ہو۔

ہاں وہ بات جو بعض صوفی ناجابل کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مقام یقین، اولیاء اللہ کو  
 زندگی میں بھی حاصل ہو جاتا ہے اور انہیں احکام شریعت کی پابندی سے سبکدوش کر دیتا  
 ہے۔ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے اور محض عدم واقفیت و جہالت گمراہی و خود بینی اور  
 خود نمائی و خود رانی اس کا نشا۔

لہذا جو لوگ سلف صالحین کے اقوال کو چھوڑ کر شیطان کے مشوروں پر عمل کرتے  
 زندگی بچتے اور روزہ نماز وغیرہ ارکان اسلام سے خود کو مستغنی و بے نیاز سمجھتے ہیں وہ  
 گمراہی و بے دینی کے جال کا شکار ہیں۔

مسلمان کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام مخلوق خدا سے بزرگ  
 بالا اور ملائکہ خواہ جن و انسان سب سے افضل و اکمل، اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اپنے اس عظیم ترین  
 مرتبے اور فضیلت و کرامت کے باوجود اس دنیاوی زندگی میں تکالیف شرعیہ سے سبکدوشی  
 کے خواست گار نہ ہوئے۔ تو دوسروں کو جو وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو ایک ذرہ کو

الاب سے ہے، یہ لاف و کراف اور جی بھارنا، ڈینگیں مارنا کسی طرح روا ہو سکتا ہے  
 انہیں عقل و شعور بخشا اور یہ تکالیف شرعیہ سے آزاد ہو کر، جنون و لای عقل بن گئے ہیں۔  
 جنہیں شیطان کے شر سے اور اس کے دوسوں سے اپنی پناہ میں رکھ رہا تھا۔

## نور ۱۰

تمام فرشتے خواہ وہ ساوی (آسمانی) ہوں جیسے جبریل و میکائیل و اسرافیل و  
 عزرائیل، اور حاملین عرش اور ملائکہ مقررین و اسماعیل کہ آسمان دنیا  
 کے درمیان اور دوسرے فرشتے کہ ان کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (الا ان یشاء اللہ)  
 انہیں زمین (زمینی) ہوں جیسے کونا کاتین اور محافظ فرشتے کہ انسان کی جان اور بلاؤں سے  
 حفاظت پر مامورین اللہ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔  
 وَلَهُمْ مَعْقِبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِمْ يُحَفِّظُونَهُمْ اِنَّ اَمْرًا لِلّٰهِ  
 آدَمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے حکم خدا اس کی حفاظت  
 کرتے ہیں)

یہ سب کے سب ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہیں ان سے گناہوں کا صدور محال خود  
 ان کی گواہی ہے کہ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ  
 جو اللہ کا حکم نہیں مانتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں)

اور ہاروت و ماروت کی جو حکایتیں عوام میں زبان زد اور بعض تفاسیر میں بھی مذکور ہیں  
 انے محققین کے نزدیک وہ سب بے اصل روایتیں ہیں چنانچہ امام قاضی عیاض کی شفا  
 حلیف اور اس کی شرح سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت جدِ اعلیٰ سید شاہ حمزہ  
 دہلوی سرہ العرین کی بیاض "فصل الکلمات" میں بجز ان تفسیر نہ ہی جو یہ قول منقول ہے کہ ملائکہ  
 کی دو قسمیں ہیں، نوری و ناری ان میں سے قسم اول یعنی ملائکہ نوری آگاہ و نافرمانی سے معصوم  
 ہیں اور قسم دوم یعنی ناری ملائکہ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔ الخ یہ قول اس اصطلاح  
 پر مبنی ہے کہ کچھ لوگوں نے قوم جن کو بھی ملائکہ فرمایا ہے۔

اور اسی اصطلاح پر مجمل ہے وہ قول جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما



سے منقول ہے کہ ابلیس گزرو ملائکہ میں تھا احوال ملائکہ وہ گزرو ملائکہ سے ہرگز نہ تھا ہاں کثرت عبادت و بندگی بدلت گزرو ملائکہ میں اس کا شمار ہوتا تھا اس باب میں قرآن کریم کی نص قطعی موجود ہے کہ **كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ** (ابلیس قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا)

**نور ۱۱ :-** محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ آپ کے بعد ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بعد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام یہی قول مشہور ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام ان حضرات کو مرسلین اور الوعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین انس و جن و ملک و جمیع مخلوقات الہی سے افضل ہیں (پھر تمام ہی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جملہ ملائکہ سے افضل ہیں یہی مذہب ہے جمہور علمائے اہل سنت و جماعت کا اور یہی مذہب معتبر ہے۔

اور افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ثواب و کرامت اور قرب الہی میں دوسرے سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ شرح مقاصد وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے۔ پھر رسل ملائکہ افضل میں اولیائے نبی آدم سے اور اولیائے نبی آدم افضل میں ہیں عام ملائکہ سے۔

اور آداب المرشدین میں ہے کہ تمام صوفیائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسل نبی آدم افضل ہیں تمام ملائکہ سے۔ البتہ اس میں قدرے اختلاف ہے کہ عام ملائکہ عامۃ المسلمین سے افضل ہیں یا نہیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ہاں یہ بات یقینی ہے کہ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر ہیں۔ پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی ترتیب و افضلیت پر ان کی خلافت واقع ہے۔ (کما تقدم)

**نور ۱۲ :-** اہل جنت کی عورتوں میں حضرت فاطمہ الزہراء حضرت خدیجہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت مریم وآسیہ میں رضی اللہ تعالیٰ

اور قسطلانی میں ہے کہ شیخ فقی الدین کے نزدیک حضرت فاطمہ افضل ہیں پھر خدیجہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

جبکہ ایک جماعت کا قول ہے کہ حضرت عائشہ سب سے افضل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں فرمایا گیا کہ عائشہ کو تمام عورتوں سے ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جس نے رب کو دوسرے کھانوں پر۔

اور ایک جماعت نے حضرت خدیجہ کو افضل بتایا کہ بیسیوں میں پہلی ہیں جو حضور کے دو ایمان لائیں۔

اور ایک جماعت حضرت مریم کی فضیلت کی قائل ہیں۔ اور ان کی دلیل ہے وہ آیہ **ذِكْرُ فَاطِمَةَ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ** لکھے نام جہاں کی عورتوں پر فضیلت دی لیکن یہ ہے کہ ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں۔ لہذا اسلامی کی راہ یہی ہے کہ ان سب کو باقی دوسری عورتوں پر فضیلت دی جائے لیکن خود ان میں باہمی تفصیل کے قول سے اجتناب برتا جائے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خلفائے راشدین میں باہمی افضلیت برترتیب

**نور ۱۳ :-** خلافت ہے اگر ان میں ملک واری و ملک گیری میں جسے جتنا حق تھا وہی خلیفہ بنتا گیا اور افضل قرار پایا یہ محض غلط ہے۔ بلکہ (جیسا کہ ہم نے پہلے بات کیا) خلافت برترتیب افضلیت ہے اور اسی ترتیب افضلیت پر اس کی خلافت اگر ان میں آئی یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا۔ اور دلیل اس قول پر یہ امر ہے کہ ان میں باہمی افضلیت اسی ترتیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں محقق و معروف ہو چکی تھی۔ حالانکہ آپ کے عہد مبارک میں ان میں سے کوئی خلیفہ نہ تھا۔ چنانچہ وفات اقدس کے بعد جب اسی ترتیب افضلیت آپ کی خلافتیں وقوع میں آئیں تو یہ بات خود بخود روشن ہو گئی کہ خلافت برترتیب واقع ہوئی نہ کہ افضلیت برترتیب خلافت۔

اس بات کو خوب ذہن نشین کریں۔ مولائے کریم ہمیں بد اعمالیوں اور بد عقیدگیوں سے بچائے۔ آمین۔



دین کا مذاق نہ اڑائیں کہ کفر ہے۔ یوں ہی احکام شریعت کہ بہ  
**تورہ ۱۲** نظر حقارت دیکھنا بھی کفر ہے۔ جیسا کہ آجکل بے قید آزاد روشوں  
 سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ داڑھی اور عمامہ پر پھبتیاں کتے ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء اعمالنا۔  
 ہمارے اس دور میں ۱۲۲۹ھ کے آغاز سے ایک گمراہ ترین  
**تورہ ۱۵** فرقہ جس کا آغاز بدعت اور مابین المسلمین رخنہ ڈالنا اور انجناک  
 الاما دوز عقدہ ہے، ہندوستان میں نمود پانچکلی ہے۔ اسی فرقہ کو اہل عرب بلکہ تمام بھی  
 وہابی کہتے ہیں۔ یہ فرقہ عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ جو عرب شریف میں پیدا ہوا  
 اس گمراہ فرقے ہرگز ہرگز غلط غلط کو رد نہ رکھیں۔ اس ننگ روز کار طائفہ نابکار  
 کی شناخت کے لیے یہی ایک کلمہ جو میں کہتا ہوں، کافی ہے کہ یہ فرقہ رافضیوں کا  
 بھی بڑا باپ ہے۔ رافضی اگر صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں تو یہ فرقہ خود  
 جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک، بلکہ بارگاہ الہی میں  
 گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتا ہے۔ اسی لیے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک کی طرف  
 امکان کذب کی نسبت کرتے ہیں۔

(کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ مسلمانوں جناب اللہ ہی کا جھوٹا ہونا ممکن ہوا۔ پھر اس  
 کی کوئی بات کا اعتبار رہا۔ دین ایمان سب ہاتھ سے گیا۔ اب نہ قرآن رہا، نہ قرآن پر  
 یقین بچا۔ وہابیہ کا یہ ادنیٰ کمر شمر ہے کہ ایک ہی لفظ میں تمام دین و ایمان و نبی و قرآن  
 پر پانی پھیر دیا۔ دلائل و قوت الا بالہ تعالیٰ العظیم)

اسی طرح یہ وہابیہ اللہ تعالیٰ کے علم و صدق و غیرہ صفات کو اختیار مانتے ہیں  
 اگرچہ یہ صفات فی الحال اس کے لیے ثابت نہیں۔ وہ چاہے تو ثابت ہو جائیں والیادہ  
 اس گمراہ فرقے کی تمام تر کوششوں کا حاصل وہی ہے جو فرقہ شیخی کا ہے تو کہنا چاہیے  
 کہ ابلیس کی مادر خلافت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کہ جب تک کم سن رہتی، اس نے  
 وہابیت کا نام پایا جب حد بلوغ کو پہنچی اور خوں الاما د نے جوش مارا اور خاوند کفر کا منہ  
 اس نے دیکھا تو فحشیت کے نام سے موسوم ہوئی۔

مسلمان کو ان دونوں ہی گمراہ فرقوں سے دور سے دور تر رہنا چاہیے کہ ماراں سیاہ  
 راہ ہیں (کہ ڈستے اور راہ حق سے ہر گز نہیں)۔  
 مولانا نے ایسے گمراہوں کی صحبت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

خرق عادت ایسی بات کو کہتے ہیں جو معمولات انشاء اور عادات  
**تورہ ۱۶** جاریہ کے برخلاف ظہور میں آئے۔ مثلاً انسان کی عادت جاریہ یہ  
 ہے کہ مثلاً کسی میٹھی یا ریز کے ذریعہ بالائی حصہ پہنچے۔ لیکن اگر کوئی شہدہ خدا اس  
 کی سبب کے بغیر ہی اوپر پہنچ جائے تو کہنا جائے گا کہ اس سے خرق عادت کی چند

معجزہ، ارباض، کرامت، معونیت، استدراج، امانت  
 اس لیے کہ خرق عادت کا ظہور یا کسی مسلمان کے ہاتھوں ہوگا یا کافر کے۔ پہلی صورت  
 یہ صاحب ایمان نبی ہوگا یا ولی، یا عام مومنین سے۔ اگر اس کا صدور نبی سے، زمانہ  
 نبوت میں ہو تو اس کا نام معجزہ ہے اور جو بات خلاف عادت قبل نبوت ظاہر ہو اسے  
 معجزہ نہیں کہتے ہیں۔ اور ولی سے ایسی بات ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ اور عام مومنین  
 سے ظاہر ہو تو اسے معونیت کا نام دیا جاتا ہے۔

اگر خرق عادت کافروں (اور دنیا فاجروں) سے ان کے موافق ظاہر ہو تو اسے  
 استدراج کہتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہو تو امانت ہے۔ چنانچہ میلہ کذاب ملعون اس  
 کے دعویٰ نبوت کیا تھا اس سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے  
 کہ آپ اپنا دست مبارک جس بچے کے سر پر پھیر دیتے ہیں اس کے سر سے مشک کی خوشبو  
 آتی ہے اس نامراد نے بھی ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا۔

یونہی اس ملعون سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا ہاتھ  
 دین اندس کھاری کنویں میں ڈال دیتے ہیں تو پورا کنواں میٹھا ہو جاتا ہے۔ اس مردک نے  
 ایک میٹھے پانی کے کنویں میں تھوک دیا۔ سارا سارا پانی کھاری ہو گیا۔ اس ملعون نے منہ کہ  
 سوزا قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ایک نابینا کی آنکھوں پر پھیرا



تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس نامرد نے بھی ایک ایک چشم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو اس کی دوسری بھی چوہٹ ہو گئی۔ قصہ مختصر یہ اہانت اور دوسرے امور خرق عادت میں امتیاز چندل شکل نہیں کہ جب اس کی مراد کے خلاف اس کا ظہور ہوگا تو آپ ہی کھل جائے گا اگر یہ جھوٹا ہے (یونہی استدراج اور معجزہ میں وجہ امتیاز محتاج بیان نہیں کہ بضرر حال اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کر بیٹھے تو وہ کوئی خرق عادت یا حال عادی اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر کر دے نہیں سکتا اور نہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا) بلکہ اگر وہ تمام جہان کے جادو گردوں کا مانا ہوا استاد ہو تب بھی اس کی جادوگری کے سارے کرشمے باطل و ناپدید ہو جائیں گے۔ اور کوئی کرشمہ جادو کا نہ دکھاسکے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص دعویٰ خدائی کرے تو اس کے تمام شعبہ کے امور کمال ترقی پا سکتے ہیں اور وہ ایسی عجیب و غریب ناشدنی خلاف عادت چیزیں دکھا سکتا ہے کہ دیکھنے والوں کی عقلیں چکر جائیں۔

چنانچہ قرب قیامت و حال لعین سے ایسی باتیں ظہور پائیں گی۔ وہ پہلے تو دعویٰ نبوت کرے گا (اور معجزات کا مدعی ہوگا) لیکن اس کے تمام استدراجات اور امور خرق عادت باطل ہو جائیں گے۔ اب وہ دعویٰ خدائی کرے گا اور پھر عجیب و غریب شعبہ بازیوں دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

دہر اس کی بالکل ظاہر ہے کہ نبی تو اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے اور عزوجل اس کے دعویٰ کے مطابق، امر حال عادی ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں اسی کو معجزہ کہتے ہیں (اور یہ نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ اگر نبوت کا جھوٹا مدعی بھی کوئی امر حال اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر کر دے تو جھوٹے اور سچے نبی میں فرق نہ رہے گا اور شریعت کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

بخلاف مدعی الوہیت اگر دعویٰ خدائی کرتا ہے اگر وہ سراپا خرق عادت بن جائے اور مشرق تا مغرب، ہزار ہا عجائب و غرائب اور خرق عادت سے بھر دے (تب بھی عقل سلیم اس کے اس دعویٰ پر ایمان نہ لائے گی) کہ عقل سلیم خود اس امر کی شاہد ہے کہ

ہیں ہو سکتا۔ واللہ رب العالمین۔

یہ اس کے ہاتھوں پر کسی خرق عادت اور امر حال عادی کا ظاہر ہو جانا۔ خلق خدا کے تلبیس اور حق و باطل میں تمیز و امتیاز باقی نہ رہنے کا موجب نہیں بن سکتا۔ بخلاف عادت اولیٰ کے (اگر جھوٹے سچے میں امتیاز باقی نہ رہے گا اور یہ باعث فتنہ عظیم ہے) اگر کرامت اور استدراج میں فرق قرار دے دشوار ہے۔ لیکن معیار یہاں بھی وہی ہے کہ جسے کرامت مظهر کا ظاہر باطن میں پابند پائیں اور اس سے کسی خرق عادت کا ظہور دیکھیں اسے کرامت جانیں اور جسے شرع مظهر سے دور دیکھیں تو اس سے کسی حال عادی کا ظاہر نہ ہونا استدراج سمجھیں۔

خدا نہ تحقیق یہ ہے کہ حال عادی کا ظہور ایسی چیز نہیں جو صرف ادبیائے کرام کے ہاتھوں میں آئے بلکہ جادو کے ذریعہ بھی اس کا وجود ممکن ہے جیسا کہ فرعون کے جادو گردوں کو دکھایا اور جسے قرآن عظیم فرماتا ہے۔

يُجِنِّدُ الْيَدَ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهُا نَسْعٰی

ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دھڑتی معلوم ہوئیں

اور مشقت میں ڈالنے والی یہ ہفتوں اور دنیا سے اپنے تعلقات ختم کرنے سے اور خرق عادت اور امور سحر بوجایا کرتے ہیں جیسا کہ ہندوؤں کے جڑیوں، نصرانیوں، راتوں اور یہودیوں کے تارک الدنیا پیشرووں سے دیکھتے سنتے ہیں آتا ہے۔ بلکہ یہ ن اور مجذوبوں سے بھی امر حال عادی ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ عالم علوی کے احکامات اٹھا دیے جائیں کہ وہی عالم میں عالم سفلی کا مدبر ہے۔

اب یہ بات خوب روشن و آشکارا ہو گئی کہ محض خرق عادت کا ظہور ہی قابل اعتماد نہیں بلکہ قیامت و دار و مدار میں شریعت مظهر پر استقامت اور بارگاہ احدیت سے دل و دماغی تعلق ہے اور اس ثن خست کے لیے یہ بات سزاوار ہے کہ اس کی صحبت کے فیضان سے خدا یاد آئے اور دنیا کی طرف سے دل سرد ہو جائے۔ جیسا کہ آگے اس کا بیان آتا ہے۔ ہم نے یہ فائدہ محض اسی خیال سے لکھا کہ اس جملہ کی توثیق ہو جائے



بھائیوں کے ذہن نشین رہے اور وہ کسی معانطہ کا شکار نہ ہوں۔ وباللہ العزت۔

فقیر برکاتی یہاں اپنے جدا مجد و مرشد برحق کی دو تین ہشتم دید کر امتین لکھتا ہے۔ ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کی روح مبارک کے ملاو اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے کے بعد بھی لب بائے مبارک کی حرکت بند نہ ہوئی اور وہی کیفیت تھی جیسی کرامت ذات سے شغل کے باعث عموماً دیکھنے میں آتی تھی اور عالم حیات دنیاوی میں آپ کی عادت گراہی تھی۔ اور باوجودیکہ میں سر مبارک اور ٹھوڑی کواپنی سی پوری کوشش سے رونال باندھتا لیکن سودمند نہ ہوتا۔ آخر کار میں نے اپنا دل حضرت کی جانب متوجہ کیا اور جو عرض کرنا تھا عرض کر دیا۔ اسی وقت حرکت بند ہو گئی۔ پھر جب غسل دینے کا وقت آیا تو پھر ہونٹوں پر وہی جنبش نمودار ہوئی۔ میں نے پھر دوبارہ بطور ادل جو عرض کرنا تھا عرض کیا۔ وہ جنبش پھر ختم ہو گئی۔ پھر جب دفن کا وقت آیا اور ہم نے چہرہ مبارک کے دیدار کے لیے کھولا ہونٹوں پر وہ جنبش باقی تھی۔ فقیر نے پھر وہی عرض داشت پیش کی تو وہ جنبش ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں جن کا تحریر میں لانا اس مختصر کتاب کی تطویل کا باعث ہے (جبکہ ہمارے منظر ہے اختصار)

**تورہ ۱۰** نبی وہ بشر ہے کہ حق بھانے اور تعالےٰ اس کے نفس کی تکمیل کے لیے اس کی طرف وحی بھیجے۔ خواہ نئی شریعت لائے خواہ سابقہ شریعت پر آئے۔ لیکن رسول اس بشر کو کہتے ہیں کہ اس کی تکمیل نفس کے بعد احکام الہی کی تبلیغ کے لیے اُسے بندوں کی طرف بھیجا جاتے۔ یہاں بھی نئی شریعت کی کوئی تحقیق نہیں۔ اور ہم مسلمانان اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ وحی شرعی انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں آتی۔ ہاں ادبیاء اللہ کو ایک اور طریقہ پر سرفراز فرمایا جاتا ہے جسے الہام کہتے ہیں۔

**تورہ ۱۱** ایمان بالمشاہدہ اگرچہ مقررین بارگاہ کا حصہ اور فضل عظیم و شرف میں کا مشاہدہ ہے، لیکن ناریہ و گرویدہ ہونا، اور محض اخبار الہی من کر ایمان سے آنا، اس کی شان ہی نرالی ہے۔ اسی وجہ خاص کی بدولت ایمان بالغیب ایمان بالمشاہدہ سے عند اللہ محبوب تر ہے۔ ملائکہ کا عرش و کرسی، دلوچ و قلم اور جنت و

و فرخ پر ایمان شہودی ہے اور ہمارا ایمان بالغیب، حضرت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ملائکہ پر تنزیل کتب پر اور نزول وحی پر ایمان بالمشاہدہ ہے اور ہمارا ایمان بالغیب، نبی صحابہ اہل بیت کو حضور پر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے معجزات جلیلہ پر ایمان بالمشاہدہ ہے اور میں ایمان بالغیب، (اور یہ ایک فعل جزئی ہے جو میں نصیب ہوا) اور اگرچہ متاخرین کو (تا بہ قیام قیامت) جزئی فضیلت حاصل ہے۔ لیکن وہ فضیلت ملی جس سے مراد ہے، کثرت ثواب اور خاص حضور بارگاہ رب الارباب و حضرت اہل بیت و صحابہ کرام ہی کا حصہ ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور فضیلت جزئی فضیلت کلی کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہے۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لیں۔

میں نے یہ مسئلہ حضرت جدی و مرشدی (سید شاہ آل رسول) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا تھا ایک روز آپ بطور وعظ بیان فرما رہے تھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر دریافت فرما کر کیا تم جانتے ہو کہ ایمان والوں میں کن لوگوں کا ایمان زیادہ محبوب ہے ؟

صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ملائکہ و انبیائے کرام کا ایمان۔

ارشاد فرمایا کہ "نہیں، اس لیے کہ وہ حضور کی قربت اور منزلت وحی میں ہیں"

"عرض کیا، پھر تو ہمارا ایمان زیادہ محبوب ہوا۔"

ارشاد ہوا "نہیں، کہ میں خود بہ نفس نفیس تم میں تشریف فرما ہوں۔"

صحابہ کرام نے عرض کیا "پھر تو خدا و رسول ہی خوب جانتے ہیں۔"

اس پر ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا ایمان کہ میرے بعد پیدا ہوں گے اور (ساری شریعت) اکتبوں کے اوراق میں لکھی پائیں گے اسے چیز ان کے شہود سے دور ہوگی، پھر بھی وہ اس پر ایمان لائیں گے۔"

میں نے اس پر عرض کیا کہ اس عطائے عظیم کی بخشش، ہماری فضیلت جزئی کی موجب ہوئی یا نہیں، اس پر وہی جواب ارشاد فرمایا جو ابھی مذکور ہوا۔

**تورہ ۱۲** بریزید پسید پر لعنت کرنے میں علامتے اہل سنت و جماعت



کے مبین قول میں سکوت، حماقت اور جواز

سکوت ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ کوئی اور اس امام عالی مقام کے قبیحین کا قول ہے اور یہی اسلام و احکام ہے (اور سلامتی کی راہ حکم کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں۔ کفر متواتر نہیں۔ اور بحال احتمال، نسبت کیو بھی جائز نہیں نہ کہ لعن و تکفیر مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور شہزادہ گلگوں قبا، شہید کرب و بلا، امام حسین مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و گمراہی اور شقاق و بد بختی ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہرہ ہو اس کا فائل نامہ ہی مردود اور اہل سنت کا عدد منقود ہے۔

حماقت (کہ اس پر لعنت نہ کی جائے) امام غزالی اور ان کے اتباع کا قول ہے اور جواز (کہ بلا تردد اس پر لعنت جائز ہے) یہ مسلک ہے حضرت امام احمد بن حنبل اور ان سے موافقت کرنے والوں کا علمائے متاخرین میں علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ، بھی اسی راہ پر گامزن ہوئے۔ یہ تینوں فرقی اہل سنت و جماعت سے ہیں۔ کوئی بھی اسی مسلمان ان تینوں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اس سے اس کی سبیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ بدستور سنی مذہب ہی رہے گا۔

لیکن حق یہ ہے کہ وہ حسن احتیاط جو مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے وہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ (مختصر یوں سمجھ لیں کہ) اگر بالفرض وہ بیزبانتی لعنت ہی ہے تو اسے ملعون ملعون کہنا اور اس پر لعنت کو اپنا وظیفہ بنالینا، یہ کوئی باعشہ فضیلت امر تو نہیں۔

اور اگر وہ عند اللہ مستحق لعنت نہیں معاذ اللہ، اس لعنت کے پلٹنے کا اندیشہ ہے اس لیے کسی عاقل کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ایسے کام میں منہمک و مشغول رہے کہ اس کا ایک پہلو کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو اور دوسرا پہلو نفع سے خالی۔

پھر یہ جواز و عدم جواز لعنت کا مسئلہ بھی ایک فقہی مسئلہ ہے اور ہم فقہ میں حضرت امام والا مقام کے مقلد ہیں تو اس مسئلہ خاص میں، کیوں ان کی تقلید سے قدم باہر نکالیں

بلکہ عداوت و بغض، لعنت کرنے ہی میں منحصر نہیں اس کے اور بھی طریقے ہیں جو ہر ذی عقل روشن۔ تو صرف یہی طریقہ کیوں اختیار کیا جائے کیا تم نے نہ دیکھا کہ علمائے کرام کسی کافر عیسین پر بھی نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تاؤ تیکہ یقینی طور پر کفر پر اس کا انجام معلوم نہ ہو جائے۔ اور ذریعہ یقین ہے وحی الہی جو ایک منقطع ہو چکی تو کیا کافروں کے ساتھ عداوت و بغض کا حکم نہیں۔ (اے اور ضرور ہے)

ہاں اس بلید مردود و پلید ناسعود سے جو بغض نہیں ہے۔ اسے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ ہم اس پر لعنت کو اپنا وظیفہ و شعار نہیں بناتے، بلکہ اس سے روکا نہیں رکھتے، اور نہ کسی مسلمان کو لعنت کرنے والا اور فسق کو ہونا چاہیے۔ پھر بھی اگر کوئی اس پر لعنت کرتا ہے، کہے۔ وہ جانے اور اس کا کام۔ نہ جہد تو بخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہم اس پر بھی روا نہیں رکھتے جیسا کہ ابھی گزرا اور قبول حق کی توفیق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔

ایک روز عصر و مغرب کے مابین، حضرت رشید برحق کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہیں ایام میں نے ایک کتاب ترتیب دی تھی جس میں محل و صفیں اور جنگ نہروان میں علامہ حصہ لینے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کا ذکر تھا۔ میں نے یہ کتاب اصلاح کی غرض سے ان کی نظر کیما اثر کے سامنے رکھی فرمایا۔ پڑھ کر سناؤ۔ میں نے قدرے پڑھ کر سنایا۔ ارشاد فرمایا برومرو دار مولوی عبدالقادر ابدیوتی، سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس رسالہ کو مطالعہ کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ساری بحث کا استنباط میں نے مولوی صاحب مذکور ہی سے کیا ہے۔ فرمایا پس تو پھر بھی کافی ہے۔ ان کا علم تازہ ہے اور میں اس ادیب طبری میں اتنی فرصت کہاں کہ کسی کتاب کی اصلاح یا بین السطور کی طرف متوجہ ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اس مسئلہ میں مختصر طور ہی پر کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ میں اسے حریر جان ایمان بناؤں (اور اس کی پناہ میں رہوں)۔

ارشاد فرمایا و نکفت عن ذکر النصابۃ الا یخبر بطم صحابہ کاجب بھی ذکر



النبي صلى الله عليه وسلم وثبت مع صدقه، فلو فقد النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك الوطن وحضر البو بكر لظاهر في ذلك المقام الذي اقيم فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، لاحت ليس شرا على منتهى بحجته، ذلك المقام فهو صادق ذلك الوقت وحكيم، وما سواه تحت حكمه۔

(منترجم عرض کرتا ہے کہ یہ تصوف کی ایک خاص اصطلاح پر کلام ہے۔ اور عوام الناس کو اس کی حقیقت تک مشکل۔ لہذا ترجمہ ترک کر دیا گیا کہ خواص اس کے محتاج نہیں)

اس زمانہ پر فتن میں بعض عوام اہل سنت، ارافضیوں کی صحبت نور ۳۶-۱- وہم نشینی، اختیار کرنے کے باعث حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے سوء عقیدت اور بدگمانی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ ہم اس سلسلہ میں خصوصاً امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں ذکر کرتے چلیں۔ ہم حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ایک قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ صوفیہ صافیہ کے لیے سند کافی و دانی ہے۔

چنانچہ حضرت والاکے ملفوظات "فوائد الفوائد" میں ہے کہ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ کے باب میں ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟ ارشاد فرمایا کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خسر پورہ (یعنی سارے) ہیں۔ صاحب ایمان مسلمان ہیں اور صحابہ کرام سے ہیں۔ آپ کی ایک ہمیشہ تھیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم پاک و ازدواج و مطہرات میں شامل ہیں۔

ا تو اس قدر قربت قریب کے بعد ان کی جناب پاک میں بدظنی و سوء عقیدت کیسی۔ اور سارے کا استعمال اردو زبان میں بطور گالی بھی رائج ہے۔ لہذا ان کی جناب میں یہ استعمال نہ کریں۔

نور ۳۷-۲- معدن المعانی کے باب۔ وہم میں صحابہ کرام کے تمام امت

سے افضل ہونے، ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مناقب و فضائل مبارکہ کی عمارت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہے۔ اس فقیر مسکین نے عرض کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تمام مسلمانوں سے افضل ہونا صرف شرف صحبت نبوی کی بنیاد پر ہے یا دوسرے مکارم اخلاق مثلاً علم و عبادات، زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ میں بھی آپ کو سبقت حاصل ہے؟ بندگی بخند و عظمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں خلاصہ جواب یہ ہے کہ تمام مخلوق اولین و آخرین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً افضل ترین ہیں اور آپ کے بعد تمام انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور انبیاء و مرسلین کے بعد حضور کے صدقہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت مہمور تمام امتوں سے افضل ہے، اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سب سے افضل صدیق اکبر ہیں۔ پھر عمر فاروق اعظم۔ پھر عثمان بن عفان۔ پھر علی رضی اللہ عنہم۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ خواص بنی آدم یعنی انبیاء و مرسلین علیہم السلام افضل ہیں خواص ملائکہ سے، اور خواص ملائکہ مثلاً جبرائیل، میکائیل، اسرافیل عزرائیل علیہم السلام افضل ہیں عوام بنی آدم سے اور عوام بنی آدم، افضل ہیں عوام ملائکہ سے۔ یہ مذہب ہے جمہور اہل سنت و جماعت کا۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ تم نے پوچھا ہے کہ صحابہ کرام کی فضیلت کا معنی صرف شرف صحابیت ہے یا وہ دوسرے صفات عالیہ مثلاً علم و عبادات اور زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ میں بھی افضلیت رکھتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے صحابی کا الخیر بآئہم اقتدیتم اھتدیتم (میرے تمام صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے) تو یہ ارشاد گرامی اپنے عموم پر ہے، اس قول مبارک کے مصداق جس طرح خلفائے اربعہ میں اسی طرح باقی تمام صحابہ کرام بھی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے علاوہ تمام امتیوں کی ہدایت کا دار و مدار ہے۔ ان کی اتباع و پیروی پر۔ اور یہ حقیقت بالکل



ظاہر ہے کہ مقتدا کو اپنے مقتدیوں سے تمام اوصاف میں فاضل تر ہونا چاہیے۔

ابنہ اصحابہ کرام کو جس طرح شرف صحابیت حاصل ہے یونہی اوصاف جمیلہ میں انھیں افضلیت و برتری حاصل ہے اور وہ اگرچہ تمام اوصاف عالیہ مثلاً علم و تقویٰ، زہد و ریاضت اور توکل وغیرہ سے موصوف ہیں۔ لیکن ان تمام فاضل پر صحابی رسول ہونے کے اثرات و فوائد بیش از بیش اور غالب تر ہیں اور ان تمام فضائل و فاضل کو صحابیت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور وصف کو بہ شرف و جامعیت حاصل نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کو صرف لفظ صحابی سے یاد کیا جاتا ہے اصوفی یا ولی کا لقب ان کو نہیں دیا جاتا، ابنا صحابہ کرام کے علاوہ اولیائے کرام کے لیے یہ بات ممکن و جائز ہے کہ وہ صحابیت کے ماسوا دوسرے اوصاف سے متصف ہوں جیسا کہ صحابہ کرام ہیں لیکن وہ دوست و نعمت جسے صحابیت اپنے ضمن میں یہ ہوتے ہیں وہ کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ بندگی محمد مغلظہ اللہ تعالیٰ جب اس ارشاد گرامی سے فارغ ہوئے تو یہ شعر مبارک پڑھا۔

ماہ من گرتو مرا کس نہ کنی من چہ کس

مگ بے تربیتی، لعل شدن نہ تواند

(اسے میرے چاند اگر تو اپنی ضیاء سے مجھے کسی قابل نہیں بنا سکتا تو پھر میں کیا کروں کہ ہر جاؤں کوئی پتھر کسی تربیت و تراش کے بغیر لعل نہیں بن سکتا)

یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت و رسالت کا منصب کسی نبی و رسول سے سلب نہیں کیا جاتا۔ برخلاف مرتبہ ولایت کے حصول کے بعد بے خوف نہ سلب ممکن ہے۔ اس لیے میرے عزیز بہ مرتبہ ولایت کے حصول کے بعد بے خوف نہ ہو جانا۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش اس منصب کو باقی رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا یہاں تک کہ یہاں سے رحلت کا وقت آجائے۔ ورنہ خسروال دنیا و آخرہ کا مصداق بن جلتے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

## تیسرا حصہ (تالیش)

### تصوف کے بیان میں

تور ۱ سوال: تصوف اور سلوک میں کیا فرق ہے؟

جواب: ان دونوں کے مابین وہی فرق ہے جو فقہ و اصول فقہ کے درمیان ہے۔ یعنی تصوف اصول فقہ کے مشابہ ہے اور سلوک فقہ کی مانند تصوف میں علم شریف الہی کے قواعد و اصول بیان ہوتے ہیں اور سلوک میں مجاہدوں اور ریاضتوں کی مدد سے اس راہ میں گامزن ہونے کے طریقے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وحدت دو قسم پر ہے ایک وجودی۔ دوسری شہودی۔

### تور ۲

وحدت وجودی کا حاصل یہ ہے کہ سالک کے علم اور اس کی نگاہوں سے ماسوی اللہ کا شعور ساقط ہو جائے۔ اور تمام ماسوی اللہ کے شعور فنا کے بعد اس کے علم و نظر میں ذات باری تقاضے باقی رہے۔ اگر لا موجود الا اللہ باقی باقی فانی خالی خلاصہ تمام یہ کہ اس کے علم میں بھی صرف ایک موجود رہے اور اس کی نگاہوں میں بھی صرف وہی وہ ہو۔ یعنی بجز ذات وحدت کے سالک کے علم و نظر کے اعتبار سے اس کی یہ حالت ہو جائے کہ یکے دیدن و یکے دانستن افلا حیا طہی یہی ہے کہ قلب و قاب و قائل و قائل حق حرکات سے متعلق و تہی و اماں اور فضا ئل و مکارم اخلاق سے متعلق درویش کر کے بقایاے شرک خفی اول سے دور کیے جائیں یہاں تک کہ پھر لا مشہود الا اللہ ہو لا موجود الا اللہ متجلی و جلوه گستر ہو۔ یعنی اول ارادہ غیر سے خالی ہو۔ پھر غیر نظر سے معدوم پھر حق حقیقت جلوه فرمائے کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب ظلال و ہر تو (افادات رضویہ)

یہی سالک کا انتہائی مقام ہے یعنی سالک کو جب اس مقام تک رسائی نصیب



ہوتی ہے تو وہ اسم ملی سے موسوم ہو جاتا ہے۔ اور ختم سیرالی اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔ اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ یہ مقام مقامات سیر و سلوک قادریہ میں چوتھا مقام ہے۔ اس کے بعد کہیں سیر فی اللہ ہے اور اس سے مراد ہے ذات باری تعالیٰ میں ترقی و کمال کا حصول۔ اس کی انتہا کوئی نہیں اور ابتدا ختم سیرالی اللہ سے ہوتی ہے۔

اور وہ جو حدیث شریف میں وارد ہوا کہ مَا عَرَفْنَاكَ حَقًّا مَعْرِ فَلَكَ اَمِينٌ عرفان میرے ہوا جیسا کہ معرفت کا حق ہے اُس سے اسی مقام کا سراغ ملتا ہے اور یہی مسلک ہے سلاسل قادریہ و حشیشیہ و سہروردیہ وغیرہ کے تمام ادیبائے کرام کا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ہاں اقل قلیل گروہ جو وحدت شہود کا قائل ہے وہ اس مقام کو سالک کا ابتدائی مقام کہتا ہے۔

وحدت شہودی سے بھی بالفاظ دیگر بھی معنی مراد ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں تمام موجودات کی نفی صرف نظر سالک سے ہوتی ہے۔ اُس کے علم سے نہیں۔ یعنی تمام ماسوی اللہ تعالیٰ موجودات علم سالک ہیں باقی رہتے ہیں صرف نظر سے معدوم ہوجاتے ہیں، نظر میں صرف ایک ذات باری تعالیٰ ہوتی ہے باقی سب پس پردہ اور نگاہوں سے پوشیدہ۔ جبکہ علم سالک میں اُن کا وجود باقی رہتا ہے۔

اس کی مثال ستارے اور آفتاب ہیں کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو تمام ستارے نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔ منظر میں صرف ایک آفتاب ہی کی روشنی ہوتی ہے لیکن آدمی جانتا ہے کہ ستارے فنا نہیں ہو گئے۔ موجود ہیں مگر نگاہ سے اوجھل۔

یوں ہی سالک کی نگاہوں میں تجلیاں صرف ایک ہی ذات کریم کی ہوتی ہیں مگر اس کے علم میں یہ بات کہ دوسری موجودات بھی موجود ہیں (معدوم نہیں) اور اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ وحدت شہودی کے قول میں ایک نقص نظر آتا ہے اور یہ نقص یہی ہے کہ تمام موجودات علم سالک میں باقی و موجود رہتے ہیں اور یہ منافی ہے فنا سے مطلق کے۔ اسی لیے اس توحید شہودی کے قائل حضرت صوفیہ صافیہ کا ایک قلیل گروہ ہے۔ مثلاً علامہ السدولہ سمینانی اور شیخ روزیہاں بقلی وغیرہ۔

اور علامہ متاخرین میں حضرت احمد صاحب سرہندی اور آپ کے متبعین کے ہاں نقشبندیہ مجددیہ ہیں اسی راہ پر گامزن ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات تو توحید شہودی کے قائل ہو گئے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کہ نقشبندی مجددی کے بارے میں وجود آپ نے اس مسئلہ میں چند ایسے مکاتیب شائع کر دیئے جو حضرت احمد صاحب کے اُن اقوال کی تاویلات پر مشتمل تھے جن کا پتہ اُن مکتوبات سے چلتا ہے۔ وحدت شہودی میں آپ نے تحریر فرماتے اور ان مکاتیب شاہ صاحب مولوی غلام یحییٰ صاحب نقشبندی مجددی مرزا مظہر جان جاناں صاحب نے ان کا ایک بسط و رسالہ تحریر کیا۔ پھر اس رد کا رد مولوی رفیع الدین صاحب دلہشاہ صاحب محدث دہلوی برادر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے کیا ہے ”دمخ ایسا طل“ کے نام سے ظاہر و شائع ہوا جو اب بھی موجود ہے۔

من شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الیہا۔  
لہذا نظر انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں (اقوال) توحید و وجودی شہودی میں کون قول کو ترجیح حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک تو صوفیائے کرام کے عقائد و عقائش سے فقط توحید و وجودی ہی ثابت اور براہین سے میریں ہے۔

انہی اپنے فضل و کرم کے طفیل ہمارا حصہ نہیں نصیب فرما۔ آمین یا اکرم الاکرمین۔  
مقامات سلوک قادریہ چار ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت اور

**نور ۳** لاہوت۔ لاہوت کو شہادت، عالم خلق و عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ جبروت سے عالم اسمائے باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور لاہوت کو عالم جبروت و عالم ذات باری تعالیٰ سے نامزد کرتے ہیں۔ سالک کے لیے دورانِ لاہوت ان تمام عالموں کی سیر ضروری ہے۔ عالم لاہوت میں پہنچ کر سیر و سلوک کی ابتدا ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر سیرالی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔



**نور** اولیاء اللہ میں جو باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے۔ اس کا منشاء و منبعی یہی سیر فی اللہ ہے۔ ورنہ تم اولیاء تھے

الہی، اصل طریق ولایت یعنی سیرانی اللہ میں یکساں ہیں جیسا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔ اسی کی طرف مشعر ہے قول باری تعالیٰ کہ لَا تَفْخِرْ قَبْلَ بَيْنَا أَحَدٌ مِنْ رُسُلِهِ کہ آیہ کریمہ سے جو بات مفہوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔

یوں ہی تمام اولیائے الہی اصل ولایت یعنی مذکور میں یکساں ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس مقولہ میں کہ لَا تَفْخِرْ قَبْلَ بَيْنَا أَحَدٌ مِنْ رُسُلِهِ یعنی اصل ولایت میں اولیاء اللہ کے مابین مساوات و برابری ہے۔ اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض کو دوسرے بعض پر جو فضیلت حاصل ہے وہ اسی سیر فی اللہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ باعتبار سیرانی اللہ۔ اس لیے کہ قربت خداوندی اور درجات میں سر بلندی سیر فی اللہ میں زیارت سے نصیب ہوتی اور میسر ہوتی ہے جس کی سیر جتنی زیادہ قرب و ترقی اتنی ہی سوا اور جس کی سیر فی اللہ کم اس کے لیے اسی اعتبار سے ترقی درجات کم۔ جب کوئی اللہ کا پیارا مسیر فی اللہ میں ترقی کرتا، آگے بڑھتا ہے وہ اسی قدر دوسروں پر فضیلت پاتا جاتا ہے۔

پھر اس سیر فی اللہ میں ترقی درجات کے علاوہ کوئی اور چیز ہے بھی نہیں۔ اور اس سیر کی کوئی انتہا بھی نہیں ہے اور یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی، ورنہ لازم آئے گا کہ ذات باری تعالیٰ محدود و محتاط ہو جائے اور یہ متنافی ہے شان الوہیت کے حدیث شریفہ یعنی مَا عَدَاكَ حَقٌّ مَعْرِفَتِكَ میں اسی حقیقت کا بیان ہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث شریفہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براہ تواضع و انکساریہ بات ارشاد فرمائی۔ جیسا کہ اس زمانہ کے بعض صوفی ناجاں گمان کرتے ہیں۔ الہی ہمیں عقل کی کجروی سے بچا۔ آمین۔

**نور** طلب دو قسم پر ہے، طلب خالق و طلب مخلوق۔ طلب مخلوق

مردود ہے اور طلب خالق حق و مقبول۔

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا تو ملاحظہ فرمایا کہ وہ خوف زدہ، سسے ہوئے، ہانپ رہے اور کانپ رہے ہیں اور چہرے کا رنگ سبز ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ دوزخ کے خوف سے اس عمل کو پہنچے ہیں۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور یہ فرمایا خَلْقٌ يُهْرَبُ مِنَ الْخَلْقِ ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق سے بھاگ رہی ہے اڑ کے مارے

پھر آپ کا گزر ایک اور گروہ پر ہوا۔ انہیں بھی اسی حالت میں پایا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ نقائے جنت کے اشتیاق میں، یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ نہ معلوم کھل میسر کیا نہ آئے۔ آپ نے وہاں سے بھی کنارہ کشی اختیار فرمائی اور فرمایا کہ خَلْقٌ يُطْلَبُ خَلْقًا یہ وہ مخلوق ہے جو دوسری مخلوق کے لیے بنیاد و بنیاب ہے۔

اس کے بعد آپ کی ملاقات ایک اور گروہ سے ہوئی۔ انہیں بھی اسی رنگ میں دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ نقائے الہی کے شوق میں اس حال زار کو پہنچے ہیں کہ کل یہ دولت نصیب ہو یا نہ ہو۔ اور کل بروز قیامت اُن پر کیا عتے اپنے محبوب کے جہاں جہاں آنا سے مشرف ہوں گے یا نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ہَلَا لَعَنَ قَوْمٌ يُطْلَبُونَ الْخَلَائِقَ، فَيَهْرَبُونَ مِنْهُمْ اِنْ اَصَابَ جَبَلٌ رَأْسَهُمْ اَوْ كَمَا قَالَ يٰ هٰی هٰی ہٰی وہ لوگ جنہیں خالق کی طلب ہے۔ انہیں کے بارے میں مجھے علم ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں (اُٹھوں) اور ان سے مانوس نہ ہوں۔

اس لیے ہمیں بھی یہی بات یاد رہے کہ ہم ایسے ہی لوگوں سے اپنا دلی وگاڑ کھیں کہ ہمیں طالب ہوئی ہیں، انہیں نہ دنیا سے کوئی غرض ہے نہ آخرت سے کوئی واسطہ۔

**ایک فائدہ زائد**۔ یہاں یہ خدشہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جنت کی طلب جہنم سے نجات، جنت کی نعمتوں اور درجوں کا حصول اور جہنم کی بلاؤں اور طعنوں سے بچنے کی دعا ہے۔ جا بجا احادیث کو یہ الجھ آیت قرآنیہ میں وارد نہیں اور ان کا پڑھنا مطلوب



ہے اتواسے کیونکر قابل مذمت کہا جاسکتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ طلب اگر حکم شریعت کے ماتحت ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ الامور فوق الادب (حکم کو ادب پر فوقیت ہے) مشہور مقولہ ہے۔ لہذا یہ طلب طلب میں داخل ہے۔ ۲۰ سے خارج نہیں کہ اسی کے حکم اسی کے فرمان کے بموجب ہے اور فرمان مولیٰ کا اتباع اور حکم الہی کی متابعت طلب مولیٰ میں شامل ہاں اگر یہ طلب خواہشات نفس کے لیے ہے تو بلاشبہ راہ سلوک میں مذکور درجہ ہے۔

**تورہ** ۱۰ اپنی ریاضت و مجاہدہ کیا بدولت اگر تم اس مقام تک پہنچ جاؤ کہ فضا میں کبھی کی طرح اڑ سکے اور پانی کی سطح پر تکیے کی طرح رہ سکے۔ تب بھی اپنا دل اپنے قلوب میں رکھو کہ بے لگام نہ ہو اور تم کچھ بن سکو اور یہاں دل کو قابو میں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل کو خدا سے تعاضل سے رکھو اور اسے تمام ماسوی اللہ سے فارغ رکھو۔

**تورہ** ۱۱ سینا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جناب باری جل جلالہ سے ایہام ہوا کہ کل طوریین الناسوت والجبروت وکل طوریین المملکوت والملاہوت فہو جبروت فمن رضی بواحد منهما فہو عندی من المطرودین۔

یعنی اگر سالک مقامات ملکوت و جبروت سے فارغ ہو کر سیر لاہوت چھوڑ دے یعنی سبھی اللہ نہ کرے اور سیر جبروت پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے تو وہ فضیلت کا کوئی مرتبہ حاصل نہ کر سکے گا اور قربت خداوندی کا منصب اُسے نصیب نہ ہوگا ابھی تو ذات باری تک رسائی بہت دور ہے۔ اُسے تو کامل بھی نہیں کہہ سکتے نہ کہ مکمل۔ تو پھر اس شخص کی نسبت کیا خیال ہے جو عالم الناسوت و ملکوت ہی میں ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ تو خود ہی بہت دُور اور بڑا مہجور ہے۔

اس لیے نہایت ضروری ہے کہ سالک ان پہلے تین مقامات میں سے کسی مقام کو

یعنی مراد کی نہایت اور سیر کی غایت نہ سمجھے کہ ان کا وہی مقام ہے جو کسی راہ کی منزلوں کا مقام ہے اگر انہیں چھوڑتا ہوا آدمی منزل مقصود تک پہنچتا ہے لہذا ان تینوں مقامات سے راستہ مستقیم نیزی سے آگے اٹھاتے۔ مقام چہارم کی طرف بڑھیں کہ لاہوت ہے اور ہادوتہ تعالیٰ اس مقام تک رسائی حاصل کریں۔ یہ حصول کمالات کا پہلا درجہ ہے۔ اور جسے اس مقام تک رسائی میسر آتی ہے۔ ایسے پرولی کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس مقام لاہوت تک رسائی سے پہلے تو کہنا چاہیے کہ ولایت کی جو بھی اُسے نہیں پہنچتی۔ اسوس ان لوگوں پر جو سیر تاسوتی سے بھی واقفیت نہیں رکھتے اور خود کو اکابر اولیاء سے شمار کرتے ہیں۔

**تورہ** ۱۲ خرق عادت اور محال عادی کے ظہور کو ولایت کی شناخت قرار دینا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یہ ولی وغیر ولی حتیٰ کہ ساحر و کافر میں مشترک ہے۔ تورہ سبب امتیاز نہیں ہو سکتی (ولی وغیر ولی کے مابین)

**تورہ** ۱۳ ولی وغیر ولی کے مابین امتیاز و شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کے پاس اپنے قلب سلیم و عقل فہیم کے ساتھ ہم نشین ہو۔ اگر دیکھے کہ اس کی صحبت میں خدایا داتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے تو سمجھے کہ وہ ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف ہو یعنی دنیا یا داتے اور دنیا کی محبت اس پر غلبہ پائے تو یقین مائے کہ وہ ولی نہیں ہے، اس لیے کہ اَلْقَلْبُ مِنْ آتَا الْقَلْبُ ایک دل دوسرے دل کا آئینہ ہے (اور دل کو دل سے راہ ہوتی ہے) تو جو کچھ اس کے دل میں ہوگا اسی کا عکس اس دل میں پڑے گا۔ اور جب صورت دوسری نہاں اور یہ شہادت (باطنی) ہے اس امر پر کہ اس کا دل محبت دنیا میں ملوث ہوگا۔ بدکار کے مابین المعانی میں فرمایا کہ ادیباء الہی اللہ کے وہ خاص بندے ہیں کہ عالم کے احکام ولایت عالم شریعت پر واقفیت خدایا داتا ہے۔

**تورہ** ۱۴ اپنی صورت اہل شرع کی صورت خاصہ کا حامل جیسا کہ اوپر گزرا۔ کی سیرت بناو تاکہ مہربانی پنداشت و علم میں آسکتی ہے کہ ولایت



خاصہ، اسلام اور قبول احکام کے بغیر وجود نہیں پاتی، البتہ اسلام اس ولایت خاصہ کے بغیر پایا جاتا ہے۔ نوادہ مسلمان جو مقام ولایت ہر فائز نہیں، شجر محض کی مانند ہے اور کلام مسلمان کے عارف باللہ ہے، پھل دار درخت کے مثل ہے۔ نو مسلمان ہونے کے لیے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ ولی و عارف بھی ہو۔ کثرت کثیر ایسے مسلمان موجود ہیں جو عارف نہیں، بجلالت عارف باللہ ولی کے کہ اس کے لیے اتباع احکام شریعت ضروری ناگزیر ہے اور ہمیں سے یہ بات اور بھی واضح ہوگی کہ تفصیل شیخین جلیلین حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اعظم کا حضرت عثمان غنی و مولی علی وغیرہما سے انصاف ہونا۔ جہاں اور بہت سے دلائل سے ثابت ہے وہیں یہ دلیل بھی اس امر پر بڑی قوی دہیں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اے عزیز۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں تمہاری تائید فرمائے۔

### اجمالی تفصیل اس امر کی جسے یاد رکھنا چاہیے یہ ہے کہ

حضرت شیخین، بانی اور پرورش و نگہداشت کرنے والے ہیں شجر نبوت کے جس کی حیثیت شریعت کی اصل و اساس جیسی ہے کہ عرفان الہی اسی کی بدولت میسر آتا ہے اور انسان، درجہ ولایت پر پہنچتا ہے۔ لہذا شیخین کریمین وہ ذات مقدسہ ہیں جن کا شکر گزار احسان مند ہوتا مسلمانوں کی دونوں جماعتوں پر واجب ہے یعنی عام مسلمانوں پر بھی۔ اور گروہ صوفیہ صافیہ پر بھی کہ انہیں شیخین کی بدولت، وہ نعمت اسلام اور دولت عرفان سے مالا مال ہوئے۔ مالا مال ہوتے ہیں اور مالا مال ہوتے ہیں ورنہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ اسلام ہے کیا۔ ولایت تو نوبت کہاں آئی اور یہ حقیقت کیسے عیاں ہوتی کہ

وَمَنْ يَتَّبِعْ مَذْهَبَ سَلَامٍ دِينًا فَذَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔  
نور ۱۳ :- مقام ترقی و تنزل کے اصطلاحی معنی کی توضیح۔

یاد رکھو کہ جب کوئی سالک وادی سلوک میں قدم بڑھاتا، اور ناسوت و ملکوت میں ولایت و مقامات سلوک کو طے، سیرانی اللہ سے فارغ ہو کر سیرانی اللہ کو کرنا پڑتی ہے اور نہایت نہیں، شروع کرنا ہے اور ہمیشہ اسی مقام یعنی سیرانی اللہ میں ترقی پر ترقی پاتا ہے اور بجز ذات باری تعالیٰ کے کسی اور چیز کا اثر کوئی خبر، یہاں تک کہ ذات کا بھی اسے شعور نہیں رہتا بلکہ وہ ذات باری تعالیٰ میں خالی و کم ہو جاتا ہے تو اس قسم کے سالکوں کو کامل کہا جاتا ہے اور یہی مقام ان کے لیے ترقی کا مقام ہے۔ اس لیے کہ وہ وحدت میں کثرت دیکھتے ہیں اور اسی کا نام ہے (اصطلاح صوفیہ میں) ترقی۔

اور چونکہ نسبت کی اس قسم میں، تقدیر (وہ فیض رسانی) نہیں اس لیے یہ حضرات دوسروں کو نفع رسانی سے گویا کہ معذور ہیں (اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں)۔

ہاں اگر عنایت الہی سالک کے مثال حال و متوجہ ہو اور وہ چاہے کہ اس قدر خاص سے مخلوق کو فیض پہنچے تو اس وقت اسے اس ترقی سے تنزل کی طرف گرتے ہیں تاکہ وہ دوسروں کو پستی سے نکال کر بلند ہی تک پہنچائے۔ اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ سالک کو، ماسوی اللہ اور خود اس کی ذات کا شعور واپس کرتے ہیں اور عالم ملکوت سے عالم ناسوت تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن اس تنزل سے، ان کی اس ترقی میں کوئی فتور واقع نہیں ہوتا بلکہ وہ ترقی بدستور بحال و برقرار رہتی ہے۔

اس قسم کے سالکوں کو مکمل کہتے ہیں اور یہی مقام ان کے لیے مقام تنزل کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ پھر ان کی نگاہوں میں کثرت و وحدت کے جلد سے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اس نسبت کے سالکوں میں تقدیر پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ دوسروں کو نفع رسانی میں معذور نہیں۔ اس تنزل میں عالم لاہوت سے عالم ناسوت کی طرف رجعت ہوتی ہے اور یہ تنزل، بلکہ ترقی سے کہیں برتر و بہتر ہے۔ اگرچہ تنزل ملکوتی سے خرق عادات اور کرامات پر بڑی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن بے سوسل مقصد تو ناقصوں کی تکمیل اور انہیں کامل بنانا ہے اور یہ اسی وقت ہوتا



ہے جب منزل تا سوئی میسر ہو ظاہر ہے کہ ہدایت درہ نمائی کے محتاج نہ ہوتا سوئی ہو نہ کہ مخلوق۔ لامحالہ اعتبار منزل تا سوئی کا ہے فقط۔

**نور ۱۴** جانا چاہیے کہ عارفوں کو دو قسم کی نسبت ہوتی ہے۔ ایک کشفی جہری اور دوسری کوری خفی۔ نسبت جہری کشفی رکھنے والا عارف اپنے احوال سے بھی واقف ہوتا ہے، اور دوسروں کے مقامات سے بھی باخبر جب کہ نسبت خفی کوری والا عارف نہ اپنے احوال سے باخبر ہوتا ہے نہ دوسروں کے مقامات سے واقف۔ اگرچہ وہ مرتبہ قطبیت پر فائز ہو۔ زندگی بھر بے خبری میں گزار دیتا ہے۔ البتہ بعد وفات اُسے اپنے احوال سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال مادر زاد نابینا کی سی ہے کہ اُسے کسی شکل و صورت اور کسی رنگ و روپ کا شعور نہیں ہوتا۔

غالباً ان سالکین کی راہ سلوک، یہ حالت خواب طے ہوتی ہے، ورنہ بیداری کی حالت میں وہ حالات جو نسبت کشفی رکھنے والوں پر منکشف ہوتے ہیں، ان پر مکشوف نہیں ہوتے۔

ان سالکوں میں سے بعض سالک نسبت تعدیہ رکھتے ہیں اگر ان کا فیض دوسروں تک متعدی ہوتا ہے اور بعض نسبت لازمی (کہ دوسروں کو فیض نہیں پہنچا سکتے)۔ ان احتمالات کے اعتبار سے اب سالکوں کو چار قسم پر منقسم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ سالک کہ اُسے خود اس کا نفس جانتا ہے۔ مخلوق پہچانتی ہے اور خداوند قدوس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندہ ایک خالص مرتبہ والا اور صاحب مقامات ہے۔ اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ سالک نسبت کشفیہ اور نسبت تعدیہ کا منتقلہ کا حساب ہو اس لیے اُسے نسبت کشفیہ کے باعث اپنی معرفت ہوتی۔ اور مخلوق خدا نے اُسے نسبت تعدیہ منتقلہ کی وجہ سے شناخت کیا کہ انہیں اُس سے فیض پہنچا۔ اور خداوند تعالیٰ تو بہر حال عالم و دانہ ہے۔

۲۔ وہ سالک کہ وہ خود اپنے احوال کو جانتا ہے۔ مخلوق اس سے واقف نہیں۔ اور اس لیے کہ وہ نسبت کشفیہ کا صاحب ہے اس نے اپنی معرفت حاصل کر لی۔ لیکن چونکہ

اسے نسبت تعدیہ یعنی منتقلہ حاصل نہیں لہذا مخلوق اسے شناخت نہ کر سکی۔ اس لیے کہ مخلوق کو اس سے کوئی فیض نہ پہنچا۔ اور خدا نے تعالیٰ بہر حال دانہ و بینا ہے۔

۳۔ وہ سالک کہ نہ خود وہ خود کو پہچانتا ہے نہ خلق خدا اس کے احوال سے واقف ہے اور وہ اس کی وہی ہے کہ اسے نسبت کشفی حاصل نہیں۔ خفیہ کا مالک ہے۔

لہذا اس نے خود کو نہ پہچانا اور چونکہ نسبت تعدیہ بھی اسے حاصل نہیں۔ اس لیے مخلوق کو فیض نہ پہنچا سکا اور وہ مخلوق بھی نہ جان سکی کہ یہ کون ہے۔ خداوند کیم بہر حال عالم ہے۔

۴۔ وہ سالک کہ خود تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا مگر مخلوق اسے جانتی ہے۔ اس لیے کہ اسے نسبت خفیہ حاصل ہے لہذا خود کو نہ جان سکا۔ اور چونکہ نسبت میں تعدیہ ہے اس لیے اس سے مخلوق نے فیض پایا اور اس کو پہچان گئی اور خداوند قدوس تو بہر حال عالم الغیب ہے۔

**نور ۱۵** جانا چاہیے کہ جب سالک ختم سیرانی اللہ کے قریب پہنچتا ہے اور ہر ایک ساعت کے کسی اور ساعت کا وقفہ درمیان میں

نہیں رہتا۔ اس وقت اچانک ابلیس بعین نمودار ہوتا ہے۔ جیسا کہ دنیاوی موت کے مسلمان کے سامنے آجاتا ہے اور تنہا اپنے نفس ناپاک کے ساتھ۔ اس وقت اپنی ذریت کو اپنے ساتھ نہیں لاتا اور جس طرح موت کے وقت آشکار ہو کر مسلمان کا ایمان تباہ کرنے کی کوشش (بیغ) کرتا ہے اور صرف انہیں کا ایمان سلامت رہتا ہے۔ جن پر رب کریم رحم فرمائے اور بے شک وہی رب کریم غفور رحیم ہے۔ اسی طرح (انہما نے ختم سیرانی اللہ اور ابتدائے سیرانی اللہ کے درمیانی وقفہ کو جو کہ لب لباب اور خلاصہ ہے اس کے ایمان کا غارت ہے اور یہاں بھی سلامتی، انہیں کے حصہ میں آتی ہے جن کی سلامتی اللہ تعالیٰ چاہے۔ بے شک وہی رب کریم علیم حکیم ہے۔

اگر بفضل الہی شامل حال ہوتا ہے۔ اویسائے کرام کی کما حقہ توجہ، اس بے کس و ناتواں کے باطن کی طرف متوجہ رہتی ہے تو اسے ربانی مل جاتی ہے ورنہ نہیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی بعض سیاحت کے



دوران میں جگہ میں نکل گیا اور چند روز تک پانی بھی میسر نہ آ سکا۔ تشنگی مجھ پر غالب آنے لگی، ناگاہ ایک امیر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور اسی سے تم آلود چیز نیچے آئی کہ میں اس سے سیراب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک روشنی دیکھی، ایسی کہ آسمان کے کنارے تک اس سے تابناک درویش ہو گئے اور اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی اور اس سے میں نے ایک آواز سنی کہ اے عبد القادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے جو چیزیں اوروں پر حرام کیں، وہ تجھ پر حلال کرتا ہوں۔ یا یہ کہ میں اپنا حرام تیرے لیے حلال کرتا ہوں۔ میں نے جوں ہی یہ بات سنی فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھا اور کہا کہ اے ملعون! دور ہو! وہ روشنی فوراً ہی تاریکی میں تبدیل ہو گئی اور وہ صورت دھوئیں میں بدل گئی اور پھر مجھ سے مخاطب ہوئی کہ عبد القادر! اپنے پیغم اپنے پروردگار کے حکم اور اپنے احوال منازل میں واقفیت کے باعث تم مجھ سے گئے۔ ورنہ قسم بخدا کہ میں اس قسم کے شعیروں سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا امیر! اس میں کچھ کمال نہیں، یا یہ سب کچھ میرے رب کریم کا فضل و احسان ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے اصحاب نے یہ بات کیا کہ حضور آپ نے یہ کیسے پہچانا کہ یہ شیطان ہے؟ ارشاد فرمایا کہ صرف اس کے اس قول سے کہ میں نے حرام کو تم پر حلال کیا۔ میں سمجھ گیا کہ حق جل و علا گناہ کا حکم نہیں دیتا۔ ولی کو ولی نہ جانتا اور جو ولی نہ ہو اُسے ولی سمجھنا، دونوں ہی باہیں

**نور ۱۶ :-** منوع ہیں کہ کمال بے ادبی اور شقاوت قلبی سے اور جس طرح کسی نبی کی تکذیب، فی الفرد کفر ہے، اس طرح ولی کی تکذیب اگرچہ کفر نہیں، فسق اور زندان ہے یا کسی، مگر اس انجام کار کی شامت و وبال آدمی کو سرحد کھینک پہنچا رہا ہے۔ یوں ہی قتل نبی، فی الحال کفر ہے اور قتل ولی فی الحال فسق۔ مگر ولی کو قتل کرنے والا بھی، اپنا ایمان سلامت نہیں لے جاسکتا، جیسا کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

**نور ۱۷ :-** انسان فطری طور پر چار صفات لے کر عدم سے عالم وجود میں آتا ہے پہلی، مباحی، شیطانی، ملکوتی۔

صفتِ مباحی کے تقاضے سے قوتِ شہوانی ظاہر ہوتی ہے، صفتِ مباحی کے تقاضے سے قوتِ غفبتانی ظہور پاتی ہے، جبکہ صفتِ شیطانی کے تقاضے سے غرور و نخوت، تکبر و غرور اور کبر و فریب جیسی عادتیں جلوہ گر ہوتی ہیں اور تقاضے صفتِ ملکوتی کے اصل حصول ہے اور اسی قوت کی بدولت، انسان، انسان، بنام انسان موسوم ہے، اس میں اخلاص و اتباع، محبت و اخلاص، چاہت اور خلقِ خدا سے نیک سلوک جیسی قوتیں آشکار ہوتی ہیں۔

لہذا اگر انسان میں یہ قوت غلبہ حاصل کر لے اور دوسری تمام قوتیں، محکوم و مغلوب رہیں تو انسان انسان ہے، ورنہ چوپایوں اور ندوں اور شیطانوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے انسانوں میں نہیں۔

پھر اسی قوتِ ملکوتی کو اگر نااہلوں کی صحبت میں دیا میٹ کر کے، سمودنیان کی نذر کر دیا جائے، یعنی آدمی خود کو صرف خورد و نوش اور عیش و عشرت کا خوگر بنالے اور بنالے کو یہ سمجھنے لگے کہ صرف اسی کھانے پینے اور سونے کے لیے میری پیدائش عمل میں آئی ہے، اس کی جڑی بھول ہے، اُس پر لازم ہے کہ اس غفلت و کوتاہی سے باہر آئے۔ جس انسان کامل کی صحبت اختیار کرے، یعنی کسی شیخ (اصل باللہ) کی خدمت میں مشغول ہو جو ان صفاتِ مباحی و مباحی شیطانی سے گزرا ہو، اور صفاتِ ملکوتی سے متصف ہو، پھر اس سے باطنی فیوض حاصل کر کے ان پر کار بند رہے۔

**نور ۱۸ :-** اصل الاصول اور تمام مجاہدوں اور ریاضتوں پر مقدمہ، اس راہِ سلوک میں بزرخ شیخ ہے۔ اس لیے اُسے خوب سمجھ کر اس کی جانب متوجہ رہنا چاہیے۔

اور بزرخ شیخ یہ ہے کہ گوشتِ تنہائی میں بیٹھ کر، آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور اپنے دل میں اس طرح لاتے کہ گویا میں اپنے شیخ کے مقابل بیٹھا ہوں اور میرا دل، قلب شیخ بہ لب چسپاں ہے اور وہ فیضانِ ابو مہدٰ فیاض سے، پیرانِ سلاسل کی ارواحِ سلطنت سے میرے شیخ کے قلب تک پہنچتا ہے، اس کے دل سے نورانی فوارہ کی



شکل میں یا آفتابی شعاعوں یا بھینسی بھینسی ہواؤں یا بارش کے قطرؤں کی طرح میرے دل میں قطرہ قطرہ آ رہا ہے اور اُسی فیضان کی برکت سے میرا دل شیخ کے قلب کی مانند ہو رہا ہے اور درجات عالیہ کی طرف ترقی پذیر ہے۔ اور اپنے شیخ کو ہر گلی و جسڑنی حال سے، ہر وقت، ہر آن آگاہ و خبردار جانے یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے صفات علمی و علام الغیوبی سے منصف ہے، اس منظر یعنی میرے شیخ کے برزخ جلوہ گر اور میرے حال سے خبردار و آگاہ ہے حقیقتہً شیخ کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے۔ اور جیسا کہ دوسرے عالموں میں صرف وہی مختلف مظاہر میں جلوہ گستر ہے۔ یہاں بھی صفت ہدایت اور اپنے اسم "ہادی" کا منظر ہے۔ وہی اپنی صفت علمی اور علام الغیوبی سے اس برزخ میں متجلی اور ہمارے احوال سے خبردار و آگاہ ہے اور شیخ اس کے اسم علمی کا منظر ہے اور پس۔

اس لیے ہدایت و آگاہی درحقیقت اُسی کی طرف سے ہے اور شیخ محض اُس کا منظر ہے۔ البتہ بطور مجاز، ہدایت علمی اور علای کی نسبت شیخ کی جانب کروی جاتی ہے۔ حقیقی نسبت یہاں متصور نہیں کہ خود شیخ کا حقیقتہً کوئی وجود نہیں اور تو ظن و پرتو ہے۔ برزخ شیخ کی انتہا یہ ہے کہ شیخ کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علمی و علام الغیوبی کا منظر جانے اور اس انتہا کی انتہا یہ ہے کہ درمیان میں نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ۔ صرف اُسی کی ایک ذات باقی ہو۔ باقی فانی۔

غرض جب طالب اس طرح دوا کی کیفیت پیدا کر لیتا ہے تو اُس کا قلب، صفات روح سے منصف ہو کر صاف اور متجلی ہو جاتا ہے اور وہ تینوں صفات یعنی بہیمی و سباعی و شیطانی منفع ہو جاتے ہیں اور صفت ملکوتی جلوہ گر ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ صورت پورخی، خود کلام کرتی ہے۔ اور سالک اپنی زبان حال و قال سے جو بھی سوال کرے اس کا جواب سن لیتا ہے۔ اور یہی صورت ملک ملکوت اور جبروت و ربوبت کے تمام مقامات کو سالک پر روشن کر دیتی ہے اور عالم ملکوت میں، اسی صورت کی بدولت تمام ارواح سے عنایات کا شرف پاتی ہے۔ یہاں تک کہ حضور پر نور، سید عالم صلی اللہ علیہ

کی روح پر فتوح کہ عالم ملکوت کی انتہا سے یہی مراد ہے، اس لیے کہ ملکوت میں کوئی بھی روح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی مثل و مانند نہیں، اس روح سے بھی حضور، اسی عالم میں میسر آتی ہے۔ اور راہ سلوک میں علوم و دیگر امور کی گہرائیاں اور حقیقتے بھی، اسی صورت معنی کے طفیل دریافت و علم میں آتے ہیں۔

پھر یہ صورت عالم مثال سے ہے اور عالم مثال، عالم ملکوت کی کجی ہے۔ اور عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان، جس طرح ایک برزخ ہے۔ اسی طرح یہ صورت، برزخ بھی، روح و جسم، شیخ کے مابین ایک برزخ ہے۔ یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ عالم مثال میں ہر شخص کی ایک صورت مثالی موجود ہے۔ جو انسان کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ بخلاف اس جسمانی صورت کے کہ انبیائے کرام کے علاوہ غائبہ و اروا میں موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے اور خواب میں جو صورت نظر آتی ہے یہی صورت مثالی روحی ہوتی ہے اور اسی صورت مثالی کی قوت کی بدولت، کاملین، ایک ہی آن میں متعدد مقامات پر موجود ہوتے اور نظر آتے ہیں بلکہ وہ ہزار ہا مقامات پر تشکل ہونے پر قدرت رکھتے ہیں اور معلوم ہو جاتے ہیں۔

کہنا یہ ہے کہ مشق برزخ کی تکمیل کے بعد، شیخ کی یہ صورت مثالی، سالک کے دانتیں ہاتھ کے مقابل، ایک دو ہاتھ کے فاصلہ پر موجود رہتی اور نظر آتی ہے۔ اسی کی برکت سے بہت سے امور انجام پاتے۔ بہت سی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور سالک جہنمیت کی پستی سے نکل کر انسانیت کی معراج پالیتا ہے۔

اس لیے اگر فضل الہی و شگہری فرمے اور کسی انسان صورت اچھو پایہ سیر کو، اس انسان اصلی و کامل کے ساتھ کہیں صحبت و ہم نشینی میسر آجائے تو اُس کی خدمت کو غنیمت جانے کہ اُس کی ہم نشینی کی برکت و فیضان سے، اسے اپنی کھوئی ہوئی اصلیت یاد آجائے گی اور یہ بھی (گوشتش کو) گاتو انسان کامل بن جائے گا۔ ورنہ کچھ اسی غلطی میں مبتلا رہے گا اور اسی حالت میں انہیں موت آئے گی۔

الہی میں اس جبل کی تاریکی سے نکال اور میں اس مرتبہ عالیہ کی روشنی تک پہنچاؤں۔



اس منہ کے من سب حال ایک تمثیلی حکایت یاد آئی کہ ایک گڈریے نے ایک شیر کا بچہ پال رکھا تھا اور اس کا نام بگمہ (بھولا) رکھ کر اپنی بکریوں کے گلتے میں چھوڑ دیتا تھا۔ وہ شیر کا بچہ بھی پرورش و تربیت کے باعث اپنی اصلیت بھول چکا تھا اور خود کو اس گڈریے کا کتا ہی تصور کرتا تھا۔

ایک روز اتفاقاً جنگل کا شیر ادھر آ نکلا اور اس نے چاہا کہ ایک بکری اٹھا کر لے جائے کہ اس نے اپنی فطرت کے تقاضے کے تحت اس شیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ جنگل کے شیر نے کہا کہ اسے بھائی کیا کرتا ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں اور تو دونوں ہم جنس ہیں، اور پھر بکریاں ہماری خوراک ہیں۔ مجھے میری خوراک سے کیوں روکتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں نہیں، میں شیر نہیں ہوں، بلکہ اس گڈریے کا پالو کتا ہوں۔ شیر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تو غلطی پر ہے۔ تجھے اپنی پرورش اور تربیت کی وجہ سے مخاطب ہوا ہے کہ شیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کتا سمجھتا ہے۔ میرے ساتھ آ، تاکہ میں تیری راہنمائی کروں اور ہلاکت کے اس بھور سے نکال کر تجھے ساحل کی سلامتی تک پہنچاؤں۔ چنانچہ وہ شیر اسے اپنے ہمراہ لے کر پانی کے کنارے پہنچا اور اپنے برابر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اب پانی میں دیکھ، میری اور تیری صورت و وضع بالکل یکساں ہے یا اس میں کچھ فرق ہے؟ اب جو اس بچہ شیر نے بگمہ غور دیکھا تو سمجھ گیا کہ میں واقعی شیر ہوں، یہ اُس صاحب کی صحبت و تربیت کا اثر ہے کہ خود کو کتا سمجھتا رہا۔

چنانچہ اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چل کر آئے اور بکریوں پر چھوٹ پڑے۔ اور انہیں ہلاک کر ڈالا۔ اور خوب کھانا پیا۔ چرواہے نے کہا بگمہ بگمہ کیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خاموش رہ، تو نے مجھے میری اصلیت سے نکال کر کتوں میں شمار کر لیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھ سے میرے ایک بھائی نے میری راہنمائی کی اور یہ حقیقت لا خیل حل ہو گیا (اور وہ مضبوط گرہ کھل گئی)۔

میرے بھائی! اس تمثیل پر غور کرو اور اپنے آپ کو، ان پہلی تین صفحوں سے نکال کر اپنی اصلی شکل و صورت پر لاؤ تاکہ تو انسان بن سکے۔ تو شیر ہے، خود کو کتے کی مانند کیوں

سمجھتا ہے۔ کسی شیر خدا کے نقش قدم پر چل، تاکہ وہ تجھے تیرے شیر، شیر صفت ہونے پر مطلع کرے اور کتا جیسا، ہونے کی فطرت سے بچے رہا تو دلائل ملے، ہمیں یہ دولت عیب فرما۔ آمین۔ تم آمین۔

نور ۱۹۔ یہ (دُنیا کی جو کچھ جلوہ سامانیاں ہیں) سب کچھ اُسی ذات واحد کی جلوہ فرمایاں ہیں کہ با نواع اقسام جدا گانہ کونائیاں کرتی ہیں، وہی ذات واحد جس طرح چاہتی ہے، بھلی فرماتی ہے اور یہ ذات احدیت ہے کچھ بھی بعید نہیں۔

محض تقریب فہم کے لیے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں تاکہ کثرت میں وحدت کی خود کا نہیں اندازہ ہو جائے۔ اسبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک مہربان خاندان کے وقت جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ اس حق ووق میدان میں ایک بزرگ صورت مسند پر بیٹھا ہے۔ سامنے چراغ روشن ہے۔ ایک فاحشہ اُس کے سامنے قفس میں مصروف ہے۔ اور سازندے ساز بجانے میں مصروف ہیں۔ ان تینوں تیر اندازوں کو یہ عجیبہ دیکھ کر رُشی حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے کہ اس جنگل میں بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھا اور عشرت دے رہا ہے۔ آخر تینوں نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ اس نا پسندیدہ نوع کی طرف ایک تیر بھینکا جائے۔ اب کسی نے کہا کہ میں اس بڑے پر تیر چلاتا ہوں اور دوسرے نے کہا بلکہ فاحشہ پر تیسرے نے کہا کہ یہ دونوں انسان ہیں، انہیں چھوڑو۔ چراغ کو نشانہ بناؤ کہ چراغ گل ہوگا تو سارا ہنگامہ درہم برہم ہو جائے گا اور ہماری منزل مقصود بھی ہاتھ آئے گی۔ یہ رائے باقی دو کو بھی پسند آئی اور اس چراغ پر تیر چلا دیا۔ جیسے ہی تیر اُس چراغ پر لگا چراغ گل ہوا اور سارا تماشا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ (تو با کہ یہاں کچھ ہوا ہی نہیں)

اب یہ دونوں خوف زدہ ہو کر وہاں سے فرار ہوئے (راست اپنے گھروں میں گزاری)۔ صبح ہوئی تو تینوں اپنا تیر لینے وہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تیر ایک اُلو کی چونچ میں مست ہے اور باقی کسی چیز کا کوئی نام و نشان نہیں، اور اب یہ حقیقت آشکارا ہوئی



کہ رات کو جو کچھ ماجرا پیش آیا وہ سب اسی الٰہی ذات (یعنی اُس کی روح کی قوت) سے وابستہ تھا اسی قوت روح کے باعث اُن کے دل سے وہ پیر و ظاہر ہوا۔ اسی کی بدولت اُس کی چونچ سے روشن چراغ نمودار ہوا۔ اور سارے اور فاحشہ عورت بھی اس کے اعصاب سے رہیں ہوئے حقیقت میں وہ ایک اوتھا اور یہ سب چیزیں اُسی کی (روح کی) کرشمہ سازیاں تھیں (بلا تشبیہ و تمثیل) یوں سمجھو کہ تمام ماسوی اللہ اس عالم میں جو کچھ ہے اسی ذات واحد کے مختلف اور نوع بہ نوع، مظاہر و عکوس ہیں اور ظلال و پرتو۔ (اور تمام عالم، اسی کے مظاہر کا مجموعہ)

**نور ۳۰:** عالم برزخ ایک عالم ہے (دنیا و آخرت کے مابین) کہ بنی آدم کی روہیں اپنے بدنوں سے جدا ہو کر تا قیام قیامت اسی میں منتظر رہیں گی۔ اس عالم کا وجود آیات قرآنیہ سے مجمل اور احادیث و اخبار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تفصیلاً ثابت ہے۔ اور چونکہ یہ دنیا و عالم آخرت کے مابین واقع ہے اس لیے اسے برزخ کہتے ہیں۔

عالم برزخ وہ عالم مثال نہیں کہ ملک و ملکوت کے مابین واقع ہو یا اُن کے رکاشات سے ثابت، اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم ملائکہ کے مماثل اور اپنی کیفیت و کیفیت کے اعتبار سے عالم ناسوت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس عالم مثال میں ان دونوں عالم کے عکوس و ظلال یعنی پرتو پائے جاتے ہیں اور اس کا تمام زمانہ زمانہ حال ہے۔ ماضی و استقبال کی وہاں کوئی گنجائش نہیں جب کہ اس عالم برزخ میں گزشتہ و ہست اور خواہش یعنی ماضی و حال و استقبال سب کچھ ہے۔ ان سب کی مثال اس عالم میں بالفعل موجود ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کی عبارتیں اس دعویٰ پر شاہد ہیں کہ عالم مثال اور عالم برزخ، دو جدا گانہ عالم ہیں۔ چنانچہ اُن جناب قدس سرہ کی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ وہ برزخ جس کی طرف تمام روہیں، اپنے بدنوں سے مفارقت کے بعد مستقل ہوتی ہیں، اس برزخ کے علاوہ ہے جو اجسام و ارواح کے مابین ہے اس لیے پہلے کا نام غیب محال ہے اور دوسرے کا نام غیب امکانی۔ البتہ غیب امکانی

مشاہدہ اور وہاں کے احوال کی خبر دینے والے بکثرت کثیر ہیں جبکہ غیب محال کا مشاہدہ کرنے والے اقل قلیل ہیں۔

قبریں مین ہیں۔

**نور ۳۱:** ایک قبر دنیا یعنی زمینی قبر جو زمین میں ایک گڑھا ہے دوسری عالم مثال یعنی مثالی قبر اور یہ قبر وہ ہے جو عالم برزخ اور شہادت کے درمیان واقع ہے۔ اور ان دونوں عالموں کی قبروں کا عکس و پرتو اور مثال ہے۔ اپنی لطافت و نورانیت میں، قبر برزخ کے مشابہ ہے اور اپنی کیفیت و کیفیت کے اعتبار سے قبر دنیا کے مماثل۔ دوسری قبر عالم برزخ یعنی برزخی قبر ہے اور یہی وہ قبر ہے جو اصلی ہے اور مقام استقراری اپنی تمام روہیں اپنے بدنوں سے مفارقت کے بعد اسی جگہ قیام پذیر رہیں گی تا آنکہ نفع ہو اور جزا ہو۔

اور درحقیقت یہی وہ قبر ہے جو تنعیم و عذاب اور فراخی و تنگی کا محل ہے۔ جب کہ اہل دونوں قبروں میں تنعیم و عذاب وغیرہ ہر امر عکس اور پرتو کے بغیر ہے اور یہی وہ قبر ہے جو اقطاب ادبیائے الٰہی کے مکاشفہ کا محل ہے۔ یعنی قطب وقت پر اس کے احوال مکشوف ہو جاتے ہیں اور اسی قبر عالم سے بیشتر احوال کا اور اک و کشف انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اسی قبر عالم مثال سے ادبیاء اللہ کا فیضان جاری ہوتا ہے۔ مگر نکیر کا سوال جواب ہی اسی قبر سے متعلق ہے اور اچانے اموات کا مکالمہ اور مردوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے تعلق رکھتا ہے۔

یعنی ایک زندہ انسان، قبور ادبیاء اللہ پر جو کچھ اپنی عرضداشت پیش کرتا وہ اس کا جواب پاتا ہے، اس کے درویشی ہوئے ہیں۔ ایک بطور خطرہ صحیحہ۔ دوسرے بوسیدہ قرار دینی ہی آواز کہ کسی کنویں کی گہرائی یا کسی گیند کے اندر سے، بصورت غول غول، باہر آتی ہے یا کسی دروازہ مقام سے، ہول کے ذریعہ پہنچتی ہے۔

طور اول یعنی خطرہ صحیحہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سائل اپنے دل ہی دل میں صاحب کے خطاب کر کے ایک بات کہتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے، اس کے معاً بعد وہ



خطہ جو سائل کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ گویا جواب ہوتا ہے صاحب قبر کی جانب سے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باہمی گفتگو کی طرح جیسے ایک دوسرے سے عموماً کی جاتی ہے۔ صاحب قبر کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ لیکن یہ مرتبہ کامل و آخر مرتبہ ہے کہ اس امر میں مشق و درزش کی کثرت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

پھر یہ برزخی قبر کہ یہی اصل قبر ہے، دنیاوی قبر کے عی ذات و مقابلہ میں ہوتی ہے اور فرض کر لیں کہ مرنے والے کی دنیا میں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ یعنی وہ زمین میں دفن نہ کیا گیا بلکہ شلگوئی جانور کھا گیا، یا جل کر رہ گیا، تو شکم حیوان میں ہضم ہونے کے بعد جس جگہ اس کے پیٹ کا فضلہ خارج ہو کر قرار پائے گا، اسی جگہ اس کی قبر قرار پائے گی۔ اس لیے کہ انسانی اجزاء کے بعض اجزاء جو ختم کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ کبھی فنا نہیں ہوتے یعنی کسی نوع کا استعارہ و تغیر ان میں نہیں آتا۔ اس لیے وہ اجزاء شکم حیوان سے جس مقام پر یہ آمد ہو سکے زمین پر آئیں گے۔ اسی مقام کو اس کی قبر تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح جسم جل گیا اس طرح اس کے اجزاء پر آگندہ و منتشر ہو گئے، تب بھی وہ اجزاء اسی اصل جگہ مدفون ہیں وہ اجزاء جہاں بھی ہوں گے زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور زمین کا وہی حصہ اس کی قبر مانا جاتا ہے۔

اور اس قبر اصلی کے آثار و زمینی قبر میں کہ قبر مجازی ہے ایسے ہی پائے جاتے ہیں۔ جیسے زمین پر سورج کی شعاعیں یا کبھی مکان میں چراغ کی روشنی۔ یا جیسے روح کا تعلق بدن انسانی ہے ہوتا ہے، کچھ ایسا ہی تعلق یہاں سمجھنا چاہیے، البتہ یہ دنیاوی قبر چند روزہ ہے۔ گردش و دراز سے انواع و اقسام کے تغیرات اور تبدیلیاں اس پر جاری و ساری رہتی ہیں اور یہ بنتی بگڑتی اور مٹی رہتی ہیں۔

**نور ۲۲** یاد رکھو کہ موت نام ہے ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال کا۔ اور اسی اعتبار سے آدمی کے لیے تین موتیں ہیں اور چار زندگی۔ ان میں تین کے لیے اجل و موت ہے اور چوتھی دائم وابدی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب روز عتیاق، اللہ تعالیٰ نے، روجوں کو وجود کی خلعتیں بخشیں اور اَلْحُسْنِ بِرَبِّکُمْ فرما کر اپنی سنا۔ توبہ پہلی زندگی تھی جس کی

مقدار رب تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر جب وہاں سے منتقل کر کے عالم شہادت (دُنیا) میں پہنچایا تو یہ منتقلی عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور عالم شہادت میں ہماری یہ آمد، ہماری زندگی۔ تو عالم احسا دیں یہ ہماری پہلی موت اور دوسری زندگی ہے اور اس زندگی کی مقدار وہی ہے جسے ہم عمر کا نام دیتے ہیں۔

پھر جب ہم یہاں سے انتقال کر کے، عالم برزخ میں جائیں گے توبہ ہماری دوسری موت ہوگی کہ ہم دنیا سے رخصت ہوئے اور تیسری زندگی کہ برزخ میں ہمیں مقام ملا اور جب وہاں سے ہم عالم آخرت میں استقرار پر پہنچتی زندگی اور یہی وہ زندگی ہے جسے موت نہیں بلکہ دوامی ہے۔

**نور ۲۳** سوال :- اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کے فنا سے مطلق کے بعد اگر ہی قیامت سے مراد ہے، پھر ساری کائنات انسانی کو پیدا کرے گی اور پھر ابد الابد تک اسے باقی رکھیں گے اور دوام بخشیں گے۔ ممکن تو اسی کو کہتے ہیں کہ خود بخود موجود نہ ہو بلکہ قدرت ربانی سے وجود پائے اور پھر اس کا نیست نہال ہو کر نودست قدرت میں ہے چنانچہ اسے نابود کر دیا جائے گا۔ لیکن پھر اسے وجود میں لانے دوام باقی رکھنے میں کیا مصلحت خداوندی ہے؟

اس کا جواب جو پہلے دہلہ میں مجھے غیب سے مرحمت ہوا، اسے تحریر میں لانا ہوں اگر حفاظت ہو تسلیم کر لیں ورنہ اس کی اصلاح کی کوشش۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک دو مقام ہیں۔

ایک کان اللہ مولد یکن مع نشی اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اس مقام کا نام ہے مقام احدیّت۔

دوسرا مقام ایسے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جاہا کر اپنی خدائی کو ظاہر فرمائے۔ اور ظاہر اس کی خدائی کا ظہور ماسوی اللہ کی تخلیق کے بغیر کسی بغیر کسی صورت منظور نہیں۔ لہذا نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا۔

صوفیائے کرام اس مقام کو مقام واحدیت سے موسوم کرتے ہیں۔



اور اس میں حکمت محض اپنی معرفت ہے نہ کہ کچھ اور کہ اگر مخلوق ہوئی، تو خالق کو اُس کے سوا اور کون جانتا اور اسے کون خالق کہتا۔ لہذا بتقاضائے مقام واحدیت اس نے ماسوی کو پیدا فرمایا اور پھر خود کو اُن پر ظاہر فرما کر ارشاد فرمایا اَکْسَرُکُمْ بِرَبِّکُمْ اور خلق کو یہ جواب ملی، معتزت گردانا۔

پھر وہ ان سب کو فنا کر دے گا۔ اس لیے کہ عالم کا حادث ہونا، اسی فنا کا مستند یعنی خواست گار ہے۔ اب اگر فنا کے بعد مخلوق کو دوبارہ زندہ نہ کر دے تو وہی ایک مقام احدیت رہ جاتا ہے اور مقام واحدیت جیسا کہ پہلے حجاب میں تھا۔ پھر پس حجاب ہوجاتا ہے اس لیے کہ احدیت اور خدا کی یکتائی دوسے ہمتائی اسے واحدیت (اس کی یکتائی کے اقرار اور اعتراف) کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اس کی واحدیت سے قطعاً اس کی یکتائی کا سراغ ملتا ہے تو مقام واحدیت کا باقی رہتا، مقام احدیت کے منافی نہیں۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت مجدد قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے ہوا لکن کما کان (وہ جیسا پہلے تھا اب بھی ہے) غرض اس کی شان احدیت و واحدیت کی تختی نے چاہا کہ مقام واحدیت اپنے چہرہ زیب سے حجاب اٹھائے اور ابد الابد تک اس کی تختی افق پر رہے۔ اس لیے وہ فانی شدہ عالم کو دوبارہ زندگی مرحمت فرمائے گا۔ اور یہی حکمت ہے مخلوق کی فنا کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی خلعت بخشنے اور پیدا کرنے میں اور پھر اسے دوبارہ موت نہ دینے بلکہ ابدال ہر تک باقی رکھتے ہیں۔

اور حق یہ ہے کہ وہ تعالیٰ جل جلالہ و علم و تواتر، اپنی حکمت ان خود ہی خوب جانتا ہے۔  
**تورم ۲۲** جب آدم علیہ السلام کا جسد خاکی تیار ہوا اور آپ کے خلیفۃ اللہ ہوئے کا خلفہ ہوا اور تمام ملکوت میں اس کی شہرت ہوئی تو ملائکہ عالم بالا ابلیس کے پاس گئے اور گویا ہوئے کہ تو نے اس خاکی جسم کو دیکھا ہے۔ ہمیں بتا کہ آخر اس جسم مرکب کے خلیفۃ الہی ہونے کی وجہ کیا ہے۔ ہماری ادھر رسانی، مشکل نظر آتی ہے۔ ابلیس یسین آیا اور آدم علیہ السلام کے اس جسم خاکی میں داخل ہوا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرا پھر باہر آکر بولا کہ میں نے اس جسم میں سیر کی ہے مجھے اس میں خلافت کی کوئی وجہ معلوم

میں ہوئی۔ اس لیے کہ اس کی ترکیب پچھوں، رگوں، ہڈیوں اور خون گوشت جہتی وغیرہ سے ہوئی ہے خون میں پیمانہ و جوش آئے گا تو وہ میداب کی طرح اس کی رگوں میں گردش کریگا اور اعصاب میں تناؤ پیدا کرے گا، باہمی خون خرابے اور جنگ و جدال تک نوبت پہنچائے گا اور پھر اس سے ایسی ایسی نافرمانیاں اور بے اعتدالیاں وقوع میں آئیں گی اور یہ سب منصب خلافت کے برخلاف ہے۔ البتہ میں نے اس جسم کی بائیں جانب، ایک طاقتور سا دیکھا۔ اسی میں کوئی معنی راز اور درجعت پہنا ہے۔ مجھے ادھر جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ ناچار میں باہر آگیا۔ لہذا سبب خلافت اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہی راز پنہاں اور سر مخفی ہو سکتا ہے۔ ورنہ اور کچھ نہیں۔

حوقیائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ وہی راز پنہاں، خداوند تعالیٰ کی محبت و عشق ہے جسے آدم علیہ السلام کے دل میں درجعت دکھا اور انہیں اپنا منزل بنا یا تھا یہ درجعت کسی اور مخلوق کو نصیب نہیں ہوئی۔

اسے عزیز یاد رکھ کہ آدم محض اُس سر سر مخفی کے باعث آدم ہوئے ورنہ وہ بھی اور دوسری مخلوق کی طرح ہوتے۔ تو تو اُس راز پنہاں سے کیوں غفلت میں پڑا ہے اور اسے ترقی نہیں دیتا۔ اور اپنے خالق کو نہ تجھے تلاش ہے نہ دریافت۔ اگر وہ راز تجھے مل جلتے تو تو بھی آدمی بن جلتے۔ ورنہ ناپسند کا ناپسند رہے گا۔ کچھ نہ پاسکے گا۔ عشق الہی دل میں زیادہ سے زیادہ پیدا کر اور خود کو اس محبوب کا شیدائی بنا تاکہ تو کچھ بن سکے اور لوگ تجھے مرد خدا کہیں۔

**تورم ۲۵** جانتا چاہیے کہ نسبت بہ خدا، دو قسم پر ہے۔ ایک عاشقانہ، یعنی اس متعلق کا غلبہ جو عاشق کو معشوق کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا معشوقانہ، یعنی اُس تعلق کا غالب رہنا جو معشوق کو عاشق سے ہوتا ہے۔ پہلی نسبت غلبہ الہی ہے اور دوسری نسبت جہی۔ نسبت غلبہ الہی یہ ہے کہ طالب کے تمام کام، مطلوب کی مرضی کے مطابق انجام پائیں۔ اور نسبت جہی یہ ہے کہ مطلوب کے جملہ امور مرضی طالب کے موافق وجود میں آئیں۔



اولیاء اللہ ان دونوں نسبتوں کی طرف منسوب ہیں۔ بعض حضرات نسبت عاشقانہ رکھتے ہیں اور بعض نسبت محبوبانہ اور نسبت کے معنی ہیں جناب الہی سے دل کا دواخی تعلق اور تمام ماسوی سے انقطاع اور یہی معنی ہیں اس کلام کے جو کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب نسبت ہے۔

**نور ۲۶** طلب صادق طالب کو باذن ذی الجلال حصول کمال سے محروم نہیں رکھتی۔ اگر اس کا پیر ناقص ہو بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرید کی طلب صادق کی برکت سے ناقص پیر بھی درست ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص پیر کی تلاش و طلب میں سرگرداں رہتا۔ لیکن اُسے حسب مرضی پیر میر نہ آتا۔ ایک روز تنگ دل ہو کر شمع کھا بیٹھا کہ آج رات کو جو بھی میرے گھر میں آئے گا میں اُسے کامرید ہو جاؤں گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس رات (اور کوئی نہ آیا) ایک چور اندر گھس پڑا۔ اس طالب صادق نے کہ انتظار میں تھا فوراً آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور درخواست کی کہ مجھے اپنا مرید بنائیے۔ وہ خوف زدہ ہوا اور پہلے پہل تو بہت ڈرا۔ لیکن بعد میں اُسے احق سمجھ کر اس کی بات مان گیا کہ اس حیلہ سے پیچھا تو تو چھوٹے گا۔ پیر اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

چنانچہ جب چور نے اُسے اپنا مرید کر لیا تو مرید نے کہا کہ اب مجھے کسی کام کا حکم دیں کہ اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچ سکوں۔ وہ بے چارہ چوریہ باتیں کیا جانے سے تو ندیدی گئی سیماں را چہ شناسی زبان مرغان را

لیکن اپنی گلو خلاصی کے لیے یہ دو باتیں کہیں کہ تمام اہل خاندان سے جدا ہو کر جنگل میں نکل جاؤ وہاں کسی گوشہ عافیت میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرو اور اللہ اللہ صدق دل سے کہنا رہو اس طالب صادق نے یہ تعلیم پا کر اپنے گھر والوں سے قطع تعلق کیا اور جنگل میں نکل گیا۔ پھر وہاں عبادت الہی میں منہمک ہو گیا۔ مگر چونکہ اس کا پیر ناقص تھا یہ غصہ و تنگ نہ پہنچ سکا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کو بارگاہ الہی سے الہام ہوا کہ جاؤ فلاں چور کو تعلیم دے کر اور چہ تکمیل تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے فلاں طالب صادق کو

جسے تم نے مرید کیا تھا ہم تک پہنچاؤ۔

چنانچہ آن واحد میں معلم حضری کے طفیل وہ چور صاحب کمال و صاحب تکمیل بن گیا اور اپنے مرید کو جستجو کے بعد اس کی مراد تک پہنچایا۔ دیکھئے کہ اس طالب صادق کی طلب صادق نے جو اُسے اپنے ناقص پیر کے ساتھ تھی اُسے کیا سے کیا بنا دیا۔

**نور ۲۷** حضرت مرشد گرامی کی قد مبوی کے بعد ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ بسا اوقات درویش مردار اور حرام چیزیں کھاتے ہیں۔

بار بار دیکھا گیا کہ مردہ جانور کی چربی اور گوشت بھی کھاتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر حال وہ نہ مجذب نظر آتے ہیں نہ مجنون۔ بلکہ بسا اوقات ان لوگوں نے دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دیا اور جب غور سے دیکھا گیا تو وہ حلوہ تھا۔ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔

ارشاد فرمایا کن دیکون صفت باری تعالیٰ ہے جب بندہ فنا سے لگی کے بعد اس صفت سے موصوف اور اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس وقت اُسے یہ قدرت مل جاتی ہے کہ وہ اشیاء کی مابیت تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر وہ مردہ کے لیے کہے کہ وہ زندہ ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر زندہ کے متعلق کہہ دے کہ مردہ ہے تو وہ واقعی مردہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ مردار گوشت کے لیے کہہ دے کہ حلوہ ہے تو وہ حلوہ بن جاتا ہے اور اگر حلوہ کے بارے میں کہے کہ فضلہ ہے تو وہ فضلہ بن جاتا ہے (و علیٰ ہذا القیاس) یہ بندہ خدا تریاق کو نہ صرف قائل بنا دیتے ہیں اور زیر بلابل کو تریاق چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زہر نوشی کا قصہ مشہور و معروف ہے۔

تو جب بندہ اس صفت سے متصف ہو جائے اگر وہ فضلہ کو حلوہ سمجھ کر کھانا چاہے تو اس میں مضائقہ کیا ہے کہ اس کی قوت کرامت سے وہ واقعی حلوہ بن چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب مابیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم شرعی بھی بدل جاتا ہے۔ مثلاً انگوری شربت کہ حرام قطعی ہے اگر سرکہ بن جائے تو اس کا کھانا حلال و جائز ہے اس لیے کہ نجاست حرمت کا حکم اس کی مابیت بدل جانے کے باعث باقی نہ رہا یہی حکم تمام اشیاء کا ہے۔ لہذا اب کوئی خدشہ کی بات نہ رہی۔ میں نے عرض کیا حضرت واقعی میں سرکہ دل کو



تسل حاصل ہو گئی۔

**تور ۲۸** ایک روز میں نے حضرت مرشد گرامی قدر سے عرض کیا کہ روح کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ باری تعالیٰ کی صفات حیات کا ظل و پرتو۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات دونوں کا ادراک اور کثرت حقیقت کی دریافت ممنوع ہے۔ تو روح کی حقیقت کس طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ انہی کا عکس اور ظل و پرتو ہے۔

**تور ۲۹** ایک روز میں نے مرشد گرامی سے عرض کیا کہ حضور اس کا سبب کیا ہے کہ بعض پابند نماز فقراء، ایک ایک نماز چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے اس بارے میں پوچھا جائے تو جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھ دیتے ہیں۔  
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ط

ارشاد فرمایا کہ ان کا یہ قول تو صرف برائے بیت (خانہ پوری کے لیے) ہوتا ہے اور لوگوں سے اپنا دامن چھڑانے کے لیے یہ کہہ دیا کرتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ترک نماز کے گناہ سے بہت دور ہیں۔ اور یوں بھی اہل ایمان کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہیے (جبکہ حقیقت ہماری نگاہوں میں ترک نماز کے وجوہ متعدد ہیں۔ مثلاً کبھی انہیں استغراق حاصل ہوتا ہے کہ انہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں رہتی۔ اور کبھی جمال الہی کے مشاہدے میں ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں کہ ان سے قلم شریعت اٹھ جاتا ہے اور کبھی ایسے واردات عجیبہ کا ان پر درود ہوتا ہے کہ وہ دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی تجلی جلال کی وہ شدت ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے پر انہیں قدرت ہی نہیں رہتی۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ (پھر فرمایا کہ) ایک روز میری ابو بکر شبلی قدس سرہ بے حجابانہ (کسی روک ٹوک کے بغیر) اپنے شیخ گرامی حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان میں داخل ہو گئے اور ان کے سر ہانے کھڑے کھڑے معرے لگاتا اور اشعار پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت سامی کی پردہ نشین بی بیوں نے پردہ کرنا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا اس کی بھی حاجت نہیں کہ شبلی اس وقت اس عالم (ہوش و حواس) میں نہیں۔

پھر دیر بعد حضرت شبلی اسی حالت بے خودی میں گر پڑے اور بہت دیر اسی حال میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی حالت پر توجہ لائی اور انہیں اس عالم سُکرو مدہوشی سے، عالم محدود ہوشیاری کی طرف واپس لائے۔ حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت جنید قدس سرہ نے پردہ نشین اہل خانہ سے فرمایا کہ تم لوگ پردہ میں چلی جاؤ کہ وہ اس عالم میں واپس آ رہے ہیں۔  
عرض ان فقرہ پر انقلاب احوال کی ایسی ہی واردات اور تجلیات کا بیش از بیش دور بہتا ہے اور اس قسم کے احوال میں احکام شریعت کی بجا آوری اُن سے ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حکایت میں گزرا کہ حضرت جنید نے اس وقت کسی پردے اور کسی حجاب کی ضرورت نہ سمجھی۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہو کر تنہا نماز ادا کر لیتے ہوں۔ البتہ اس توجہ میں ترک نماز باجماعت کا ثلوث میں کھٹکتا ہے کہ تنہا ادائیگی، نماز میں جماعت چھوٹی ہے اور یہ بھی فقرہ کے حق میں سخت ناز با حرکت ہے کہ اس صورت میں مُستحب و مکرمہ بلکہ بعض علماء کے نزدیک واجب کا ترک لازم آتا ہے۔ لہذا وہی پہلی تاویلات اقرب الی الصواب ہیں۔

میں نے پھر عرض کیا کہ یہ استغراق و تخیل صرف اوقات نماز میں ہوتا ہے۔ باقی اور امور مثلاً کھانے پینے وغیرہ میں نہیں ہوتا۔ تو ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مجنون کس طرح کھاتے پیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نماز کے لیے عقل و شعور اور توجہ و توجہوں پر ان کے کھانے پینے کے باوجود امور شرعیہ میں قلم جاری نہیں۔ ایسا ہی یہاں بکھٹا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب والیس المرجح والمآب

بہر حال اُن کے حق میں نیک گمان رہنا چاہئے۔ اُن پر اعتراض نہ کرنا چاہئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں نماز باجماعت ادا کرتے ہوں۔ اس لیے کہ انہیں ارض یعنی زمینی مسافت طے کرنے کی قوت حاصل ہو اور مسجد حرام میں تفضیلت نماز (کی دولت) حاصل کرنے چاہتے ہوں کہ وہاں کی ایک رکعت، دوسری جگہ کی ایک







وہاں باری تعالیٰ کا ادراک محال و متعذر ہے اور یہاں حقیقت روح کا ادراک دشوار ترین مشکل الوصول اور متعذر ہے۔

وہاں خالق کائنات کا غلبہ و استیلاء تمام مملکت میں ہے اور وہ اپنے علم و قدرت سے ہر جگہ موجود ہے اگرچہ باعتبار ممکن کہ کسی مکان خاص میں ممکن ہو کہیں نہیں۔ اور یہاں روح اپنی تدریج و تصرف کے ساتھ بدن میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور پھر بھی کسی مکان خاص کے لیے نہیں کہا جاسکتا کہ روح فلاں جگہ ممکن و مستقر ہے۔

عالم کبیر میں مثلاً جب خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ زید کو پیدا کرے تو اولا ارادہ الہی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس ارادہ کے نتیجہ میں زید کی تخلیق کا مقدر ہوتا، اپنی اس بصیرت و شاکل اور رنگ روپ کے ساتھ روح محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے جس کا مطالعہ ملائع اعلیٰ کے فرشتے کرتے ہیں اور اسے پڑھ کر زید کی پیدائش سے آگاہ و مطلع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی وساطت سے ان فرشتوں کو اطلاع ملتی ہے جو آسمانوں اور اس کے برسوں کے ستاروں پر موقوف ہیں۔ پھر ان فرشتوں کے ذریعے چاروں عداویوں و عناصر کے فرشتوں کو اس کا علم ہوتا ہے اور یہی فرشتے اجسام انسانی پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور زید کے ماں باپ کے تو اسے جسمانیہ کو حرکت میں لا کر دونوں کو یکجا کر دیتے ہیں اس وقت زید کی وہی صورت کہ ارادہ الہی کے مطابق روح محفوظ میں منقوش ہے۔ اسی شکل و شامل میں رحم مادر میں قرار پاتی ہے۔ اور چونکہ حکم الہی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں لہذا بعینہ اسی طور پر کہ مشیت الہی میں ہے۔ زید پیدا ہوگا۔

اب اگر اللہ تعالیٰ کو اس کام کے آغاز کا انجام منظور نہ ہوا اور وہ اس کی تکمیل نہ چاہے تو زید کی پیدائش میں فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً حمل ساقط ہو جائے یا کوئی اور تبدیلی ایسی وجود میں آئے جو خداوند تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہو۔

اسی طرح عالم صغیر میں اس کی مثال سمجھ لینا چاہیے مثلاً تمہارے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ تم بسم اللہ لکھو۔ تو یہ تمہارا ارادہ ہے۔ اس کے بعد اُس بسم اللہ کی صورت تمہارے دماغ کی لوح پر منقش ہوتی ہے کہ اس اس طرح لکھوں گا۔ اس کے بعد بطیف

کلمات اور ادراج حیوانی ہیں کہ فرشتوں کے مشابہ ہیں، حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ حرکت اعصاب و عضلات میں اور پھر وہاں سے انگلیوں اور پوروں میں منتقل ہوتی ہے۔ اور بسم اللہ اسی صورت میں جو تمہاری خواہش تھی، ان پوروں کے ذریعہ وہاں میں آجاتی ہے۔ اور چونکہ ان دماغوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی۔ لہذا تم اسی بسم اللہ کو تحریر میں لے آئے جو تمہارے ارادہ کے مطابق تھی۔

اب دوران تحریر اگر یہ خیال تمہارے دل میں جاگزیں رہے کہ تم اس کی تکمیل کر لو گے شک تم اس پر قادر ہو۔ یا اگر تمہارے دل میں دوران تحریر یا یہ خیال آئے کہ اسی صورت پہلے سوچی تھی اس میں کوئی تبدیلی پیدا کر دی جائے تو اس پر تمہیں حسرت حاصل ہے کہ اسے باریک تر و خفی لکھو یا روشن تر و جلی۔ یا جیسا تمہارے بھی آئے۔

یونہی اس عالم کبیر میں قیامت ہے کہ تمام مملکت کو فنا و برباد اور بجز ذات تعالیٰ کے ہر چیز کو نیست و نابود کر دے گی۔ اور اس عالم صغیر میں موت ہے کہ مملکت جسم کو درجہ برہم کر دے گی اور سوائے بادشاہ کے کہ روح اصلی ہے کسی کو نہ چھوڑے گی۔ جیسا اس تقریر سے یہ بات بخوبی تمہارے ذہن نشین ہو گئی ہوگی *مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ* (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا) اور *إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ* (کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ

کی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا) اس کے کیا معنی ہیں۔

عالم کبیر میں بادشاہ کے امراء اور مقربین بارگاہ ہوتے ہیں تو عالم صغیر میں جگر تلی و خیر مقربین میں ہیں۔

ان بادشاہوں کے خزانچی ہوتے ہیں یہاں خیال و حافظہ ہے۔

وہاں عرض بیگی اور پرچہ نویس ہوتے ہیں۔ یہاں حسن مشرک ہے کہ حواس کی راہوں



کلی اور اکات کے لیے عقل ہے اور علوم بڑھنے کے لیے دھم دھاس۔

وہاں شاہوں کی مخصوص سواریاں ہوتی ہیں، یہاں تیرے دوپاؤں کے ان پر سوار ہو کر تو جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے۔

وہاں بادشاہوں کا ایک لشکر ہوتا ہے کہ دشمن سے دفاع کرتا ہے۔ یہاں تیرے دونوں ہاتھ ہیں کہ موذی سے تیرے بچاؤ میں مصروف رہتے ہیں۔

وہاں تحصیلدار ہوتا ہے کہ اموال اور سرکاری مطالبے فراہم کرتا ہے۔ یہاں قوت شہوانی ہے کہ کھانے پینے اور تمام ضروری حاجتوں کو طلب کر کے جمع کرتا ہے۔

وہاں چوکیدار اور کونوال ہوتے ہیں یہاں قوت غضبیتہ ہے کہ امور سیاست انجام دیتی اور کونوال کا کام کرتی ہے۔

وہاں جاسوس ہوتے ہیں کہ بیرونی حالات کی تحقیق کرتے اور دربار شاہی تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں حواس خمسہ یعنی ہاضمہ، سامعہ، شامعہ، ذائقہ اور لامسہ جاسوسی کرتے ہیں اور تمام خارجی حالات احس مشترک کی وساطت سے پہنچاتے ہیں۔

عالم کبیر میں خدمت گار ہوتے ہیں کہ اپنی اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ یہاں قوت ہاضمہ قوت غاذیہ، قوت نامیہ، قوت ماسکہ اور قوت دافعہ وغیرہ خدمت گزار ہیں کہ جس خدمت پر مامور ہیں اسے بجالاتے ہیں۔ قوت ماسکہ کھانے کو معدہ میں روکتی ہے۔ تاکہ حرارت اس میں اپنا کام انجام دے۔ قوت ہاضمہ اس کے ہضم میں مشغول رہتی ہے۔ قوت دافعہ فضلات کو باہر روک کشتوں کی طرح دفع کرتی ہے۔ قوت غاذیہ غذا کو اعصاب بدن میں تحلیل کرتی ہے۔ قوت نامیہ جسم کو بڑھاتی ہے۔ قوت غاذیہ غذا کو اعضائے بدن میں تحلیل کرتی ہے۔ قوت نامیہ جسم کو ٹھناتی ہے۔

غرض وہاں باورچی خانہ ہوتا ہے تو یہاں معدہ ہے۔ وہاں ماسہ باورچی ہوتا ہے۔ یہاں حرارت ہوتی ہے کہ ہضم کے کھانے کو پکاتی ہے۔ وہاں انگریز ہوتا ہے اور یہاں انگریز جگر ہے کہ ہضم کی غذا کو سرخ رنگ دیکر اسے خون بناتا ہے۔

وہاں سفد ہوتا ہے یہاں گردہ ہوتا ہے کہ پانی کو نمون سے جدا کرتا اور اس پانی

کو مثانہ میں پھینک دیتا ہے۔ اور پھر وہ پانی مثانہ سے فوارہ کی طرح رواں ہو کر گر جاتا ہے۔ پھر فوارہ کی مانند موجود رہتا ہے۔

وہاں بادشاہان مملکت ایک دوسرے سے آمادہ جنگ و قتال رہتے اور ایک دوسرے کے دشمن ہو کر دوسرے کی مملکت کو غلاب و برباد کرتے ہیں یہاں بیلیاں ہیں کہ مملکت روح میں داخل ہو کر روح سے مقابلہ کرتی اور اس کی مملکت کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہیں اور اسی باہمی جنگ و جدل کا نام بحران ہے۔

وہاں برسرِ پیکار فریقین ہیں سے ہر فریق کو باہر سے کمک اور مدد پہنچتی ہے یہاں مرض کو بد پرہیزی اور مصالحہ کے علم و تجربہ میں نقص و فتور سے مدد ملتی ہے اور روح کو دوا و پرہیز طبیعت کی مہارت اور مقدر میں صحت کی کمک ملتی رہتی ہے کہ دشمن کی تمام تدبیروں کو لا حاصل بنا دیتی ہے۔

وہاں چور ہوتے ہیں اور یہاں بھاری لگیں چور ہیں کہ غذا کو معدہ سے چُر کر بگڑنک پہنچاتی ہیں۔

وہاں رعایا میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور یہاں اچھے اخلاق اور بُری عادتیں ہیں۔

وہاں عناصر اربعہ ہیں اور یہاں اخلاط اربعہ، کہ عناصر کے ہم مزاج ہیں۔

وہاں روشن ستارے ہیں کہ اپنی چمک دمک سے دنیا کو روشن اور اندھیرے میں نہماں چیزوں کو آشکار کرتے ہیں۔ یہاں جسمانی اور روحانی آنکھوں کی روشنیاں ہیں کہ روشن و متور کرنے کے انتظام میں رہتی ہیں۔

وہاں پہاڑ ہیں جن کے باعث زمین ساکن ہے یہاں بڑیاں ہیں کہ پہاڑوں کی مانند استاد ہیں اور انسانی بدن ان پر قائم ہے۔

وہاں درخت اور دوسرے نباتات ہیں۔ یہاں بدن کے بال اُن کے مقابلہ میں ہیں۔

وہاں نہریں ہیں جن میں پانی رواں دواں رہتا ہے یہاں رگیں ہیں جن میں



طرت منقسم ہو سکے۔ وہ نہ تقسیم قبول کرتا ہے اور نہ اس سے کوئی چیز مرکب ہوتی ہے اور نہ وہ خود کسی چیز سے ترکیب پایا جاتا ہے۔

۳۲  
 واضح رہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک صفات باری تعالیٰ عین  
 ذات ہیں، اس کی ذات سے جدا اور غیر نہیں اور عالم حیرت سے  
 مژد بھی یہی سیر صفات ہے۔ تو میر صفات، سیر ذات سے کہ مقام لا بہوت ہے، اس طرح جدا قرار  
 پاسکتی ہے، البتہ البظاہر اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صفات باری ذات باری سے جدا ہیں  
 عین ذات نہیں۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ صفات و ذات میں عینیت کی  
 تقدیر پر بھی، نماز و ملتاز اعتبار باری ضروری ہے اور یہ تمام اعتبارات متعدد ہیں۔ اور  
 ذات باری کے لیے ہر اعتبار سے جدا گانہ شان اور علیحدہ نام ہے۔ سیر و معرفت اور نماز  
 اعتبارات میں آسانی کی خاطر ہر سیر کو دوسری سیر سے الگ قرار دیا۔ ورنہ وہی ایک سیر  
 لا بہوتی کافی سے کہ مقصود وہی ہے۔ جمالا صحیفہ۔

اور اسی فقر پر سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ سیر حیرت کا سیر لاہوت سے جدا ہونا اس بات کا متقاضی نہیں کہ ذات وصفات میں غیرت کا قول کیا جائے۔ البتہ تکلمین کے نزدیک صفات باری نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ جبکہ حکماء غیریت (صفات کی نفی کر کے صفات کو عین ذات کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ. مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ بَعْدَهُ. مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ مَعَهُ.

یہ چار مقومے میں جو اولیاء اللہ کی زبان پر اُس وقت آجاتے ہیں جب کہ رب الارباب کا قُرب اور مدارج عالیہ پر عروج اُنہیں حاصل ہوتا ہے۔ سہرونی، اپنے مرتبہ کے مطابق

کسی ایک مقولہ کو اختیار کرنا اور گنگنا تار رہتا ہے۔

مقولہ سیدنا حضرت صدیق اکبر کا ہے۔ دوسرا مقولہ سیدنا فاروق اعظم کا تمثیل  
سیدنا عثمان غنی اور چوتھا مقولہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی کا  
اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اپنے اپنے مرتبہ قرب کے مطابق ان حضرات سے یہ  
کے نزدیک ہوتے۔

پہلے منقولہ ناشی و ماخوذ ہے۔ میدان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
 کوئی مبارک سے کہ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا  
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک مصداق ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا  
 كَلَّمَ اللّٰهَ قَبْلَهُ اور دوسرا منقولہ ماخوذ ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے  
 اِنَّا مَعِيَ رَبِّي اور آپ کا یہ قول مصداق ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ  
 وعدہ کا۔ اول طریق جذب ہے اور ثانی طریق سلوک اور فرق ہمارے نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے شہود اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شہود میں یہ ہے کہ حضرت  
 علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر پہلے حضرت حق پر ہے۔ پھر اپنے نفس مبارک  
 اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے اپنی ذات پر گئی۔ پھر ذات حق تعالیٰ پر۔  
 اور یہ دونوں ہی طریقے خوب و محبوب میں لیکن اول طریقہ اتم و اقرب ہے۔  
 اور منقولہ حضرت صدیق اکبر کا طریق جذب ہے یعنی من جانب اللہ کہ برہان لٹی ہے  
 ہے اور منقولہ سیدنا فاروق اعظم کا یہ طریق روش سلوک ہے یعنی اپنے شعور و فہم کے مطابق  
 یہ برہان آتی ہے اور جذب و سلوک سے یہاں بھی معنی مراد ہیں نہ کہ مشہور اصطلاحی  
 معنی۔ اس لئے کہ اصطلاحی معنی میں سلوک جذب پر فوقیت حاصل ہے۔

پھر لفظ فی اور لفظ معدا دونوں خبر دیتے ہیں تعدد مشہور کی۔ اور شک نہیں کہ توحید یعنی شہود وحدت الٰہی ہو یا اتنی (تعدد مشہور سے) افضل و اکمل ہے۔

پھر لفظ مع میں دونوں شہود کی برابری کی جوت آتی ہے جبکہ فی میں ایسا نہیں۔  
ان چاروں مقولوں کے اعتبار سے ان چاروں کے مراتب میں فرق، اور ایک کو دوسرے



پر فضیلت حاصل ہے یہ فائدہ بھی میں نے اسی لیے تحریر کیا کہ ان حضرات میں مندرجہ  
مراتب اور ایک کی دوسرے پر فضیلت کا سبب روشن ہو جائے یعنی ان مقولات کی  
روشنی میں

**نور ۳۴** - انسان جب حیلہ بلوغ کو پہنچتا ہے تو تین روحوں، اُسے اپنے قبضہ  
میں لیتی ہیں۔ دو علوی از قسم ملائکہ اور ایک سفلی از قسم  
شیطانی پہلی دونوں روحوں انسان کو کار خیر پر آمادہ کرتی ہیں پہلی روح اس کے دل  
میں نیکی کی رغبت ڈالتی ہے اور دوسری روح، اُسے غل و آ مد پر قدرت دیتی ہے اور  
تیسری روح بُرائی کی محرک ہوتی ہے یعنی اولاً اس کے دل میں بُرائی کی خواہش پیدا کرتی  
ہے اور پھر اس کے اسباب بھی اس پر واضح کر دیتی ہے۔

یہ تینوں روحوں، تجر انسان دوسرے حیوانات کے لیے نہیں ہوتیں اسی لیے  
حیوان مکلف اور احکام شرعیہ کا مخاطب و مامور نہیں جبکہ انسان مکلف ہے اور  
چونکہ انسان کبھی ان دونوں کی متابعت کرتا ہے اور کبھی شیطان کی موافقت۔ لہذا ان  
تینوں روحوں میں باہمی چپقلش اور جنگ و جدل کا سماں سا رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے  
سے یہ (بحالت مغلوبیت) ناممکن بھی ہوتے ہیں۔ اگر انسان ان فرشتوں کی موافقت کرتا  
ہے تو شیطان حسرت و ندامت میں گرفتار رہتا ہے۔ اور اگر انسان شیطان کی متابعت  
میں تدمر اٹھاتا ہے تو ان فرشتوں کو شرم و انگیز ہوتی ہے اور یہ دروات کا سلسلہ  
مدت العریوں ہی دراز رہتا ہے، آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہزار  
سفری جو عوام الناس میں مشہور ہے اسی شیطان کا نام ہو، اور جسے ہمزاد علوی و نوری  
کہتے ہیں اُس سے مراد یہی دونوں فرشتے ہوں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے۔ انسان کو تو  
یہ چاہیے کہ انہیں دونوں فرشتوں کی ہمیشہ متابعت و تابعداری میں گزارے تاکہ آخرت  
میں نجات پاسکے۔

**نور ۳۵** - ہر زمانہ میں ایک غوث ہوتا ہے کہ اس زمانے کے نمامی اور ایما  
گرام کا سرتاج و سر دار ہوتا ہے اور اس کے زمانے کا کوئی

وئی اس کا مرتبہ نہیں پاسکتا۔ اسی کو قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ تمام عالم کے  
کاروبار کا اُسی پر دار و مدار ہوتا ہے۔ اور تمام نظم و نسق اُسی کے ہاتھوں نافذ ہوتا اور نفاذ  
پاتا ہے۔ اس غوث کا لقب عبد اللہ ہوتا ہے۔ اور ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔  
وزیرِ دوست راست اور وزیرِ بدست چپ۔ عبد الرب اور عبد الملک نامی عبد الرب  
وزیرِ دوست راست کا نام ہے۔ اور عبد الملک وزیرِ بدست راست۔

اس سلطنت میں وزیرِ بدست چپ، وزیرِ دوست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے  
بجائے سلطنت دُنیاء اس لیے کہ یہ سلطنتِ قلب ہے اور دل جانبِ چپ اسی  
لیے احب عبد اللہ کی رحلت ہوتی ہے تو عبد الملک اس کے قائم مقام کر دیا جاتا  
اور عبد الرب عبد الملک کی جگہ لیتے ہیں اور عبد الرب کی جگہ کسی اور کو نامزد کر دیا  
جاتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

(صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ غوث کے انتقال کے بعد غوث کی جگہ  
امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا۔ اور امامین کی جگہ اوتادِ اربعہ سے۔  
اور اوتاد کی جگہ بدلاء سے۔ بدلاء کی جگہ پر ابدالِ شعبین سے۔ اور ان کی جگہ  
تین سو لفظ سے۔ پھر ادبیاء سے اور ادبیاء کی جگہ عامہ مومنین سے کر دیا جاتا ہے  
کبھی بلا لحاظ ترتیب، کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں۔ ان کا مرتبہ ابدال سے  
زیادہ ہے)

زمانہ نبوت میں بحیات ظاہری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کہ غوث  
اکبر و غوثِ ہر غوث ہیں عبد اللہ تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور  
کے وزیرِ دوست چپ عبد الملک تھے اور سیدنا عمر فاروق اعظم وزیرِ دوست راست اور  
عبد الرب تھے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو صدیق اکبر  
(امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر متنازع ہوئے اور عبد اللہ بنا سکتے تھے اور سیدنا  
فاروق اعظم و عثمان غنی اکو وزارت عطا ہوئی اور یہ دونوں حضرات بالترتیب  
عبد الملک اور عبد الرب کہلائے۔ اور جب صدیق اکبر کا دور مبارک ختم ہوا تو امیر المومنین



حضرت فاروق اعظم کو غوثیت مرحمت ہوئی اور حضرت عثمان غنی و علی المرتضیٰ وزیر ہوئے اور فاروق اعظم عبداللہ عثمان غنی عبدالملک اور مرتضیٰ علی عبدالرب نامزد فرمائے گئے اور جب فاروق اعظم کا عہد اقدس ختم ہوا تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی (کو غوثیت عنایت ہوئی اور آپ) عبداللہ ہوئے اور مولیٰ علی مرتضیٰ و امام حسن و وزیر ہوئے علی مرتضیٰ عبدالملک اور حسن مجتبیٰ عبدالرب۔

پھر جب حضرت عثمان غنی کا زمانہ مبارک اختتام کو پہنچا تو سیدنا علی مرتضیٰ (کو غوثیت مرحمت ہوئی) اور آپ عبداللہ ہوئے اور سیدنا امام حسن عبدالملک اور سیدنا امام حسین عبدالرب اور جب مولیٰ علی کا دور مبارک انتہا پذیر ہوا تو خلعت عبداللہی، سیدنا امام حسن کو ملے۔ پھر آپ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔  
 (یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے اور امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث اور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز اور عبداللہ ہوئے حضور کے بعد چلنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک، سب نام سب حضور غوث اعظم ہوں گے) انا انکے آخری زمانہ میں غوثیت کبریٰ کا یہ منصب امام مہدی کو مرحمت ہوگا۔ قدرت اسرار ہم، عبداللہ اپنے زمانہ خاص میں تمام عالم کو فیضان سے نوازتا ہے اور اس کے توسط کے بغیر کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا فتوحات میں ہے کہ :-

اصطلاح خاص کے بموجب، جن حضرات کو قطاب لقب دیا جاتا ہے وہ ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی کو غوث کہتے ہیں اور یہی اپنے دور میں جماعت اولیاء کا سر تاج ہوتا ہے۔ پھر جن لوگوں کو قطبیت مرحمت ہوتی ہے۔ ان میں بعض کو دنیاوی ظاہری حکمرانی بھی عطا فرمادی جاتی ہے۔ جبکہ حکومت باطنی ان کا اصل منصب و مقام ہوتا ہے مثلاً سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ، معاویہ بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور متوکل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اور انہیں قطاب میں وہ حضرات بھی ہوتے ہیں جنہیں خلافت باطنی تو حاصل ہوتی

ہے لیکن بظاہر وہ حکمران نہیں ہوتے۔ جیسے احمد بن ہارون الرشید، یازید بطلانی۔ بلکہ اکثر قطاب کو ظاہری فرمان روائی مرحمت نہیں ہوتی جیسا کہ ائمہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر یہ قطاب کسی زمانے میں دوسے تہذیب و تمدن نہیں کرتے اور کوئی ان کا ثلث نہیں ہوتا۔ ان میں ایک عبدالرب ہیں دوسرے عبدالملک۔ اور قطب الاقطاب ہیں عبداللہ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **وَ اَنْ تَكُنْ اَنْتَ اَوْ عِبْدُكَ**

اور یہاں عبداللہ سے مراد ہے ذات گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ تو قطاب سارے ہی عبداللہ ہوتے ہیں۔ اور امام ہر زمانے میں عبدالملک اور عبدالرب بھی دونوں قطب وقت کی رحلت کے بعد درجہ بدرجہ اس کے خلیفہ و جانشین ہوتے ہیں اور اس کی قطبیت کے دور میں دو وزیروں کے قائم مقام۔ ان میں سے ایک عالم ملکوت کے مشاہدہ میں منہمک رہتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے ساتھ۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم

**لور ۳۶** **اَلْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّةِ اِذَا وَلَّيْتَ** نبوت سے افضل ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ اس لیے کہ ولایت سے مراد پسندی سے بلندی تک ترقی یعنی ذات باری سبحانہ کی ولایت محبت اور شوق کا غالب اور تمام دوسری اشیاء کا اس کے مقابلہ میں فانی و معدوم رہنا اور اس میں گم ہو جانا اور نبوت سے مراد ہے ترقی سے تنزل یعنی شعور ماسوی اللہ کا پھر واپس دے دینا اور اسے عالم ناسوت میں سے آنا تبلیغ رسالت کے لیے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تنزل ہے۔ لا محالہ فی کی ترقی اس کے اس تنزل سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس قول کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ اولیاء کی ولایت انبیاء کی نبوت سے افضل ہے۔

**لور ۳۷** **اَلْقَبِيضُ وَالْكَسْبُ كَلَامٌ هَآءَا اَلَا شَيْءٌ يُفَاعِلُ** اس فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ جب اولیائے الٰہی کو دولت وصال خداوندی حاصل ہو جاتی ہے تو لا محالہ شانت اور فرحت نگاہوں کے درپردہ ہوتی ہے



اسی حالت کو صوفیاء کی اصطلاح میں بسط کہتے ہیں۔ اور کبھی وضال کی بجائے بھر سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس حالت کو قبض کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں حالتیں مدام اولیٰ بدلتی رہتی ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہمیشہ حالت بسط رہے تو اس کا عادی ہو جائے گا اور مناسبت اشتیاق باقی نہ رہے گا۔ اس لیے قبض پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک حجاب حائل ہو جاتا ہے تاکہ اپنی آتش شوق کو اپنے دامن سے حرکت دیتے رہیں اور اس وقت ان حضرات کی حالت وحشیوں جیسی ہو جاتی ہے۔ اور ان سے مدہوشوں جیسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جیسا کہ مجازی عاشقوں کا زمانہ ہجر میں حال ہوتا ہے اور جب یہ قبض اٹھا لیتے ہیں اور بسط آشکارا فرما دیتے ہیں تو ان کے چہروں سے ایسی تازہ جلالت اور بے اندازہ بشارت پیدا ہوتی ہے جس کے بیان سے زبان معذور رہے حال ہے۔ اگرچہ دل ان روشنیوں کے اقتباس کی کثرت سے معمور و مالا مال رہتا ہے۔

**نور ۳۸ :-** صوفی فقیہ کا محتاج ہے نہ کہ فقیہ صوفی کا دست نگاہی قول ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ اگر صوفی کا مرتبہ فقیہ سے زائد مانا جائے۔ ہاں بعض صوفیائے کرام فقیہ اُس عالم کو کہتے ہیں جو عارف باللہ یعنی صوفی بھی ہو۔ اگر ایسا ہے تو بے شک ایسا فقیہ صوفی محض سے عالی مرتبہ کہلائے گا۔

**نور ۳۹ :-** جہانی آنکھوں سے، رویت باری تعالیٰ دنیاوی زندگی میں محال ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی و مرسل و ملک مقرب کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اگر کوئی شخص اپنے یا کسی دوسرے کے حق میں یہ عقیدہ رکھے وہ یقیناً گم کردہ راہ ہے۔ اولیاء اللہ کو بھی چشم سر یہ مشاہدہ میسر نہیں، اور وہ جو سلوک کی کتابوں اور ملفوظات میں جا بجا شہود اور مشاہدہ جمال الہی کا ذکر آتا ہے۔ اس سے بھی ان جہانی آنکھوں سے دیکھنا سرگرمزاد نہیں۔ بلکہ یہاں مقصود ہے نور قلب اور اشراق باطن سے دیکھنا۔

بلکہ بعض اصحاب سلوک کو اس روایت کا بھی انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چشم قلب

اولیاء اللہ کو جو دنیا میں مشاہدہ جمال ہوتا ہے، اس کی حقیقت اس کے سوا اور نہیں کہ ذات باری تعالیٰ پر ساک کا یقین، عوام سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ بعینہ مشاہدہ جمال مراد نہیں۔ شرح تعریف میں ان مطالب کو احسن وجہ سے بیان فرمایا گیا ہے اس کتاب کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

**نور ۴۰ :-** ایک روز میں نے اپنے مرشد محرمی سے دریافت کیا کہ اولیاء کی صفت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب بندہ کی ذات و صفات محبوب ہو کر فیئاً منسیاً اور نیست و نابود ہو جائیں کہ غیر سے لگنے نہ منقطع اور ان صفات سے منصف ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ولی ہو چکا ورنہ نہیں۔

**نور ۴۱ :-** بعض جاہل فقیر خود کو خلافت منزع رکھتے ہیں مثلاً دارطی منڈا تے یا حد شرع سے کم رکھتے یا شراب و بھنگ وغیرہ پیتے، ایسی کپڑے پہنتے اور خوش دلا یعنی کھے زبان سے نکالتے اور ایسی ہی دوسری حرکتیں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی کو نصیحت کی جائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو فقراء کے فرقہ ملا مکتبہ سے ہیں اس لیے ہم اپنے آپ کو اس طور و طریق پر رکھتے ہیں تو ایسوں کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بڑے گمراہ (اور شیطان کے دام تزدہر کا شکار) ہیں۔

فرقہ ملا مکتبہ کا اصل طریقہ یہ نہیں بلکہ فقرائے کلامتی وہ ہوتے ہیں کہ شریعت کے مستحبات میں سے کوئی مستحب بھی ترک نہیں کرتے۔ البتہ اس اخلاص کو جو انہیں حق تعالیٰ سے ہے، بندوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھتے اور عوام الناس کی نگاہوں میں نہ قدر سے رہتے ہیں) نہ یہ کہ شریعت مطہرہ کی مخالفت کو اپنا شعار اور سلا مکتبی کرنے کے دعویٰ کو اپنی سرکشی کا ذریعہ بنالیں۔ ایسے ملا مکتبہ باطل کو شش ہیں۔ حق کے لیے سرفروش نہیں۔ ان کے طور طریق اور چال چلن سے جہاں تک بن پڑے دور و نفور رہنا چاہیے۔

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آتی جسے لکھنا ہوں۔ اس سے مسئلہ پر خوب روشنی پڑتی ہے کہتے ہیں کہ زمانہ گزشتہ میں دو زن دشو (میاں بیوی) تھے شوہر کا طریقہ



کلامی تھا یعنی ظاہر میں وہ صوفیائے کرام کی روش کے مطابق مجاہد سے اور ریاضتیں کرتا نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ مخلوق خدا سے پوشیدہ رہ کر ان میں مصروف رہتا اور اس کی بیوی اگر خود بھی عبادت گزار تھی ہمیشہ اسے ملامت کرتی کہ میں کبھی تجھے حق کی بات توجہ کرنا نہیں پاتی، وہ جواب دیتا میں کیا کروں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ میں بدترین مخلوق نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بخشے اور پھر ایک جب اس کی بیوی سوتے سے اٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا شوہر حق کی طرف متوجہ اور ذکر الہی میں مستغرق ہے۔ دل میں غم خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے۔ آج رات مجھ پر حقیقت فائز ہو گئی تو اپنے اغلاص کو چھپانا رہتا ہے۔ شوہر نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا۔ بولی پچھلی رات میں نے تجھے دیکھا کہ اپنے موٹی کی بندگی میں مصروف اور ہر چیز سے بے خبر تھا۔ شوہر نے تین بار اس بات کو دہرایا اور پوچھا کہ کیا تو بیخبر رہی ہے کیا تو نے مجھے اس حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا خدا سے عزوجل کی قسم میں نے خود تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ شوہر نے جب یہ سنا تو ایسی شرم اس پر طاری ہوئی کہ اپنی جان، جان آفریں کو سپرد کردی (اور دنیا سے سدھار گیا)

عزیز بیٹے! کلامیت ایسے ہی لوگوں کو کتنا زہر دیتا ہے نہ کہ خلاف شریعت بے دینوں کو۔ ایسوں کو کلامی فقیر کہنا بڑی فاحش غلطی ہے۔

**نور ۴۲ :-** جسمانی معراج، بحالت بیداری، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ کسی ولی کو بھی میسر نہیں۔ اگرچہ وہ مرتبہ قطبیت و ولایت اور غریت پر فائز ہو۔

**نور ۴۳ :-** روحانی معراج، خواہ بحالت خواب ہو یا عالم واقعہ میں، اولیاء کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے۔ اور عالم واقعہ اس استغراقی حالت کا نام ہے جو مراقبات کی کیفیات میں بیداری و خواب کے درمیان عارض ہوتی ہے۔ **سوال :-** سماع سننے اور شعر کہنے کی اہلیت کے کیا معنی ہیں؟ **جواب :-** سماع کا اہل وہ شخص ہے کہ خود اپنے دل پر اور

دوسروں کے دلوں پر ایسا اثر انداز ہو کہ ماسوی اللہ کا خطرہ بھی نہ آنے دے۔

**نور ۴۴ :-** نہ نہیں؟ **سوال :-** ولایت میں وہ کونسا مقام ہے جس سے اعلیٰ کوئی مقام

**جواب :-** وہ مقام قریب ہے کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان واقع ہے اور جو حصہ میں آیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چنانچہ شیخ اکبر نے فتوحات میں فرمایا کہ یہ مقام جسے ہم نے صدیقیت اور نبوت تشریف کے درمیان ثابت کیا یہی مقام قربت ہے اور یہ افراد کے لیے ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ عند اللہ نبوت تشریف کے مقام کے نیچے اور مقام صدیقیت سے عند اللہ بالا ہے اور اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس راز سے جو صدیق اکبر کے سینہ میں ڈالا گیا۔ اور اس کی بدولت آپ کے تمام دوسرے صدیقوں پر نصیحت پائی۔ اس لیے کہ ان کے قلب مبارک میں وہ بات آئی۔ جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لازم سے نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے مابین اور کوئی ایسا مرد نہیں۔ تو یہی صدیقیت کے حامل ہیں اور یہی اس راز کے صاحب

**نور ۴۵ :-** ولی پر اپنے احوال کا دوسروں سے پوشیدہ رکھنا لازم ہے جبکہ نبی پر اپنی نبوت کا اظہار فرض۔ ہاں مجبوری ظہور میں آجائے تو اور بات ہے۔ اس کے ارادہ و اختیار کو اس میں دخل نہ ہونا چاہیے۔ یہاں اپنے مرتبہ برحق کی ایک حکایت لکھنا ہوں کہ اس سے مسئلہ کی بڑی اچھی وضاحت ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ اسخورد والہ کے ایک مرید مظهر علی صاحب بریلوی نے بیان کیا کہ میں ایک رات استغناء کے لیے اٹھا اور طہارت کے لیے پانی لینے اپنے حجرہ سے باہر صحن میں آیا۔ کیا دیکھا ہوں کہ درگاہ معانی میں بزرگان دین کا بڑا مجمع ہے جیسے کسی کے عرس شریف کی تقریب ہو، اور حضرت صاحب البرکات کے ہاتھیں دالان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے جو اس بات سے بڑا ہوا اور اس تخت کے ارد گرد اکابر و اولیاء اللہ تشریف فرما ہیں۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک منظر دیکھا کہ ہمارے پیر و مرشد



کو لباس فاخرہ شاہانہ زیب تن فرمائے اور سہ مبارک پر تاج جمائے، دو بزرگ بغل میں ہاتھ دیے لارہے ہیں۔ پھر آپ کو اس تخت پر بٹھایا اور پھر سارا مجمع تعظیماً کھڑا ہو گیا اور بزرگان دین نے بڑھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔  
میں نے یہ حالت دیکھی تو حیرت کا مارا، زینے کے نیچے کھڑا کھڑا رہ گیا۔ اس کے فوراً بعد تمام حضرات اندر تشریف لے گئے اور پھر غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کے باعث میں ساری رات سو نہ سکا۔ اور علی الصبح مسجد میں حاضر ہو کر حضرت والی کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی۔ پھر جو کچھ دیکھا تھا۔ اُسے حضرت کی خدمت میں عرض کے بعد اس مقام کی کیفیت سے متعلق استفسار کیا۔ پہلے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا اور حالات خواب کا کیا اعتبار لیکن جب میں نے اصرار کیا تو انوار کیفیت میں فرمایا کہ "خاموش رہنا۔ یہ ماجرا کسی اور سے بیان نہ کرتا" میں اُس وقت سے برابر خاموش ہوں۔ اللہ اللہ! اپنے حال و مقام کا اخفا اور اس درجہ اخفا کہ کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی اس کا ذکر درمیان میں نہ آیا جبکہ دراصل یہ مقام "قطیعت" اور ولایت مارہ کی حضور والی کی خدمت میں سپردگی کا مقام تھا۔ اور اسی روز سے حضور والا وفات شریف تک مارہ مرحوم سے باہر تشریف نہ لے گئے اور صد ہا کرتبیں خود بخود ظاہر ہوتی رہیں۔ جن کا ذکر باعث تطویل ہے حضور کے وصال شریف کے بعد میں نے اس واقعہ کی تصدیق منظر علی صاحب کی زبانی کر لی۔

**نور ۴۴ :-** عبادت میں حضوری قلب کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بندہ یہ سمجھ کر عبادت کرے کہ گویا خداوند تعالیٰ اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اُسے دیکھ کر یہ عبادت کر رہا ہے۔ یہ مقام بڑا بلند مقام ہے اور اکابر اہل حق کا حصہ۔ دوسرے یہ کہ بندہ یہ سمجھ کر بندگی بحال دے کہ خداوند تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کی عبادت میں مصروف ہوں۔ یہ مرتبہ عبودیت بھی اگرچہ ذوق و شوق فور و حضور اور اخلاص و جہالت ہے تاہم اس پہلے سے ادنیٰ ہے اور بہتر ہے۔ متوسلین کا اور وہ عبادت جس میں ان دو تصوروں میں سے کوئی تصور نہ ہو۔

ان کا مرتبہ ہے یعنی عوام الناس کا زبان پر ذکر خدا اور دل میں ما و شہا۔ مولائے کیم عافیت بخشے۔ آمین۔

**نور ۴۸ :-** ایک عجیب تر بات یہ ہے کہ اندرون قلب سے ملکوت آسمان کی طرف ایک روزن کشادہ ہے۔ جیسا کہ بیرون قلب عالم محسوس کی طرف پانچ دروازے کشادہ ہیں۔ یعنی قلب نبی آدم میں یہ استعداد رکھی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ وہ عالم ملک و ملکوت و حیرت و لاہوت کا ادراک کر سکتا ہے اور یہ گمان نہ کرنا کہ عالم ملکوت کی جانب اول کا یہ روزن، خواب یا نیند کے علاوہ کشادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بیداری میں بھی، ریاضت و مجاہدہ میں کثرت کی بدولت یہ روزن کشادہ ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ تعلیم کی خاطر زبانِ قلم پر آئے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی آدمی ہے۔ نفس کی تین شکلیں ہیں مطمئنہ، توامرہ، امارہ۔ نفس مطمئنہ ایسا ہے کرام اور اکابر اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوس میں کہ ان کے ارادے مشیت الہی میں فانی ہو چکے اور کسی بھی قسم کے خلاف حق کو حال کوئی راہ میسر نہیں۔

نفس توامرہ عیبوں پر لامنت کرنا اور برائی کے ارتکاب سے باز رکھنا ہے اور کسی ایسی بات کا صدور ہو جانا ہے تو جلد ہی نہامت و توبہ پر آدمی کو آمادہ کر دیتا ہے۔ یہ نفس ہے نیکوکار اور فرمانبردار بندوں کا۔ اور نفس امارہ وہ ہے کہ ہر شے بدی کی طرف مائل رہتا اور اُس پر اصرار اختیار کرتا ہے۔ یہ عوام الناس کا نفس ہے جو دنیا و آخرت سے غافل، اور دنیا و مافیہا پر فریفتہ و مائل رہتے ہیں۔

**نور ۴۵ :-** تلون اور تکون دو جدا گانہ مقامات ہیں۔ اگر سالک نے مجوز راہ سلوک طے نہیں کی ہے اور وہ اسی جدوجہد میں مصروف ہے تو اسے صاحب تلون کہتے ہیں، اور اس کے برعکس تو تکون کہتے ہیں اور اسی کو واقع اور راجع کہا جاتا ہے۔

**نور ۴۶ :-** قلب و نفس و روح یہ تینوں الفاظ، باعتبار معنی مترادف یعنی



ہم معنی میں جس سے مراد ہے ذات انسانی۔

**نور ۵۲** صوت سردی کیا ہے؟ یہ عالم قدس کی ایک آواز ہے کہ شغل حرائی میں کانوں کے سوراخ کے جس کے وقت بانگ کی سائی دیتی ہے۔

**نور ۵۳** جاننا چاہیے کہ اصلان حق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک کاملان مکمل ہونے پر یا سختوں اور مجاہدوں میں مشغول رہ کر بقایت الہی خود در کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی پہنچاتے ہیں۔ یہ حضرات باقی دوسروں پر فائق ہوتے ہیں اور دوسرے کاملان مکمل کہ خود در کمال پر فائز اور ثابت قدم ہیں اور وہیں مستقر رہ کر اپنے کمالات کو بام ترقی پر پہنچاتے ہیں۔ انہیں مخلوق کی جانب تفرق نہیں دیا جاتا اور نہ دوسرے ان سے کما حقہ فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہ حضرات پہلے دوسرے حضرات سے ہم سہری نہیں رکھتے۔ لیکن یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر مکمل ہونے والے سے علی الاطلاق افضل نہیں۔ بلکہ افضلیت اس وقت پاتا ہے کہ یہ دونوں وصف کاملیت میں برابر ہوں پھر اس کے بعد کسی ایک کو مکملیت کا مرتبہ سوئپ دیا جائے۔ اس صورت میں اس مکمل کو اس کامل پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر مکمل ہر کامل سے افضل ہو۔

**نور ۵۴** پوشیدہ نہ رہے یہ بات کہ خواب نام ہے اس حالت کا کہ کسی جاندار پر طاری ہوتی ہے اور اس کا سبب ہے رطوبت اور تھہ نہ تھہ صعود کرنے والی ادھواں دار حرارتوں سے اعصاب و دماغ کا استرخاء یعنی ڈھیل پڑ جانا۔ بایں طور کہ حواس ظاہرہ احساس سے معطل ہو جاتیں۔ اس صورت میں نیند اور احساس میں متقابل بالعرض ہے۔ جیسا کہ مانع کی موجودگی میں کسی معلول کا ہونا یا عدم شرط کی صورت میں مشروط کا موجود ہونا اور بعض کے نزدیک نیند نام ہے حواس کا اپنے مکمل سے کسی کے لیے معطل ہو جانا اور یہ طاری ہوتی ہے اس وقت جب غذائی بخارات، معدہ کی جانب سے دماغ کی طرف صعود کریں اور اس صورت میں

اور احساس کے مابین متقابل عدم ملکہ ہوگا۔ اور ہر صورت نیند اور احساس کی جمع ہوتے۔

لیکن اصحاب ستوک کے نزدیک نیند نام ہے اس غفلت کا، جو امر مزاجی کے سبب دماغ میں عارض ہوتی ہے اور امر مزاجی کی تشریح یہ ہے کہ انسان کے جسم میں دو کنارے ہیں۔ ایک سامنے دوسرے عقب میں۔ سامنے والا حصہ مخزن نور و عقل کا اور ان دونوں حصوں کے درمیان ایک روزن ہے جو دونوں میں مواصلت ہے اور جب انسان کو نیند آنا شروع ہوتی ہے تو ایک غبار ابر رقیق کہ مانند پیدا ہوتا ہے کہ عقل کے حجاب کا باعث ہے اور یہی غبار ان روزن میں پھیلتا ہے تو اس وقت نیند غلبہ پالیتی ہے۔ اس کے بعد وہ غبار کان اور زبان میں جمع کرتا ہوا اول صوبہ پری پہنچتا ہے۔ اس وقت غنودگی طاری ہوتی ہے۔ یعنی آجاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔ امر مزاجی سے انہیں معنی کا ارادہ کیا جاتا ہے جو ہم نے لکھے۔

البتہ یہاں ایک کیفیت اور بھی ہے جو نیند کے مانند ہے اور جس کا نام اصطلاح صوفیہ میں غیبت ہے (یعنی آپے میں نہ رہنا) اور ہوتا بھی یہی ہے کہ اس اپنے افعال سے معطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اس کا سبب وہ فراوانی حالت ہے جو عالم بالا سے دل میں وارد ہوتی ہے۔ اور دل کو، عالم ظاہر سے، غیب کی طرف کھینچتی ہے اور اس حالت میں جو چیز شہود میں آتی ہے اُسے شہدہ اور مکاشفہ کہتے ہیں نہ کہ خواب۔

جیسا کہ صوفیوں کا نزدیک نام ہے حواس کے عدم تعطل کا۔ اور اس عدم تعطل کا سبب عالم بالا کے آثار کا دروہ ہے اور یہ حالت بیداری کے مشابہ ہے۔ بیداری نام ہے حواس کے معطل نہ ہونے کا جبکہ سبب مذکور کا عالم بالا سے نہ ہونا اور بحالت صحو جو کچھ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اسے معائنہ کہتے ہیں۔ اور جو بیداری میں محسوس ہوتا ہے اُسے عیاں اور رؤیت عرضی بھی کہتے ہیں۔



## تورہ

جب سالک سیرالی اللہ سے فراغت پا کر سیر فی اللہ میں قدم بڑھاتا اور درجات عالیہ پر ترقی کرتا جاتا ہے تو بعض سالک اس مقام کی تعلیموں کے درود سے ایسے خاموش، ایسے بے حرکت اور ایسے ضبط والے اور ایسے عالی ظرف ہوتے ہیں کہ کوہ کوہ، دریا دریا کے رموز و اسرار بھی ضبط کر جاتے ہیں اور انہیں فاش نہیں ہونے دیتے جبکہ بعض حضرات وہ ہیں جن پر ان اسرار کا ضبط مشکل ہو جاتا ہے اور آخر کار وہ مرتبہ وحدت کی آوازوں پر اپنی زبان کھول بیٹھتے ہیں اور ان کے حلقوم سے سبحانی ما اعظم شافی، کیس فی جنتی سوی اللہ اور انا الحق جیسے دعوے نکلنے میں آتے ہیں۔ لیکن شریعت مطہرہ اس حالت پر ان پر مواخذہ نہیں فرماتی اور ایہ محبوبان حق اس قسم کے اقوال کے صدور پر کسی وبال و عذاب میں گرفتار نہیں کیے جاتے۔ اس لیے کہ نہ ان میں یا رانے ضبط ہوتا ہے اور نہ اخفاے راز پر قدرت۔ (اس لیے قلم شریعت ان سے اٹھ جاتا ہے) اور وہ شرعاً معذور و مجبور قرار پاتے ہیں۔

ادبیائے کرام و علمائے عظام نے تقریب افہام اور تسکین عوام کے لیے اس باب میں چند مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی تشبیہ کوئی تمثیل حق حقیقت سے پردہ نہیں اٹھاتی، (مگر ذہن انسانی کی رہنمائی کرتی ہے) وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی جن کسی انسان کے بدن میں حلول کر جائے اور بات چیت کرے تو وہ گفتگو بظاہر انسان کی زبان سے ہوتی ہے لیکن حقیقت کا ہوتا ہے بلکہ اس کے ہاتھوں سے کام کرتا، اس کے پیروں سے چلتا اور اس کے منہ سے کھانا پیتا ہے۔

میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک کم عمر چھوٹی لڑکی پر کسی آسیب کا غلل ہو گیا، تو وہ تو سیر پکا پکا تیار کھانا کھا جایا کرتی تھی۔ میں نے اس کا علاج کیا بفضلہ تعالیٰ اس نے شفا پائی تو کیا خیال ہے تمہارا کیا وہ چند سال کی بچی، اگر ایک وقت آدھ پاؤ غذا ہے تو زیادہ نہیں کھا سکتی تو سیر کھانا کھا

وہ اسے بھگم بھی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ خوراک وہ جن کھاتا تھا مگر اس بچی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہی سمجھتے تھے کہ وہ بچی کھا رہی ہے۔

اللہ کسی آسیب کی قدرت کو، حضرت حق عزوجل کی قدرت سے کون سی نسبت ہو سکتی ہے (ظاہر ہے کہ کوئی نہیں۔ مگر کہنا یہ ہے کہ) اگر اللہ سالک و تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنا دے اور اس کی زبان پر اپنا کلام جاری فرما دے تو اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ آواز جو تمہارے کانوں میں آرہی ہے کہ انا الحق یا سبحانی تو کہنے والا اس کا وہی ہوتا دیکھتا ہے اور یہ کنا صرف اسی کے لیے زیبا ہے۔ اگرچہ تم نے یہ آوازیں باوجود بطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حسین منظور کے منہ سے نہیں، اس مثال سے روشن تر اور زیادہ واضح بلکہ گویا بعینہ صورت واقع ہے، وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک درخت سے سنی کہ یا موسیٰ انا اللہ رب العالمین۔

تو کیا یہ آواز کہ اسے موسیٰ میں اللہ ہوں تمام جہان و جہانیوں کا پروردگار اس درخت کی آواز تھی۔ حاشا للہ! یہ قول رب العالمین ہی نے فرمایا اگرچہ سننے میں ایک درخت سے آیا۔ اسی طرح اگر حضرت حق عزوجل، حلقوم انسانی سے جو ہر صورت درخت سے برتر و اشرف ہے، سخن فرمائے اور لوگ اس آواز کو حلقوم بشر سے سنیں تو کیا جائے تعجب ہے۔

گفت او، گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اگرچہ بظاہر اس کلام کا مقلد، انسان ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کلام اسی متکلم کا ہے کہ انسان البقابلہ سچا اس صفت کلی (اویائی) اسے زیادہ اولویت کھتا ہے۔ یاں اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی و نفسی، کسی کے سننے میں نہیں آ سکتا۔ اور یہاں اس ظاہری متکلم حقیقی کی تکلیف یعنی قوت گویائی عطا و مرحمت ہے۔ یہ کلام اپنی زبان



سے ادا کیا نہ یہ کہ معاذ اللہ اپنے فریب نفس میں گرفتار ہو کر خود بخود یہ دعویٰ کر بیٹھا جیسا کہ فرعون بے عون و سامان نے انار بکھڑا اعلیٰ کا دعویٰ کر اس ملعون نے اپنے ارادہ اختیار سے کیا اور ان نے خودی سے گزر کر یہ بات کہی بلکہ متکبر حقیقی نے انہیں گویائی بخشی اور انہیں گویا کیا۔ کمال بخفا

دلہذا یہ مقبول بارگاہ پھڑے اور وہ مردود درگاہ باری قرار دیا گیا۔

اور یہی فرق ہے کہ فرعون اور حسین منصور کے مقولہ میں کہ حسین منصور نے جو کچھ کہا، وہ اپنی خودی اور اختیار سے گزر کر کہا اور فرعون نے جو دعویٰ کیا وہ خودی و استکبار میں ڈوب کر کیا اس بات کو محفوظ کر لیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب اولیاء اللہ پر احوال کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں ضبط کا یار، باقی نہیں رہتا تو اس حال کے تقاضے کے ماتحت یہ راز ان سے فاش ہو جاتا ہے۔ اسی حال کا نام اصطلاح صدقہ میں مسکرم ہے۔

اصل میں مسکرم و صحو و وجد گانہ مقام ہیں۔ اگر تجلیات ربانی کے درود کے وقت ساک کا شعور برقرار رہے تو اس کا نام صحو ہے ورنہ مسکرم حالت مسکرم میں جو افعال سرزد ہوں وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اہل مسکرم سے کوئی باز پرس نہیں جیسا کہ آپ سے گزر جانے والے جنونوں کا معاملہ ہے اور نہ اس حالت کے دوران صادر ہونے والے اقوال و ثوق کے قابل اور نہ سند بنائے جانے کے لائق بلکہ اہل صحو پر اس کا تدارک ضروری ہے اور وہ اس کا تدارک فرماتے ہیں

چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حسین منصور کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دشگیری فرماتا۔ اگر میں اس دور میں ہوتا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ یعنی اسی قاعدہ کے تقاضے کے ماتحت کہ اس کا تدارک اہل صحو پر ضروری ہے۔ میں ان کی ایسی بے خودی میں نگہداشت فرماتا اور اپنی باطنی قوت سے انہیں قوت ضبط عطا کرتا۔ اور یہ حالت مسکرم بکثرت

اولیاء اللہ پر طاری رہی اور جو کلمات ان سے ایسی حالت میں صادر ہوئے انہیں طغیانات (اور اس حالت کو) شطح کہتے ہیں یعنی واصلان حق کا حالت بے اختیار کی میں کوئی کلمہ زبان پر لانا اور یہ وہ اقوال ہیں جن کا اعتبار نہیں۔

دارالاشکوہ نے اس باب میں ایک بسوڑ رسالہ لکھا اور یہ اپنے روز تک ہر طبقے کے اولیاء اللہ کے شطحات اس میں جمع کیے۔ جسے اور زیادہ توضیح کی ضرورت ہے اس کتاب کو دیکھیے۔ کہنا یہ ہے کہ اس وقت کے کلمات، کلام الہی کا غلط پرتو ہوتے ہیں۔ پھر بعض حضرات اولیاء کرام، اسی حالت میں عمر بھر مستغرق رہتے ہیں۔ جیسا کہ حسین منصور قدس سرہ جبکہ بعض اولیاء کرام سے عمر کے کسی حصہ میں ان کا صدور نہیں ہوتا۔ اور یہ نظم و ضبط کے حامل اولیائے عارفین اور وارثان خاص حضور سید المرسلین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعین۔

جیسا کہ خلفائے راشدین، حضرات حسنین اور محبوب صحابہ کرام، اور حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور بعض حضرات کی حالت میں تلون اور رنگ بزرگی کیفیت ہوتی ہے کبھی ضبط نہیں ہوتا تو دیوانہ وار اپنا سر دھکتے ہیں اور حجب افادہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ و رجوع الی اللہ میں جلدی کرتے ہیں۔ اور یہ ایک بڑی دلیل ہے اس دعویٰ پر کہ وہ حالت صحو میں ان افعال پر راضی نہیں جو حالت مسکرم میں ان سے سرزد ہوئے اور اسی لیے وہ ایسے کلمات کے ظاہر معنی کی نسبت اپنی جانب پسند نہیں کرتے ورنہ توبہ و انابت کے کیا معنی۔ مگر کریں کیا کہ وہ کلمات، نہ ان کے ارادہ اختیار میں اور نہ بحالت سلامتی، ہوش و حواس ان سے صادر ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ بعض اوقات حضرت والا کے منہ سے جو ایسے کلمات سُنتے ہیں آتے ہیں، آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی؟ ارشاد نے فرمایا کہ وہ باتیں نہ بایزید نے کہی ہیں اور نہ ہرگز ایسی باتیں وہ کہہ سکتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ کلمات تو حضور آپ ہی



نے ارشاد فرمائے ہیں۔ فرمایا۔ اب اس کے بعد اگر میرے منہ سے یہ کلمات تم سنو تو میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم کر دینا۔

چنانچہ لوگوں نے خنجروں پر صیقل کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور وہ وقت بھی آگیا کہ حضرت پر وہ کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے سبحانی یا اعظم شانی کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ پر خنجر کا وار کیا لیکن ہوا یہ کہ جس نے آپ پر وار کیا، اس شخص نے خود اُسی کے اس حصہ جسم کو زخمی کر دیا جب کہ آپ کے جسم مبارک کو کوئی گزند نہ پہنچی۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ وہ کلمات بایں ہدیہ نہیں کتا۔ جسے یہ بات کہنا سزاوار ہے۔ اگر بحالت صحو اور بقائے ہوش و حواس کے عالم میں یہ کلمات زبان سے ادا کرے وہ زندیق و مرتد اور واجب القتل ہے۔ اسی بنیاد پر لوگ توحید و جود کے قائل ہوئے۔

### گر فرق مراتب نہ کئی زندیق

یعنی اگر تم مقامات تنزل پر نگاہ نہ رکھو (اور توحید و جود کا قول کو توبہ یقیناً الحاد و زندقہ ہے) مثلاً اگر تم زید کو اس کی موجودہ شکل و صورت اور عادات و خصائل میں بعینہ خدا سمجھنے لگو تو یہ توحید و جود نہیں کہ یہ تو ممکن کو واجب الوجود ٹھہراتا ہے اور یہی زندیقیت ہے (حاشا للہ! زید اس رنگ و روپ اور شکل و صورت میں ہرگز خدا نہیں۔ ہاں ان تعینات اور شخصیات سے قطع نظر کہ کے دیکھا جائے تو حقیقتہً وجود اُسی واحد حقیقی و الہی کا ہے) باقی سب ظلال و پرتو اور اس مقام پر نہ زید زید ہے نہ عمرو عمرو نہ خالد خالد اور نہ بکر بکر۔ وجود تو اُسی ذات واحد کا ہے اور موجود کا مستقل مصداق بجز خداوندی کے کوئی اور نہیں۔ اور اسی بنیاد پر کہتے ہیں کہ حقائق الاشیاء ثابتہ باوجود بیکہ اُس کے علاوہ کوئی اور حقیقتہً موجود نہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ سخن قال سے متعلق نہیں۔ (کہ الفاظ کے ذریعہ سمجھا دیا جائے) بلکہ حال ہے۔ اور تا وقتیکہ اس حال کا در

ہو کہنا مناسب سمجھتا ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ جب تک آدمی اس مقام پر نہ پہنچ جائے۔ اس باب میں زبان نہ کھولے کہ عام عقول سے دراع الوراع اور ان کی رسائی سے دور ہے۔ اس لیے یہ کہنا چاہیے کہ مسئلہ حق ہے لیکن اس کی کثیر حقیقت کا علم اولیاء اللہ کو ہے۔ ہم جیسوں کو ظاہری شریعت مطہرہ کا اتباع ہی راہ مستقیم ہے۔ یا بفضل الہی شامل حال ہو اور شریعت مطہرہ کے باطن تک رسائی نصیب ہو جائے تب بھی شریعت ظاہرہ کو ہم اس مقام پر اس طور دیکھیں کہ دوسرے لوگ ابھی معذور ہیں (اور حقیقت حال سے بے خبر)

میں نے یہ فائدہ بھی بتانے کو کھاد و نذا اس کی حاجت نہ تھی۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں ایسی توحید و جود کے قائل بہت نظر آتے ہیں لیکن میں حکم ہے کہ ہم نہ اس سے خلط ملط رہیں اور نہ ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کریں اور وجہ اس کی ظاہر ہے مخفی نہیں۔

صوفیائے کرام نے جیسا کہ مشہور ہے، تمام عالم کو پانچ قسموں پر **نور ۵۶** تقسیم فرمایا ہے۔ اول غیب مطلق کہ اعیان ثابتہ سے عبارت ہے دوم غیب مضاف، قریب بہ مطلق کہ عقول و نفوس مجرّدہ ہیں اور یہ عالم ارواح ہے۔

سوم، غیب مضاف، قریب بہ عالم حس۔ اور اس کا نام عالم مثال ہے۔ چہارم، جس مطلق کہ عالم اجسام ہے۔ پنجم، وہ عالم کہ ان تمام عالموں کا جامع ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عالم تحتانی، اپنے عالم فوقانی کا بالترتیب مظہر ہے۔ چنانچہ عالم حس، عالم مثال کا مظہر ہے، عالم مثال، عالم ارواح کا، اور عالم ارواح مظہر ہے اعیان ثابتہ کا، اور اعیان ثابتہ، حضرت الواحدیہ اور حضرت الاحدیہ کا مظہر ہے۔ اس لیے یہ سارے عالم ایک دوسرے کے محاذات میں اور مقابل ہیں اور ایک دوسرے سے مطابقت و مناسبت رکھتے ہیں۔ صوفیائے کرام



یہ بھی فرماتے ہیں کہ عالم مثال برزخ ہے عالم ارواح اور عالم اجسام کے مابین اور اس عالم کی تمام صورتوں پر مشتمل ہے اور چونکہ یہ محسوس و مقداری ہے لہذا عالم اجسام سے مشابہت رکھتا ہے اور اپنی نورانیت و لطافت کی حیثیت سے عالم ارواح سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور موسوم ہے ارض حقیقی و خیالی منفصل سے، کہ اس میں اس کے نقوش ہیں۔ چنانچہ شرح فصوص الحکم میں ہے کہ حکماء کی اصطلاح عالم مثال، نفوس کی نقوش صورتوں کو کہتے ہیں گویا کہ درحقیقت اس عالم کا خیال و نقش ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

لہذا صوفیائے کرام اس عالم کے اثبات اور اس کے اوصاف و احکام میں اشرافیہ سے متفق ہیں۔ البتہ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ بدن سے جدائی کے بعد روح کا مستقر کون سا ہے؟ اشرافیہ و غیر ہم نے اسی عالم کو روح کا مستقر فرمایا ہے۔ جبکہ صوفیہ اس کے غیر کو مستقر روح کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطرہ نے فتوحات کے تین سو اکیسویں باب میں اسے بیان فرمایا ہے اور بقدر ضرورت ہم اس کا کچھ ذکر عالم برزخ کے ذکر میں کر چکے ہیں۔ اسے دیکھ لیں۔

**تور ۵۰** فقیر کے مخلصوں میں سے ایک ذی علم اور صوفی فنش نے رحمت حق اور اس بیان میں کہ ذات احدیت تمام عالم کو محیط ہے ایک تقریر فرمائی ہے۔ میں اس خیال سے کہ شاید بعض ناظرین کے حال و مقام سے مطابقت ہو نیز ان کی ایک یادگار قائم رہے اسے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں بخشنے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

"اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں تہناری و شگیری فرمائے۔ یاد رکھو کہ تمام مفہومات میں سے کوئی مفہوم ایسا نہیں جو تمام مفہومات کو محیط ہو چنانچہ مفہوم موجود کے کہ یہ تمام مفہومات پر فائق و حاوی ہے، تمام اشیاء موجود ہیں۔ لیکن اس لفظ موجود کا مصداق عند تحقیق، ذات باری تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں۔ جیسا کہ بیان ہوگا۔ تو اس کی ذات ہی تمام اشیاء کو محیط ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موجود جنس عالی ہے جس کے تحت دوسری اجناس ہیں مثلاً جوہر و عرض۔ اور یہ دونوں تمام عالم کو محیط ہیں اور موجودان دونوں کو محیط ہے اس طرح کہ جب ہم موجود کو فی الموضوع و لا فی الموضوع، کی قید سے مقید کرتے ہیں تو اس سے عرض و جوہر پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ عرض اس موجود کو کہتے ہیں کہ فی الموضوع ہو۔ اور جوہر اس موجود کو کہتے ہیں جو فی الموضوع نہ ہو ماسی طرح جب ہم کسی جوہر کو تعینات سے متعین کر دیں تو اس سے جوہر کی اجناس و انواع ظہور پاتی ہیں۔ اور جب عرض کو ان قیود سے مقید کریں تو اعراض کی انواع مختلفہ بیان ظہور میں آتی ہیں۔

پھر حکماء کہتے ہیں کہ جوہر دو حال سے خالی نہیں کسی مادہ سے مقرون ہے جوہر پھر جوہر، مادہ سے متعلق ہے یا غیر متعلق۔ اگر مادہ سے غیر متعلق ہے تو اسے عقل و ملک کہتے ہیں اور مادہ سے متعلق ہے تو اسے روح النفس کہا جاتا ہے۔

اور وہ جوہر جو کسی مادہ سے مفارقت و مقرون ہے اور ابداً ثلثہ اطول عرض غشی کا قابل ہے تو اسے جسم کہتے ہیں۔ اب جسم اگر قوت مؤثر رکھتا اور نامی ہے تو اسے نبات کہتے ہیں اور یہ جسم نامی حساس و متحرک بالارادہ ہو تو اسے حیوان کہتے ہیں اور ان اوصاف کے ساتھ آکر وہ ناطق ہو تو اسے انسان کہا جاتا ہے۔ پو نہی حیوانات میں اگر کوئی حیوان نامی یا صاہل ہے تو اسے گدھا اور گھوڑا کہتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس۔

تو حیوان، تمام حیوانات کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ خواہ وہ انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ۔ اور جسم نامی تمام نباتات و حیوانات کی انواع کو محیط ہے اور جسم مطلق، تمام جمادات نباتات اور حیوانات کو محیط ہے اور جوہر محیط ہے تمام عقول و نفوس اور اجسام کو۔ اور جس طرح جوہر محیط ہے عالم کے تمام جوہر کو۔ اسی طرح عرض محیط ہے عالم کے تمام اعراض یعنی رنگ و شکل و حیثیت و کیفیت اور اوصاف و غیرہ کو۔ اور جس طرح موجود مطلق، تمام موجودات کو خواہ جوہر ہو یا اعراض محیط ہے اور موجود حقیقتہً ذات ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی۔ تو بس وہی ہر شے کو محیط ہے اور وہی ہر شے



کا علم رکھتا ہے۔

باقی رہی بیاریات کہ مصداق موجودات کا حقیقتہً صرف واجب تعالیٰ ہے  
 (باقی مجازاً موجود ہیں) تو اس کی تقریروں ہے کہ موجود یا احتمالات عقلیہ تین معنی کا  
 متحمل ہے۔

اول وہ موجود کہ اس کا وجود عین ذات ہے۔

روم وہ موجود کہ اس کا وجود، غیر ذات اور نامہ بر ذات ہو، لیکن بمقتضائے ذات لازم ذات ہو، ذات سے متفک متصل نہ ہو۔

سوم وہ موجود کرا اس کا وجود غیر ذات ہے اور مقضائے ذات بھی نہیں بلکہ کسی غیر سے فیضان و وجود پاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ موجود یعنی سوم ناقص تر اور موجوداتِ ثلثہ سے ادنیٰ تر ہے جبکہ  
دوم متوسط ہے اور اول سب سے اعلیٰ و اولیٰ و اشرف اور سزاوار ہے اس کا کہ  
اس کی نسبت "ذات واجب الوجود" کہا جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ واجب الوجود کو  
اسی معنی کے اعتبار سے موجود کہتے ہیں یعنی وہ موجود کہ اس کا وجود عین ذات ہے  
باقی تمام موجودات اسی کے فیض سے موجود، بلکہ وجود صرف اسی کا ہے۔ اس لیے  
کہ اس کی ذات مقدس تمام نقائص و عیوب سے مبرا و منزہ ہے۔ جو کہ معنی ثانی  
میں زیادت و غیریت موجود ہے تو اس معنی کو اختیار کرنے اور اس کا مصداق ذات  
باری تعالیٰ کو ٹھہرانے سے یہ لازم آتی ہے کہ ذات اپنے مرتبہ ذات میں وجود سے  
مفرا ہوا اور غیر سے کمال پائے۔ اور یہ دونوں نقصان ہیں جن سے ذات باری کی  
تمیز یہ وہ تقدس لازم۔ تعالیٰ اللہ

اور جب اس معنی ثانی کی ذات واجب الوجود میں گنجائش نہیں تو معنی سوم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لاحالہ موجود کے معنی اول ہی اس ذات پاک کے لیے سزاوار ہیں اور اس کا مصداق واجب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی اور نہیں۔  
یہ تقریر ہے اطلاق سے تنقید کی طرف اور واجب سے ممکن کی طرف نزول

اگر تقریر عروجی سمنا ہو تو یہی تقریر معمولی تبدیل و تفسیر سے تقریر عروج سے بدلی  
گئی ہے۔ بایں طور کہ اگر انسان کو قیدِ ناطق سے مبرا کر دو تو وہ حیوانِ باقی رہتا ہے  
حیوان کو حساس اور متحرک بالا راہدہ ہونے سے بری کر کے دیکھو تو وہ جسمِ نامی رہ  
تا ہے اور اگر جسمِ نامی ہے ناجی کی قید اڑا دو تو وہ جسمِ مطلق باقی رہ جاتا ہے۔

اللہ ہی باقی ہے اور باقی فانی۔ اور اس کی ذاتِ کیم کے علاوہ سب کو فنا۔

اور ۵۸۔ قلوب الاموار قبور الاسرار الامرار کے قلوب اسرار  
روز کی قبور ہیں۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ العزیز سے دریافت کیا گیا کہ  
 ۵۹: حضرت اس کا سبب کیا ہے کہ ایک پُر سکون و باوقار شخص اچانک  
 کوئی آواز سنتا اور اس کے سنتے ہی مضطرب و بے قرار ہو جاتا ہے اور ایسی حرکتیں  
 کرنے لگتا ہے جو اس کو زہر نہیں دیتی ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بروز ازل، آدم علیہ السلام کی ذریت سے خطاب فرمایا تھا کہ اَلنَّسْتُ بِذِيكَ كَرَّ۔ اسی خطاب کی شیرینی اور خوش مزگی کبھی کبھی اُسے یاد آجاتی ہے اور اُس کے ذوق و شوق میں ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

اسٹ از ازل ہم چناں شاں بگویش

بہتر یاد دلاتا ہے اور خوش

۱۔ اسٹریٹ بریکم کی آواز ازل سے اپنی اسی شانِ عظمت کے ساتھ کانوں میں گونج رہی ہے اور قاتلِ علی کی فریاد کا غوغا بھی ہنوز یہاں ہے۔

اور اسی جواب سے یہ نکتہ بھی واضح ہو گیا جو لوگوں نے کیا ہے کہ اچھی صورت  
سامع کے دل میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اسی کو جنبش  
میں ہے۔ حضرت سیدنا الید الغوث الاعظم قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے۔



رایت الارواح کلھا بیرقصون فی فنوا لہ بعد فنوا لہ المست  
بہر تبکھڑ (میں نے دیکھا کہ المست بہر تبکھڑ کے سنتے ہی تمام ارواح اپنے قابلوں  
میں وجد کرنے لگیں)

یہی وجہ ہے کہ سماع ہر ذی روح انسان کو بھلا معلوم دیتا ہے۔ بلکہ بعض دوسرے  
جاندار بھی اس کی لذت سے فیض یاب ہوتے ہیں تاکہ آدم صورت (حیوان سیرت) ا  
چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی اتریں، ان کے لیے غیرت و عبرت کا تازیانہ ہو۔  
اور ہدایت دینا دست قدرت میں ہے۔

**نور ۴۰** دلی ولایت کے بارے میں بنیادی قول یہ یاد رکھنا چاہئے کہ  
ولایت ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب الہی ولایت  
کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت عامہ اور ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ تمام اہل ایمان کے مابین مشترک  
ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے، اللہ ولی المؤمنین آمنوا

اور ولایت خاصہ ارباب سلوک میں سے واصلان حق کے ساتھ مخصوص ہے۔  
اور اس کے معنی ہیں فنا فی الحق و لقاء بہ (بندہ کا حق میں قافی اور  
حق سے باقی رہنا ہے) اور فنا کے معنی ہیں سیر الی اللہ کی انتہا اور لقاء سے  
مراد ہے سیر فی اللہ کی ابتداء۔ اس لیے سیر الی اللہ اس وقت منتهی ہوتی  
ہے کہ سالک صحرا سے وجود کو قدیم صدق سے یکبارگی طے کر جائے اور سیر فی اللہ کا  
تحقق اس وقت ہوتا ہے کہ فنا مطلق کے بعد بندہ کا وجود اور اس کی ذات حادث  
کی آلائش سے پاک صاف ہو جائے تاکہ اس کی بدولت اوصاف الہی سے انصاف  
اور اخلاق ربانی سے متعلق ہونے کے عالم میں ترقی پائے۔ یہ مضمون نفحات الانس سے  
ماخوذ ہے۔

**نور ۴۱** اسی نفحات سے ہم نقل کرتے ہیں، موصوف اور ملا متقی نقیبہ  
کے بارے میں کچھ اقوال اور یہ کہ ان میں باہمی فرق کیا ہے جبکہ یہی  
مضمون عوارف کے باب سوم تفصیل دہم میں مذکور ہے۔

جاننا چاہئے کہ بنی آدم کے طبقات کے مراتب ان کے درجات میں تفاوت کی  
بنیاد پر تعین قسم میں۔ قسم اول کاملین و اصابین باللہ اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔  
قسم دوم اساکان طریق کمال اور یہ درمیانی طبقہ ہے  
قسم سوم نقصان کے نشیب میں اقامت اختیار کرنے والا طبقہ اور یہ سب  
سے پست ہے واصلان حق وہ مقرران ہارگاہ ہیں جو سب پر سابق ہیں اور سالکان  
نیکوکار اور اصحاب مبین (دامین بازو والے) ہیں اور قسم سوم سے تعلق رکھنے والے بدکار  
اصحاب شمال یعنی بائیں والے۔

اور اہل وصول انبیائے کرام علیہم صلوات الرحمن دو گروہ ہیں۔  
اول شیعہ صوفیہ اور یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی میں یہ مرتبہ وصول پایا اور پھر تنزل و رجوع کے بعد  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت (اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر) خلق  
خدا کی دعوت الی اللہ پر ماذون و مامور ہوئے۔ یہ گروہ ہر جہت سے کامل و مکمل ہے  
کہ اصلی فیوض و عنایات نے انہیں اس وقت جبکہ وہ ماہی فنا کے شکم میں چپٹے جمع اور  
توحید کی گہرائیوں میں مستغرق تھے، ساحل تفرقہ اور میدان بقا تک تمام آسانی اور  
برخاستہ خلاص کے ساتھ پہنچایا تاکہ یہ مخلوق خدا کی نہات و درجات کی جانب پہنچاؤ۔

اور دوسرا گروہ اہل وصول کی وہ جماعت ہے جو وصول کے درجہ کمال تک  
پہنچی تو انہیں مخلوق کی طرف رجوع اور ان کی تکمیل کے حوالہ نہ کیا گیا بلکہ یہ حضرات  
بحر جمع میں عرقاب ہو کر مابقی فنا کے شکم میں ایسے لاشے اور گم گشتہ وجود ہوئے  
کہ ان کے متعلق ہرگز کوئی خبر و اثر، ساحل تفرقہ اور گوشہ بقا تک نہیں پہنچ پاتی۔  
یہ لوگ غیریت کے قبوں میں بسنے والی جماعت کی لڑی میں پرو دیئے گئے اور دیار  
حیرت کے رعبے والوں میں گھل گئے اور کمال وصول و ولایت تک رسائی کے  
بعد پھر دوسروں کی تکمیل کا کام انہیں نہ سونپا گیا۔

**نور ۴۲** حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز کی بیاض، فصح الکلمات کی



جلد دوم کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم پر ہے ۔

۱۔ باطن نبوت کی ولایت مطلقہ۔

۲۔ ہر نبی کی ولایت مقیدہ۔

۳۔ ہر نبی کی ولایت مطلقہ۔

یہی ولایت مطلقہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں وہ پروردگار ہے جس سے انبیائے کرام، اقتباس ولایت فرماتے ہیں اور دیگر انبیائے کرام کی ذوات مقیدہ میں ادبیائے کرام کے اقتباس ولایت کے لیے طاقتور قرار ہے ۔

۴۔ ولایت مطلقہ عام کہ نبوت سے مخصوص نہیں۔

ان میں سے ہر ولایت کا ایک خاتم ہے چنانچہ قسم اول کے خاتم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ ابن عربی ہیں قدس سرہ العزیز چنانچہ اکثر اولیائے کاملین نے اس کی تصدیق کی ہے ۔ البتہ بعض غالی قسم کے فقہاء و صوفیائے نے حضرت کی طرف کفر و ضلال کی نسبت میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ۔ ایسے لوگوں کا علاج اور چارہ کار صرف ایک ہے یعنی ان کی غیر موجودگی میں انہیں فراموش کرنا اور موجودگی میں خاموش رہنا ۔

سے بادعی بہ گوئیہ اسرار عشق و مستی

تا بے خبر بمیرد از درد خود پرستی

اور بعض صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم امام ہندی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوں گے ۔

اور ولایت عامہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور شیخ ابن عربی سے منقول ہے کہ ولایت عامہ کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ۔

نور ۱۳۔ انعام ادبیاء اللہ کی تفصیل۔ ان میں سرفہرست چار ہزار ادبیائے کرام

دوسروں کی نگاہوں سے پرشیدہ ہیں ۔ بلکہ ایک دوسرے کی نظروں میں غیر محسوس بلکہ خود اپنے احوال سے بے خبر ۔ بلکہ تمام حالات میں خود اپنی نگاہوں اور ان کی نظروں سے مستور و درپردہ ۔

البتہ ادبیائے کرام میں جو حضرات اہل حل و عقد اور حق جل مجدہ کی بارگاہ میں کراموں کے مترشح ہیں ان کی تعداد میں سو ہے جنہیں اختیار کہا جاتا ہے ۔ انہیں ادبیائے کرام میں چالیس اور میں جنہیں ابدال کہتے ہیں ان کے علاوہ سات اولیائے کاملین ہیں اربار کہتے ہیں ۔ چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہا جاتا ہے اور تین وہ ہیں جنہیں خاتم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ایک وہ ہیں جنہیں قطب و غوث کہتے ہیں ۔ یہ تمام حضرات ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور انتظامی امور میں ایک دوسرے کی طرف احتیاج رکھتے ہیں جبکہ کتاب فتوحات مکیہ کے مصنف نے اسی کتاب کی تفسیر فصل کے ایک سواٹھانویس باب میں ان سات ادبیائے کرام کو جنہیں ہم نے اربار لکھا ابدال کا نام دیا ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین سات اقلیم پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات بندوں کو منتخب کر لیا انہیں ابدال کا نام عنایت فرمایا ہے ۔ ان سات میں سے ہر بندہ برگزیدہ کو ان سات اقلیموں میں سے ہر اقلیم پر مقرر فرمایا ہے ۔

حضرت مصنف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے حرم مکہ مکرمہ میں ان سب سے خدمت کی ۔ ان کی خدمت میں سلام عرض کیا ۔ انہوں نے جواب سلام دیا اور میں نے ان کے گفتگو کا شرف پایا ۔ میں شکل و صورت میں ان سے زیادہ حسین اور ذکر الہی میں ان سے زیادہ مصروف کوئی اور نہ پایا اور فرمایا کہ میں نے ان جیسا کوئی اور نہ دیکھا ۔

نور ۱۴۔ خرق عادات یعنی محالات عادیہ کو ادبیائے کرام سے صادر ہوتے ہیں انہیں اصطلاحاً کرامات کہا جاتا ہے ۔ اشاعرہ کرامات اولیاء کے قائل ہیں اور مقررہ کہ اہل سنت و جماعت کا مخالف ہندو ہوں کا ایک گروہ



تھا جو اس زمانہ اس نام سے ناپید ہے اس کے منکر ہیں۔ البتہ ان معجزہ میں سے  
ابوالحسن بصری اشاعرہ کی موافقت میں ہے۔

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ زمانہ آئندہ کی خبریں دینا زمین و زمان کو ایک قدم  
اور ایک آن میں طے کر جانا، اور اسی قسم کے دوسرے امور فرشتوں اور جنوں کے  
خواص سے ہیں اگر اولیائے کاملین سے ان کا صدور ہو تو ان کی اعانت سے ہر گاہ  
البتہ جنوں کو دل کی پوشیدہ باتوں پر اطلاع نہیں۔ اور ملک و ملکوت میں ان کے  
تصرفات کا جاری ہونا، مرقوں کو زندہ کرنا، زندوں کو موت سے ہم کنار کرنا، قیدی  
کو قید سے رہائی دینا اور ایسے ہی دوسرے امور کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ اور  
مرید کو عالم ملکوت میں داخل کرنا، مرتبہ الہیہ کے خواص سے ہے (اور بغیضان اللہ  
اولیاء اللہ اس کی قدرت کے مظاہر)

ابو عمرو دمشقی کا قول ہے کہ انبیائے کرام پر (اپنے دعویٰ نبوت کی تائید میں  
معجزات کا اظہار فرض ہے جبکہ اولیاء اللہ پر اپنی کرامات کا پوشیدہ رکھنا لازم نہ  
بلکہ بعض بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ کرامت حیض مرواں سنت (یعنی جس طرح  
عورتیں اپنے ایام حیض کا اظہار پسند نہیں کرتیں، یونہی اولیاء اللہ کو بلا ضرورت  
شرعیہ اپنی کرامتوں کو ظاہر کرنا، غیر پسندیدہ فعل ہے)

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ اگر تو کبھی کسی پر کی مانند ہو ایسے  
اڑ سکتا ہے اور پانی کی سطح پر ایک تنکے کی مانند تیر سکتا ہے تب بھی کچھ نہیں  
اگر کچھ مناسبے تو دل قابو میں رکھ۔

حضرت خواجہ متعشبد قدس سرہ سے لوگوں نے اظہار کرامت کا مطالبہ کیا  
ارشاد فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوگی کہ گناہوں کا انبار اٹھائے زمین  
پر چل پھر رہا ہوں (زمین میں نہیں دھنسیا گیا) ابوالفاسم سمرقندی قدس سرہ ایک  
جمع میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک بزرگ آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کو متعلق  
پاکر اپنا سجاد حوض کے پانی پر بچھا کر نماز میں مصروف ہو گئے (قاریغ ہوئے تو)

و القاسم نے فرمایا کہ برادر عزیز۔ یہ تو بچوں کا کھیل ہے جو وہ کھیلنے رہتے ہیں۔ مرد خدا  
کہہ تو وہ ہے کہ مخلوق میں رہتے ہوئے اپنا دل حق تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب پانی  
چلتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کون سا مشکل کام ہے۔ مینڈک اور مولا (کہ ایک ننھا سا بچہ)  
یہ ہے یہ ابھی پانی پر چل لیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ وہ ہوا میں اڑ بھی سکتے ہیں۔ ارشاد  
فرمایا چیل اور رکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ آن کی آن میں ایک  
تھمر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ شیطان تو ایک سانس میں  
مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ بہر حال ان کی کوئی وقت نہیں۔ مرد حق وہ ہے جو  
خلافت میں اٹھے بیٹھے۔ ان سے لین دین کرے۔ اہل خانہ میں مصروف رہے اور خلق خدا  
سے میل جول رکھے۔ اور اپنے خدا نے برحق سے بھی غافل نہ رہے۔

میں نے یہ مضمون اپنے جدا کرم و مرشد برحق سے سنا اگرچہ الفاظ جدا گانہ تھے۔  
بعض صوفیائے کرام نے فرمایا کہ تمام کرامتوں میں بڑی شان و عظمت والی  
کرامت یہ ہے کہ بندہ اپنی خلوتوں اور خلوتوں میں بندگی کی لذتیں پاتا رہے۔ اور  
انہیں کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ہر حال میں الفاس مع اللہ اور رضا  
عن اللہ کی مراعات کرے کہ کوئی سانس ذکر الہی سے غفلت میں نہ گزارے اور  
ہر آن راضی برضا رہے)

سبحان اللہ! جسے اس کلام کی حلاوت اور اس مقام و مراد کی لذت معلوم اور  
کبھی بھالی ہو وہی جان سکتے ہیں کہ یہ سخن کس قدر عالی مرتبہ ہے۔

میسر عزیز، ولایت اولیٰ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قربت مزید کی  
نور ۶۵ کے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت عامہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا

اللَّهُ رَبُّ الَّذِينَ آمَنُوا الْآيَةَ اور خاصہ اور اس کے معنی ہیں فناء العبد

فی الحق و بقائہ بسم، یعنی بندہ فانی فی اللہ باقی باللہ بن جانا۔ اس اعتبار سے ولی

وہ ہے جو حق میں فانی، حق سے باقی ہو۔



اور فنا کے معنی میں سیر الی اللہ کی انتہا جبکہ بقاء سے مراد ہے سیر فی اللہ کی ابتداء  
ابوعلی جرجانی کہتے ہیں کہ وہ ہے جو اپنے احوال سے فانی اور مشاہدہ حق میں باقی  
ہو نہ اُسے اپنے حال کی خبر رہے اور نہ غیر اللہ سے اُسے قرار نصیب ہو نفس الکلمات  
حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ میں  
**نور ۶۶ :-** ایک گروہ ایسا ہے جسے مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت اویسیہ  
فرماتے ہیں اس گروہ کو بظاہر کسی پیر کی احتیاج نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ حضرات  
حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسفوش تربیت میں پرورش پاتے  
ہیں درمیان میں کوئی اور واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت اویس قرنی کو بہ مرتبہ عظیم  
عالی نصیب تھا یہ مقام نہ ہر ایک کو نصیب ہوتا ہے اور نہ دولت ہر ایک کے  
نصیب میں آتی ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اسی طرح اولیائے  
الہی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت میں بعض وہ حضرات بھی ہوتے ہیں  
جو بعض طالبان حق کی اپنی روحانیت سے تربیت فرماتے ہیں اور ان کے مابین بھی  
بظاہر کوئی پیر نہیں ہوتا یہ جماعت بھی حقیقتہً اویسیہ ہے اور بکثرت وہ اولیائے کرام  
بھی ہیں جنہیں راہ سلوک میں قدم رکھتے ہی یہ مقام و مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ  
حضرت شیخ بزرگوار شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے مشائخ کرام نجم الدین گسہری  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلسلہ متصل ہے اور وہ جناب ابوسعید ابوالخیر اور ابوالحسن خرقانی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طبقہ سے متعلق ہیں ابتداء سے سلوک میں آپ کا ذکر علی الدوام  
اویس اور یس تھا۔

**نور ۶۷ :-** جاننا چاہیے کہ تمامی اولیائے کرام اگرچہ بحیثیت ولایت سب یکساں  
اور یکساں ہیں جیسا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، مرتبہ نبوت  
میں برابر ہیں کہ لَا تَفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ذَلِيلًا لیکن بحیثیت تفضیل (کے بعض  
کو بعض پر فضیلت حاصل ہے) چند انواع و اقسام پر منقسم ہیں جس پر قرآن شہد ہے کہ  
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط یونہی اولیاء کرام بحیثیت تفضیل ہیں

گروہ ہیں اور ہر گروہ کا مشرب و مذہب اسی کے ساتھ مخصوص رہی وجہ ہے کہ  
انہی نے کرام کے ہر طبقہ کو ایک جداگانہ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان میں بعض  
سویائے کرام کہلاتے ہیں بعض متصوف یعنی صوفی تھے بعض ملائیکہ بعض اویسیہ  
بعض فقراء اور بعض قلندر کسی گروہ کو اہل کسی کو ابطال (یعنی دلیر و شجاع) کسی کو  
ساج اور کسی کو افتاد وغیرہ ذلک مثلاً اویائے عتربین بدلاء اربعین، اولیائے  
علیہ افراد، عرائس اللہ، نقباء، نجباء، عمداء، اقطاب اور قطب الاقطاب لیکن تمام  
اولیائے الہی اپنی نسبتوں میں اختلاف اور اپنے اپنے فرقوں میں انقسام و افتراق کے  
بوجود ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے اور ایک ہی بندش سے متعلق ہیں۔

سہ ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست

یک تاحق میسر و دجلہ یکسیت

دہر نبی و ولی کا اگرچہ جداگانہ ہے لیکن سب حق تک پہنچتے ہیں اس لیے  
سب ایک ہی ہیں



کھانے سے فارغ ہو کر دو رکعت تحیۃ الطعام ادا کرتے رہیں یہی اس  
دوبے بضاعۃ کا عمل جاری ہے۔

کھانے سے فراغت پاتے ہی یہ دعا پڑھیں۔  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هَٰذَا الطَّعَامَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ هَٰذَا  
الطَّعَامَ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّةٍ مِّنِّیْ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ  
مِنْ مَنِّیْ الْمُسْلِمِیْنَ۔

تمام حمد اللہ کے لیے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، تمام حمد اللہ کے لیے جس نے  
مجھے یہ کھانا روزی کیا جبکہ مجھ میں نہ اتنی توانائی ہے نہ قوت۔ تمام حمد اللہ کے لیے  
جن نے مجھے کھلایا پلایا اور مجھے مسلمانوں میں بنایا۔

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جو شخص کھاتے سے فراغت پا کر یہ دعا پڑھے  
اس کھانے کا حساب نہ لیا جائے۔

اس کے بعد سات مرتبہ سورہ لا یلف قریش پڑھے۔

رات کے آخری حصہ میں اُٹھے اور نماز تہجد کی بارہ رکعتیں چھ سلام سے  
پڑھا کرے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص یعنی سورہ قل ہو اللہ  
احد تین بار پڑھے۔ اور ہرگز ہرگز یہ بات روانہ رکھے کہ یہ نماز قضا ہو جائے کہ  
اس نماز میں بڑی تاثیریں اور عجیب فائدے ہیں۔

۸۔ نماز سے پہلے بیدار ہو کر یہ اشعار پڑھے۔ (بتماہ یا جو پڑھ سکے)

در ولم انگن کہ پیشیاں شوم

بر رجم آور کہ مسلمان شوم

(الہی مجھے اپنی حالت پر پشیمانی کی توفیق دے اور مجھے ایسے راستہ پر چلا  
کہ میں مسلمان رہوں)

اے کس ما، بے کسی ما رہیں !

قافلہ شد، واپسی ما رہیں !

## چوتھا لمعہ تالاش ۴

### سلوک کے بیان میں

نور ۱۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہاں میں توفیق خیر دے تمہیں یہ بات یاد  
رکھنا چاہیے کہ جب طالب حق راہ سلوک کے بیان میں قدم رکھے  
اور وصال حق کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ رسالہ عمل و معمول "مولفہ سید محمد  
کاپوری رحمۃ اللہ علیہ پر عمل پیرا ہو کر بتدیوں کے لیے بڑا مفید اور حصول مقصد میں  
کافی ہے ہم اس رسالہ کو بعینہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ حمد و صلوٰۃ بے حدود بے نہایت کے بعد برادرانِ دینی کے لیے یہ ایک پناہ  
ہے کہ سلفِ صالحین کے عقائد سے تصحیح و تطبیق کے بعد کہ بہشت و دوزخ  
ثواب و عذاب، حمد و قصور اور وہ تمام امور جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ  
علیہ التیجۃ و التشاء سے مستفاد ہیں اور صوفیہ صافیہ بھی ان میں علمائے شریعت  
ظاہرہ کے مخالفت نہیں کتب حق میں اسانک کو چاہیے کہ ہمیشہ با وضو رہیں کسی حالت  
کسی وقت میں اسے نہ چھوڑیں اور کوئی گھڑی بے وضو نہ گزرنے دیں۔

۲۔ ہر وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے (دو رکعت نماز تحیۃ اللہ  
کا پڑھنا اپنے اوپر لازم جانیں کہ مشائخ کرام کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت  
ہے اور اس کا معنی بڑا قوی۔

۳۔ کھانا بے وضو نہ کھائیں۔



(اے ہمارے کارساز ہمارے کسی کو دیکھ کہ قافلہ روانہ ہو چکا۔ اب ہمارے  
واپسی کیونکر ہوگی)

رزق ما از مسلم غیبی رسال

و طبع ہم چو خودم وارہاں ۱۱

(عالم غیب سے ہمیں روزی نصیب کر اور حرص و طمع سے مجھے رہائی  
نصیب فرما)

باروی توڑ سبزہ و گلزار فارغیم

یا چشم تو از بادۂ وختار فارغیم

(تیرے دیدار نے ہمیں سبزہ و گلزار سے بے نیاز اور تیری چشم کرم نے ہمیں  
شراب و شراب فروش سے فارغ کر دیا)

خانہ گرد نہادہ و در کوئے تو مقیم

دکان خراب کردہ و از کار فارغیم

(اپنا گھر بار بچ کر تیری راہ میں اقامت پذیر ہیں اور اپنی دکان لٹا کر ہر  
کام سے فراغت پائے ہوئے ہیں)

دخستہ کہ داشتیم بہ یغما بہ برد عشق

از سود و از زیان دو باز از فارغیم

(ہمارے پاس جو ساز و سامان تھا، اسے عشق نے لوٹ لیا اور اب ہم ہر  
نفع و نقصان کے بازار سے بے نیاز ہیں)

بر رفت و برگشت سرماز آسمان

کز ذوق عشق از سرود بتا فارغیم

(آسمان کی بلندیوں سے، ہمارا سر اور بلندیوں پر پہنچا کر اب ذوق عشق میں  
ہمیں سرود ستار کی پرواہ نہیں)

گرچہ من سر بسر گنت کردم نامہ سر خود سیہ کردم  
(میں اگرچہ سر تا پا گناہوں میں مصروف رہا اور اپنی ساری عمر کا نامہ اعمال

لکھ چکا)

تو بریں نامہ سیاہ بنیں کرم خورشید ہیں، گناہ بنیں

(مگر اے جن درجیم تو میرا نامہ سیاہ نہ پرکھ۔ اپنے کرم پر نظر فرما۔ میری  
راہ کاروں کو نہ دیکھ)

یارب بر باہم ز حرم چہ شود : رہے بد ہم بکوئے عرفاں چہ شود  
(میرے پروردگار ! اگر تو مجھے محرومی سے رہائی بخشے اور مجھے راہ عرفاں پر

چلنا نصیب کرے تو اس میں تیرا کیا نقصان ہے)۔  
بس خبر کر از کفر مسلمان کردی یک گیر و گیر گنی مسلمان چہ شود

تو نے اپنے فضل سے بہت سے آتش پرستوں کو اسلام بخشا۔ اگر مجھ جیسے  
ایک اور کج رو کو راہ راست اسلام پر چلائے تو اس میں تیرا کیا حرج ہے)

یارب دل پاک دجاں آگاہم وہ آو شب و گریہ سحر گاہم وہ  
(اے میرے رب، مجھے پاکیزہ دل اور حق آگاہ روح دے اور نالہ مشرب

اور وقت سحر کا گریہ عطا فرما)  
در راہ خود اول ز خودی بخود کن و انگاہ ز بخودی بخود راہم وہ

(اپنی راہ میں پہلے مجھے خودی سے نکال کر بے خودی بخش بے خودی سے اپنی بارگاہ  
کی طرف رہنمائی فرما)

برعل خورشید ندارم امید بر کرم تست مرا اعتد  
(مجھے اپنے اعمال پر کوئی بھروسہ نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ تیرے کرم پر اعتماد ہے)



چارہ من ساز کر بے چارہ ام گھر تو سازی بکھر دو آدم  
(میری چارہ سازی فرما کہ میں بندہ لاچار ہوں اور اگر تو نے میری دستگیری نہ فرمائی  
تو میں کس کا منہ تگوں)

بجز در تو قبلہ نخواہم ساخت گھر نوازی تو کہ خواہد نوشت  
ایں تیس گھر کے سوا کوئی اور قبلہ نہ بناؤں گا اور اگر تو نے مجھے نہ نوازا تو پھر  
کون میری دستگیری کرے گا)

یک ذرہ عنایت تو اسے بندہ نواز بہتر ز ہزار سال تسبیح و غناء  
رتیبہ فضل و عنایت کا ایک ذرہ اسے میرے بندہ نواز ہزار سال کی تسبیح و  
غناء سے کہیں بہتر ہے)

تنہا غم دل گفتی با یاد چہ خوش باشد سر بر قدمش بگردن ہر بار چہ خوش باشد  
(ایسا غم دل تنہائی میں اپنے غم گسار سے کٹا اور ہر بار اپنا سر اس کے قدموں  
پرے جانا کیا خوشگوار ہوتا ہے)

اگر کار یک کسی بسا ماں شود ز در بے رحمت چہ نقصان شود  
(اگر ایک بندہ بے کس و گناہ گار کی نجات کا سامان ہو جائے تو انہی تیرے فریاد  
رحمت میں کچھ کمی نہ آئے گی)

اللہی عبدک العاصی اناک مقرباً بالذنوب و الذنوب و الذنوب  
(اے میرے معبود تیرا ایک بندہ گناہ گار تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور اپنے گناہوں  
کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے فریاد کر رہا ہے۔

فَإِنْ تُخَفِّرْ فَإِنَّكَ لَذَاكِ أَهْلٌ وَإِنْ تُطْرَقْ فَمِنْ يَرْحَمُ سَوَاكَ

(اگر تو اسے بخش دے تو تو اس کا اہل ہے اور اگر تو اسے دھکے دے تو تیرے  
سوا کون اس پر رحم فرمائے گا)

بادشاہ! جرم مارا در گزارد ماگناہ گاریم و تو آمرز گار  
(اے ہماری نافرمانیوں سے درگزر فرما ہم گناہ گار بندے ہیں اور تو بخشنے والا مہربان ہے)  
تو نیکو کاری و مابد کردہ ایم جرم بے انداز و بے حد کردہ ایم  
(تو ہر آن کرم فرماتا ہے اور ہم براہیوں میں پھنسے رہتے ہیں کہ ہمارے جرم بیشمار  
لا انتہا ہو گئے ہیں)

اسا ہا در بندہ عصیاں گشتہ ایم آخراذ کردہ پیشیاں گشتہ ایم  
ہم برس با برس گناہوں کے جال میں پھنسے رہے اور آخر کار اپنے  
پندام و شرمندہ ہیں)

دانا در فسق و عصیاں مانده ایم ہم قرین نفس و شیطان مانده ایم  
(ہم ہمیشہ نافرمانی و بدکاری میں مصروف اور نفس و شیطان کے ہم نشین بنے رہے)  
روز و شب اندر معاصی بودہ ایم غافل از امر و نواہی بودہ ایم  
(اپنے روز و شب کو ہم نے تیری نافرمانیوں میں گزارا اور تیرے امر و نہی سے غفلت  
میں رہے)

بے گناہ نگذشت بر ما ساعی با حضور دل نہ کردم طاعتے  
حدید ہے کہ گناہوں سے خالی ہماری کوئی گھڑی نہ گزری اور نہ ہم نے حق تعالیٰ  
قلب سے تیری عبادت کی)

بر در آندہ بندہ بگر بختہ آبروشے خود ز عصیاں ریختہ  
(لیکن اے میرے رب تیرا بھاگا ہوا غلام تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہے جس  
نے اپنی عزت و آبرو نافرمانی میں گزاری)

ہست امید مغفرت از لطف تو زانکہ خود فرمودہ را تقصروا  
اب اسے تیرے ہی فضل و کرم کا بھروسہ ہے اس لیے کہ تو نے خود فرمایا ہے کہ



اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

بحر الطاف تو ہے پایاں شدہ تا امید از رحمت شیطان شدہ  
(ہم مانتے ہیں کہ تیری رحمتوں کا سمندر بے نغصہ ہے اور شیطان ہی تیری رحمت

سے ناامید ہے)

نفس و شیطان زد کریم راہ من رحمت با شرف شفاعت خواہ من  
داے میرے کریم نفس شیطان نے میری راہ لوٹ لی، اب تو تیری رحمت ہی میری  
شفاعت فرما سکتی ہے)

چشم دارم گز گناہ پاکم کنی پیش اڑاں کا بندر لحد خاکم کنی  
مجھے توقع ہے کہ تجھے اس وقت سے پہلے گناہوں سے پاک صاف فرمائے گا  
کہ میرا جسم میری لحد میں خاک ہو)

اندراں دم گز بدن جانم بری از جہاں بانور ایمانم بری  
انٹی جب تو میرے بدن سے میری جان نکالے تو میری عرض ہے کہ نور ایمان  
پر میری روح نکالنا)

مندرجہ بالا اشعار و مناجات نماز تہجد کے بعد بھی پڑھے جاسکتے ہیں جیسا کہ  
ہمارے مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا:

۹- نماز تہجد و مناجات سے فارغ ہو کر ذکر اور سبق باطن میں مشغول رہے یہاں تک  
کہ صبح ہو جائے۔

۱۰- (اب سنت فجر پڑھ کر) فرض فجر ادا کرنے سے پیشتر کثرت رزق حلال کے  
یے یا رزاق تلو مرتبہ پڑھے۔ اول آخر درود شریف اللہ صلی علی سیدنا  
محمد و بارک و سلم پڑھے۔

۱۱- اس کے بعد نماز فجر (باجماعت) پڑھے۔

۱۲- نماز فجر سے فراغت پا کر پھر ذکر میں مشغول ہو جائیں اور رزق میں وسعت

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) سے تسبیح یا غفور اور تسبیح یا غفار پڑھیں  
آخر درود شریف یہی معمول ہے اس مسکین بندہ اسید محمد کا پوئی کا۔

۱۳- اس سے فارغ ہو کر اسی جگہ بیٹھے (ذکر و اذکار میں مشغول) رہیں جب سورج  
کب نیزہ بلند ہو جائے جس کی مقدار آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے ۲۰ منٹ تک  
ہے تو دو رکعت نماز شراق پڑھیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ  
سورہ اخلاص پڑھیں۔ اس کی نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز  
شراق کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

۱۴- نماز سے فراغت پا کر اپنے اسباق باطن میں مشغول رہیں۔ ایسا موقع ہرگز نہ  
آئے دیں کہ کوئی وقت اسبق باطن سے خالی گزر جائے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے سر آن دل  
میں مشغول رکھیں۔

۱۵- جب نماز چاشت کا وقت ہو جائے تو بارہ رکعتیں تین سلام سے پڑھیں۔  
کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں  
ہر چار رکعت کی نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے چار رکعت نماز چاشت کی  
واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں حتیٰ ان کا  
نماز چاشت کو قضا نہ ہونے دیں کہ اس کا بے انتہا ثواب اور بیشمار فائدہ ہے ہیں۔

۱۶- نماز مغرب کے بعد چھ رکعت نماز آدابین دو رکعت کی نیت سے پڑھیں۔  
اس کی نیت بھی وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز آدابین کی۔ واسطے اللہ  
تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر اس میں بھی ہر رکعت میں سورہ  
فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھیں۔

۱۷- نماز آدابین کے بعد دو رکعت نماز حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی  
روح کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھیں اور اس کی نیت یوں کریں کہ نیت کی  
میں نے دو رکعت نماز نفل کی۔ واسطے اللہ تعالیٰ کے حضرت فرید الدین گنج شکر



روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میز کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

۱۸۔ پھر دو رکعت نماز نفل حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا نقشبندی کی روح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ اس کی نیت بھی وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی واسطے اللہ تعالیٰ کے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میز کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

۱۹۔ پھر دو رکعت نماز نفل روح حضرت پیر نور پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ نیت وہی ہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی واسطے اللہ تعالیٰ کے غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر منہ میز کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

۲۰۔ پھر دو رکعت نماز بہ نیت حفظ ایمان ادا کریں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص کی سجاٹے پانچ پانچ مرتبہ یہ آیہ کریمہ پڑھیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ط

۲۱۔ نیز حفظ ایمان کی نیت سے دو رکعت اور پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ اور سورہ نلق ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ اور سورہ ناص ایک مرتبہ پڑھیں۔

۲۲۔ نماز عشاء کے بعد دونوں جہاں میں رزقِ حلال میں فرحتی و وسعت کی نیت سے ایک سو مرتبہ یا فاتح پڑھے اور اس کے معنی کا ذکر اسے کثرت فرمائے وائے دل میں مقصود قائم رکھے۔ اور یہ بات ہمیں یاد رکھیں کہ اسمائے الہیہ میں سے کسی اسم کا ورد اس کے معنی کے تصور کے بغیر کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا البتہ اول و آخر درود شریف بھی پڑھے۔

۲۳۔ نیز دونوں جہاں میں کثرت رزق کے لیے ایک بار اُفْتَحْ رِزْقِي يَا فَتَّاحُ اور سو مرتبہ هُوَ الْحَيُّ هُوَ الْبَاسِطُ ایک سو مرتبہ پڑھیں اور دل میں اس کے معنی کا

مقصد قائم رکھیں کہ وہی حق ہے وہی فرحتی دینے والا یہ اسم گرامی اس ذرہ خاک کا کہ بالہام ربانی عالم باطن سے پہنچا ہے۔

۲۴۔ اس کے بعد سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیمہ۔ اول آخر درود شریف کے ساتھ پڑھیں۔

۲۵۔ پھر سورہ مزمل شریف اس ترتیب سے پڑھیں کہ اول دس مرتبہ درود شریف ہر ایک مرتبہ آیت الکرسی، سو مرتبہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا اللہ دھوا الحیٰ المقیوہ و التوب الیہ۔ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ سورہ مزمل پڑھیں۔ سو مرتبہ سے پہلے ہر مرتبہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھتی ہیں۔ امید ہے کہ اس کی بدولت دینی اور دنیاوی ہر جائز حاجت پوری ہوگی۔

۲۶۔ جب سولے کا وقت آئے تو بارگاہِ رسالت میں ایک سو مرتبہ درود شریف پیش کرے۔ پھر ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ الحلیم العظیم پچیس مرتبہ سورہ اخلاص اور سو مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور پھر غنا زیادہ ہو سکے کلمہ طیبہ پڑھنا ہوا سوجائے۔

۲۷۔ کبھی کبھی یہ ذکر بھی بجالائے کہ اس ذکر کا نام ہی ہے ذکر خواص یہ ذکر عظیم تاثیر اور کثیر فائدوں پر مشتمل ہے۔ اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول دائیں جانب کئے حق، پھر بائیں جانب کئے حق۔ پھر سامنے کی جانب کئے حق اور پھر دل پر حق کی ضرب لگائے اور بوقت ذکر اس تصور میں ڈوبا رہے کہ میری دائیں جانب، بائیں جانب، ارد گرد اور دل میں حق ہی حق ہے کسی اور کا وجود نہیں۔ یہ ذکر بڑا نفع بخش اور فائدہ رساں ہے۔ ہر وہ سالک جو اس میں مشغول رہتا ہے محروم اور بے نصیب نہیں رہتا۔ اپنا مقصود حاصل کر ہی لیتا ہے۔ بکرہ تعالیٰ۔

۲۸۔ ہندی زبان میں ایک اور ذکر بھی حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ اس ذکر میں بھی کبھی کبھی مشغول رہیں اور وہ یوں ہے کہ دائیں جانب منہ کے کھیں۔ اونٹا تو۔ پھر بائیں جانب منہ کے کھیں اونٹا تو۔ پھر سامنے



کہیں۔ اوتھنا تو۔ اور پھر دل پر ایسا تو کی ضرب لگائیں۔ یہ چار چیزیں ہیں جن سے  
دل میں ایک عجیب ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں ایک ضرب اس طریقہ پر کہ ایسا تو  
پہنپی دیں۔ ہندی زبان میں بڑی لذت لانا ہے۔ اور عظیم نفع پہنچاتا ہے اور دل کو  
حصوری کی دولت فراہم کرتا ہے۔ اسے ناغہ نہ ہونے دیں۔ اور اگر نماز تہجد کے بعد  
رات کے آخری حصے میں اس میں مشغول رہیں بلکہ دن میں بھی جب اختیار سے  
یک سوئی حاصل ہو اس شغل کو جاری رکھیں تو عظیم منفعتیں پائیں۔

۲۹۔ تلاوت قرآن کریم کو اپنا روزانہ معمول بنائیں۔ اس سے غافل نہ ہوں۔ کم و  
بیش ایک پارہ کی تلاوت اپنا معمول بنائیں۔

۳۰۔ یہ جو کچھ اور لکھا گیا ہے اس پر ثابت قدمی سے مداومت کریں۔ حتی الوسع اس  
سے غفلت نہ ہوتی جو اس پر ثابت قدم نہ رہے اور اسے اپنا ہمیشہ کے لیے دائمی  
شغل نہ بنائے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اس فقیر کا۔

**تنبیہ** ۱۔ دیا اور قصہ شہرت کو پاس نہ بھٹکنے دیں کہ جب نداشت و شہرت  
طلبی کا دخل ہوتا ہے تو سب کچھ فساد کی نظر ہو جاتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی  
تمام ہوا رسالہ عمل الیوم واللیل مصنفہ سید محمد کا پوری قدس سرہ العزیز۔  
اور اب عرض کرتا ہے یہ فقیر کہ ہمارے اس دور میں رسالہ مذکورہ بالائے  
مطابق پابندی اوقات بہت مشکل اور دشوار ہے۔ جس کی وجہ ظاہر اور بیان  
یہ نیاز ہے۔ اس لیے میں مختصر لکھتا ہوں۔ جہاں تک بن پڑے اس مختصر پر عمل پیرا  
رہیں کہ قارئین سے خالی نہیں۔

۱۔ فرض نماز باجماعت پوری تندہی سے ادا کرتے رہیں اور ایسی روش اختیار  
کریں کہ نماز تہجد کے پابند بن جائیں کہ یہ نماز اس راہ کی بڑی اہم باتوں میں  
سے ایک ہے۔

۲۔ (آخر وقت میں) نماز تہجد ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک نماز اشراق  
وغیرہ سے فراغت پا کر کچھ نہ کچھ اور ازربانی ادا کریں۔ یہاں تک کہ چار گھنٹہ

دن چڑھ جائے۔

۳۔ اب نماز چاشت پڑھ کر کسب معاش میں مصروف ہو جائیں اور اس بات کی مذمت  
فراہم کریں۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آجائے۔ اب کھاپی کر قیلوہ کریں۔  
۴۔ قیلوہ کے بعد نماز ظہر (باجماعت) اسے فراغت پا کر قرآن کریم کی تلاوت اور  
درود شریف کی قرأت جتنی باسانی ہو سکے کریں۔

۵۔ بقدر ضرورت کسب معاش میں لگ جائیں۔

۶۔ یہاں تک کہ وقت عصر آجائے تو نماز عصر باجماعت وقت متوسط میں ادا کریں۔  
۷۔ اتنی تاخیر نہ کریں کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے اور اس پر نگاہ  
قائم ہونے لگے۔

۸۔ نماز عصر کے بعد تزکیہ باطن کی طرف متوجہ ہوں اور نماز مغرب تک اس میں  
مصروف رہیں۔

۹۔ اب کہ وقت مغرب آگیا تو نماز مغرب سے فارغ ہو کر نماز ادا بین پڑھیں۔

۱۰۔ اب اہل دیال کی طرف توجہ دیں اور نماز عشاء تک ان میں رہیں۔

۱۱۔ جب نماز عشاء کا وقت آجائے تو باجماعت فرض عشاء ادا کریں۔

۱۲۔ نماز عشاء سے فراغت پا کر جو بھی میسر آجائے کھائیں پئیں۔

۱۳۔ اور پھر با وضو درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائیں۔

**تنبیہ** ۱۔ نماز تہجد کے لیے شب میں اٹھنا دشوار ہو تو فجر کے اول وقت میں  
یعنی طلوع صبح صادق سے پیشتر بیدار ہوں اور تہجد پڑھیں (نماز تہجد سے فراغت  
طلوع صبح صادق سے پہلے ہو جائے) امرشد گرامی کا ارشاد ہے کہ عصر و مغرب کے مابین  
وقت کی نگہداشت نفیس پر بڑی شاق اور دشوار ہوتی ہے حتی الامکان اسے بنائیں۔

۲۔ ذکر الہی میں اس حد تک مشغول رہو کہ دوسرے نہیں سمجھوں و محظوظ ہوں  
۳۔ کہنے لگیں اور اگرچہ خیر الامور اور سکھان کی روشنی میں تمام امور میں افراط و

تہمت ناپسندیدہ امر ہے تاہم ذکر الہی میں اس کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ



حدیث شریف میں وارد کہ "ذکر الہی بکثرت کردیہاں تک کہ لوگ مجنون کہیں" یہ حدیث شریف طبرانی کی معجم کبیر اور ابن السنی کی کتاب عمل الیوم واللیل میں بروایت معاذ بن جبل مروی ہے۔

**نور ۳** عبادت و زندگی میں ریاد و نمائش کا دخل نہ آنے دو کہ اس سے تمام اعمال جسط و برباد ہو جاتے ہیں بلکہ کسی کے دیکھنے اور نہ دیکھنے کی طرف التفات ہی نہ کر دو۔

اگر روئے طاعت تیرا درخاست  
اگر حیرت نکست نہ بیند رواست

(اگر تیری عبادت بے نمود و نمائش، صرف اللہ کے لیے ہے کہ جبریل بھی اسے نہ دیکھ پائیں تو یہ روا ہے) لہذا جو کچھ کرتے ہو خالصاً اللہ کے لیے اس کام دو کہ یہی عبادت قابل رشک ہے باقی کچھ نہیں۔ بلکہ مغلی عبادتوں میں اخفا و جہر سے افضل ہے۔  
**نور ۴** راہ سلوک میں لغزش و بے راہ روی کے سات مقامات ہیں: عرض یعنی طالب کی مطلوب سے ادنیٰ و روگردانی یہ پہلا مرتبہ ہے۔

حجاب یعنی طالب و مطلوب کے مابین پردہ حائل ہو جائے کہ طالب مطلوب کو نہ دیکھ پائے، یہ دوسرا مرتبہ ہے۔

تفاصل یعنی طالب و مطلوب کے درمیان جدائی اور یہ تیسرا مرتبہ ہے۔  
سلب مزید یعنی طالب و مطلوب میں جو نسبت موجود تھی اس میں کمی آجائے، یعنی سلب ہو جائے اور یہ چوتھا مرتبہ ہے۔

سلب قدیم یعنی طالب و مطلوب کے مابین جو نسبت برقرار تھی اسے سلب ہوئے عرصہ دراز گزر گیا اور اب بھی گزر رہا ہے۔ یہ پانچواں مقام ہے۔

تسلی یعنی مطلوب کو، طالب کی طلب سے بے رغبتی ہو جاتے اور اسے اس سے سروکار نہ رہے کہ طلب کرتا ہے یا نہیں۔ یہ چھٹا مقام ہے۔

خداوت یعنی طالب و مطلوب کے مابین دشمنی ہو جائے اور مطلوب کو طالب

کی طلب ناگوار گزرے۔ اور یہ ساتواں مقام ہے۔  
اللہ تعالیٰ اس غضب و فطیعت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس مرتبہ اخیر کا کوئی علاج نہیں بلکہ سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔ پہلے مقامات کا کوئی تدارک نہ کیا جائے تو بہت آہستہ آہستہ اس مرتبہ اخیر تک پہنچتی ہے۔ اس لیے سالک کو چاہیے کہ پہلے ہی تمام پر فکر و تلافی کرے تاکہ اخیر مقام تک نہ آئے ورنہ آدمی خسار الدنیا و الآخرة کا مصداق بن جاتا ہے اور یہی خسار مبین و نقصان عظیم ہے۔ الہی ہماری حفاظت فرما۔ الہی ہمیں اپنی حفظ میں لے۔ الہی ہمیں محفوظ رکھ۔

**نور ۵** زمانہ آئندہ کے حالات اگر اس پر منکشف ہوں تو اس کا اعتبار نہ کرے جب تک وہ واقع کے مطابق نہ ہو جائیں۔ نہ انہیں حقوق کے رد و بیان کرے ورنہ خلاف واقع ہونے کی صورت میں یہ جھوٹا مشہور ہوگا اس لیے کہ شان ایزدی ایک ہی عنوان پر نہیں ہے بلکہ کل یوم ہونی شان اسے ہر دن ایک کام ہے یعنی وہ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے اس وقت تجھے وہ بات معلوم ہوئی۔ ممکن ہے کہ وہی درست و صحیح ہو لیکن بعد میں شان پروردگار، لطف سے تمہارا قہر سے لطف کی طرف متوجہ ہوئی اور تیری معلومات کے برعکس وقوع میں آئی تو اب تجھے اس کے وقوع سے پہلے، اظہار پر ندامت ہوگی ورنہ تجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ تو لوگوں میں جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تیرا مذاق اڑائیں گے۔

یہ نصیحت حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

**نور ۶** اتنی مقدار میں کھاؤ کہ جو کہ زندہ رہ کر عبادت الہی کر سکو۔ نہ اس مقدار میں کہ بیمار پڑ جاؤ (کہتے ہیں کہ ایک طبیب کسی مقام پر گیا اور ایک سال تک وہاں اپنا وقت گزارا۔ اس دوران وہاں کوئی بیمار نہ پڑا۔ ناچار ہو کر وطن لوٹ آیا۔ اہل وطن نے پوچھا۔ واپس کیوں آگئے۔ جواب دیا کہ میں نے وہاں قیام کی



ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ اس لیے وہاں کے رہنے والے اوقات غور و نوش کا لحاظ رکھتے ہیں، یعنی جب بھوک کا غلبہ ہوتا اور بھوک خوب لگتی ہے تو وہ کھانا نہیں اور ابھی بھوک باقی رہتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اس لیے وہ بیمار ہی نہیں ہوتے۔ بعض موزنین اس نقل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی جانب منسوب کرتے ہیں کہ روم (ترکی) کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے اس حکیم حاذق کو صحابہ کرام کے علاج معالجہ کی خاطر بطور ہدیہ آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا تھا۔ یہ حکیم ایک سال تک یہاں مقیم رہا۔ لیکن جب کوئی یہاں بیمار ہی نہ ہوا تو واپس چلا گیا اور یہاں کے لوگوں سے صحابہ کرام کی یہ حالت و عادت بیان کی۔ اس پر تمام حاضرین مجلس کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ اسلام کی خوبیوں کے معترف ہو گئے۔

**نور ۱۰** ہمیشہ با وضو رہنا کہ روزی میں فراخی پاؤ اور اگر دائمی طور پر با وضو رہنا میر نہ ہو تو اکثر اوقات با وضو رہو۔ اور اگر کسی نام پر ایسا بھی نہ کر سکو تو کم از کم تیغ گمانہ نمازوں کے لیے تازہ وضو کرو۔ اور اگر کسی علت کے باعث یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی قدرت و امکان بھر اس پر عمل پیرا ہو کہ باعث برکت و موجب ترقی دوزق ہے۔

**نور ۱۱** بڑی موت اور سلب ایمان سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ بڑی موت دو قسم پر ہے۔ اول یہ کہ معاذ اللہ ایمان ہی سلب ہو جائے اور دوسرا یہ کہ دنیا کی محبت و خیال میں گرفتار دنیا سے رخصت ہو۔ یعنی آخری سالوں میں بھی مال و متاع زن و فرزند اور دنیاوی یار و دوست احباب کی محبت میں سمائی رہے۔ دراصل دنیا انہیں چیزوں کی محبت میں گرفتاری کا نام ہے اور یہ بھی سوء خاتمہ یعنی بڑی موت کی ایک قسم ہے۔ آدمی کو اس حالت میں موت آئے تو نگاہ کا صورت مرے گا اور اس بے ہودہ خیال کی کچھ سزا پائے گا۔ اگرچہ آخر کار اس سے نجات حاصل کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص اس بڑی موت سے بھی ہمیشہ خائف

ہیں۔ تو کیا چیز ہے کہ بے فکر بیٹھا ہے الہی نہیں ان دونوں بڑی موتوں سے بچاؤ کرے۔ بچاؤ سید الکونین سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درحرمہ و بیک الثوث

**نور ۱۲** ابلیس ملعون کی ذریات میں دو شیطان ایسے ہیں کہ جب انسان بالغ ہوتا ہے تو وہ دونوں آتے اور اس کے دل پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ اس سے ایک اس کے ایمانی عقائد میں خدشے پیدا کرتا اور اس کے دل میں بات ڈالتا ہے کہ بن دیکھے خدا پر تو کیسے ایمان لے آیا کہ وہ ایک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دویاز یا وہ ہوں بلکہ بھی ہونا چاہئے اس لیے کہ ایسے وسیع عالم کا انتظام و سامان ایک ہی ہستی سے کسی طرح اصلاح پذیر ہو سکتا ہے۔

یونہی دیکھے بغیر انبیاء کی تصدیق تو نے کیسے کر دی، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ای شان و شوکت کی خاطر ایسے دعوے کیے ہیں۔ یونہی معجزات کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسے امور جادو گروں سے بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے انبیاء بھی میں جادو گروں میں ہوں۔

یونہی اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر فرشتوں کے وجود کو تو نے کس طرح تسلیم کر لیا کہ وہ تدابیر عالم پر مامور ہیں۔ غرض اسلامی عقائد میں وہ اسی قسم کے خطرات اور دوسرے دل میں پیدا کرتے ہیں۔

**نور ۱۳** دوسرا شیطان دین کی فروعات مثلاً نماز روزہ وغیرہ میں شک اور دوسرے دل میں ڈالتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ تیری نماز ہی نہ ہوئی فلاں رکن تجھ سے چھوڑے گیا۔ تیرا وضو نہ ہوا اس لیے کہ تو نے مسح نہ کیا۔ یا کہتا ہے کہ قعدہ کیوں کرتا ہے یہ تو پہلی یا تیسری رکعت ہے یا کہتا ہے کہ تو نے روزہ کی نیت نہیں کی۔ یا پانی تیرے حلق سے اتر گیا۔ غرض ایسے ہی دوسرے اور بے سرو پا خیالات دل میں ڈالتا ہے اور انسان و ہم کا شکار ہو جاتا ہے حتیٰ کہ پاگلوں کی سی حرکتوں پر اتر آتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ اس کے دوسروں کا شکار ہو کر الحاد و بے دینی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ الہی نہیں



ان دونوں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اسی لیے سلامتی کی راہ یہ ہے کہ بندہ ان دونوں دشمنوں کے اقوال و خطرات پر عمل نہ کرے بلکہ اُس کے خلاف کرے۔ اگر وہ کہے کہ یہ رات ہے تو یہ کہے کہ دن ہے اور وہ کہے کہ دن ہے تو یہ کہے کہ رات ہے وہ دونوں ملعون خود ہی پشیمان ہو کر غائب و خاسر ہلٹ جائیں گے۔ دراصل ان شیاطین کی عادت ہی یہ ہے کہ ان کی باتوں پر لگے اور اُن پر غور و خوض اور تہ و کیجئے تو یہ دلیہ ہو جاتے ہیں اور ان کو منہ نہ لگا بیٹے اور منہ پھیر کر ذکر الہی کی طرف منسوب ہو جاتے تو دور و برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ لہذا جس وقت کوئی دوسرے دل میں پیدا ہو تو سمجھ لے کہ یہ میرے دل کی بات نہیں بلکہ کوئی دوسرا میرے دل میں اگر ایسی باتیں بنا رہا ہے اور مجھے مدد الہی کے بغیر اس کے بھگانے پر قدرت نہیں۔ میں تو وہی سر جھکانے والا اپنے اللہ کا بندہ اور اس کا فرماں پذیر اور ایمان گزین ہوں، جیسا کہ پہلے تھا۔

اس مبارک خیال و تصور کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ایمان ثابت قدم رہے گا اور عبادت میں چسٹ و چالاک اور اسی وقت ان دشمنوں کے دوسو سوں سے سجات پائے گا، خراب و برباد نہ ہوگا۔ دلائل و قوت الہی اللہ العظیم۔

وصول الی اللہ یعنی حق جل مجدہ تک رسائی نہ ان اذکار و اشغال وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور نہ اس کی طرف راہیں ان پر منحصر و وصول الی اللہ کے طریقے بکثرت کثیر ہیں اور بے حساب و بے شمار۔ چنانچہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طرق الوصول الی اللہ بعد و انفس الخلاق، یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے طریقے شمار میں تمام مخلوق کے سانسوں کے برابر ہیں، یعنی بے حدود و شمار اس لیے وصول الی اللہ جس طرح اور جس طور پر میسر آئے اور اس سے دلچسپی و طمانیت قلبی نصیب ہو وہی تمہارا ذکر و شغل ہے۔ اسی کو طریق وصول جانو، اور اسی پر کاربند رہو اور اسی کو اپنا خدمت گار سمجھو۔ اسے یوں سمجھ لو کہ اگر کسی کو یہ دوست دینی کتابوں کے مطالعہ سے میسر آئے اور اس سے اُس کا باطن مطمئن ہو تو اس کے

یہ ہی مطالعہ کتب ذکر و شغل ہے اور اگر کسی کو صالحین کی ہم نشینی میسر آئے تو یہی صحبت صالحین اس کے حق میں ذکر و شغل ہے۔ دلیٰ بذالقیاس۔ چنانچہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اذکار و اشغال کی فضیلتیں صرف تسبیح و تہلیل میں منحصر ہیں بلکہ کسی بھی عمل خیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ اس کے ذکر و شغل میں شامل ہے۔ میں نے یہ فائدہ عجیب اپنے مشہور گرامی کی تعلیم کے مطابق تحریر کیا ہے آپ نے اسی طرح اپنا فیضان پہنچایا اور اس کی اجازت دی۔ اُس نئی دلی نے اللہ تعالیٰ عنہ۔

مشائخ کرام کا اس باب میں اختلاف ہے کہ سالک کیے قیامت ہوگا۔ بہتر ہے یا سفر و سیاحت۔ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ وطن میں مقیم رہنا سالک کے حق میں بہتر ہے جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک دوسرے شہروں تک سفر و سیاحت بہتر ہے۔ لیکن اس سیاحت میں حکمت کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہمارے مشائخ نے یہ دیا ہے کہ وصول الی اللہ ہمارے قبضہ و اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اُس کے اہام پر مبنی ہے اور یہ حالات میں اختلاف سے خود بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ الب اگر مخلوق الہی کی ہدایت اور انہیں فیض رسانی، سفر میں زیادہ میسر آئے تو سفر و سیاحت افضل ہے۔ حضور اقامت سے اور اس کے برعکس حالات ہوں تو اقامت، سیاحت سے بہتر ہے۔ اور اگر بندہ گاہی خلایک رہنمائی سفر و حضر، دونوں حالتوں میں یکساں ہو۔ تب بھی اقامت کو سیاحت پر فوقیت ہے۔ اس لیے کہ اقامت میں بمقابلہ سیاحت، جمعیت خاطر و دل جمعی زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ و مرشد برحق سید الشاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باب میں مجھے اختیار دے دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں اقامت کی ترغیب دیتا ہوں اور نہ اس بارے میں تم پر راہ سفر تنگ کرتا ہوں بلکہ اسے تمہاری مرضی و اختیار پر چھوڑتا ہوں (جو اور جیسا مناسب جانو عمل میں لاؤ) اس لیے کہ میں تمہارے اہل قرابت کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ ان میں بیشتر



تم سے عداوت و عناد رکھتے ہیں۔ البتہ کچھ دل میں چھپائے ہوئے ہیں اور کچھ اسے ظاہر کر بیٹھے ہیں۔ ہاں گفتی کے کچھ لوگ دل و جان سے تمہارے موافق ہیں۔ ان کو چھوڑ کر باقی ماندہ قرابت دار، اگر دور رہو گے تو تمہیں اپنا دشمن سمجھتے رہیں اور سامنے رہو گے، تو اذیت پہنچائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اقامت پذیر نہ رہنے دیں گے۔ اس لیے میں تمہیں وطن میں اقامت پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ تمہیں اختیار کی دیتا ہوں، چاہو تو یہاں مقیم رہو اور چاہو تو سفر اختیار کرو۔ یہ سب میں نے اپنے جد اکرم و مرشد محترم سے خود سنا ہے۔

### نور ۱۳

اپنے روز و شب کے اوقات اس طرح مقرر کریں کہ جب رات کا ایک مختصر حصہ باقی رہے بیدار ہو جائیں اور فوراً کوئی بات کیے بغیر کلمہ طیبہ پڑھیں، اور حکمت اس میں یہ ہے کہ مسلمان کا دل، بیداری کے وقت پاک صاف ہوتا ہے۔ تمام نفسانی اور شیطانی کمزوریوں سے۔ اور جب اس پر کلمہ طیبہ کا ذکر منقش ہوگا تو کلمہ کا نقش دل پر مستقر ہو جائے گا ورنہ کچھ دیر بعد پھر وہی شیطانی دوسرے اور نفسانی خطرے دل میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے، اور کلمہ طیبہ کے ذکر کی تاثیر درہم برہم ہو جائے گی اور کلمہ دل میں منقش نہ ہوگا۔ اس لیے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھیں تاکہ سالک کا دل ذکر الہی سے تابندہ و روشن رہے۔ اس کے بعد طہارت و استنجاء اور وضو وغیرہ سے فراغت پاکر نماز تہجد ادا کریں۔ وہی بارہ رکعتیں رکھیں۔ (معمول مشائخ میں) دو دو رکعت کی نیت یعنی چھ سلاموں سے، اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین بار۔

اس کے بعد اپنے مرشد برحق کی تعلیم کے موافق، اذکار و اشغال اور مراقبہ کی طرف توجہ دیں اور صبح صادق تک اس میں مصروف رہیں۔ طور و صبح صادق کے بعد پھر نماز و وضو کے ساتھ نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کریں اور کسی سے بات نہ کیے بغیر پھر اپنے تزکیہ باطن کی طرف متوجہ ہوں، اور جب آفتاب بظہر ایک نیزہ کے بلند ہو جائے تو نماز اشراق ادا کریں یعنی چار رکعتیں دو سلام سے، اور ہر رکعت میں

سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھیں۔

اس کے بعد اپنے خاندان کے معمولات اور ادوار و وظائف زبانی طور پر پڑھیں۔ اپنے گھر میں اپنی قیام گاہ پر۔ اور جب تقریباً ایک چوتھائی دن کا حصہ گزر جائے تو صبح نماز چاشت پڑھیں اور یہ بھی چار رکعتیں ہیں دو سلام سے اور ان میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔

پھر درگاہ معلیٰ پر حاضر ہوں اور وہاں روزانہ کے درود اذکار پڑھ کر اس کا ثواب اپنے بزرگان دین کی ارواح کو ہدیہ کریں۔

اس سے فارغ ہو کر اپنے دوسرے معمولات مثلاً درس و تدریس یا کسب و ریاضت اور مزدوری و کوئی جوہر و جلال میسر ہو ان کی طرف متوجہ ہوں۔

اور پھر دوبارہ آجائے تو بقدر ضرورت کچھ غذا کھاپی کہ کچھ دیر قیلولہ کریں تاکہ شب بیداری کی تکان دور ہو اور ذکر الہی میں خلل نہ پیدا ہو۔

پھر نماز ظہر کے اول وقت اٹھیں اور طہارت و وضو وغیرہ کر کے، نماز ظہر باجماعت ادا کریں پھر تلاوت قرآن کریم کم از کم سوا پارہ، اور دلائل الخیرات و حصن حصین کی قرأت میں مصروف ہوں اور پھر کچھ وقت حدیث و تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ کی درس و تدریس میں صرف کریں اور اس سے فراغت پائیں تو کچھ اپنا دنیاوی کاروبار وقت مختصر تک انجام دیں۔

جب نماز عصر کا وقت آجائے تو نماز باجماعت سے فراغت پاکر خاموشی سے نماز مغرب تک وقت گزاریں۔ یعنی کسی سے بات چیت کیے بغیر ذکر الہی میں مشغول رہیں تاکہ عصر و مغرب کا درمیانی وقت ذکر سے معمور رہے کہ صبح عاشقان، یہی ہے۔ اس دوران باطنی سبق سے غافل نہ رہے بلکہ قلب کی طرف توجہ دے اور جتنا آسانی ہو سکے اذکار و اشغال میں مصروف وقت گزارے۔ یہاں تک کہ جب آفتاب میں زردی آجائے اور غروب ہونے لگے تو اس روز کے گزرنے پر حسرت و ناسف کا اظہار کرے کہ میں نے بے مصرف گزارا۔ دن تمام ہونے پر آیا اور میں اپنے مالک و



مولیٰ جل جلالہ کی کوئی طاعت و عبادت نہ کرے گا اور ہوسکے تو اس پر دوسرے بشر علیہ  
دل پر کیفیت طاری ہو اور کوشش کرے کہ یہ بناوٹی نہ ہو اور نہ اس میں غرور و تامل  
آنے پائے۔

اب کر نماز مغرب کا وقت آیا نماز باجماعت ادا کر کے نماز ادا بین پڑھے۔ وہی چھ  
رکعتیں تین سلام سے اور سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پوری کرے۔  
یہ رکعتیں اپنے مرشدان طریقت کی ارجح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھی جائیں۔ نماز  
اوابین وغیرہ سے فراغت ہو تو اپنے اہل خانہ میں آئیں اور اہل و عیال کی دُجوئی کریں کہ  
یہی عادت کریمہ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد اگر طلب علم میں ہنوز مصروفیت ہے تو کتابوں کے مطالعہ کی جانب  
متوجہ ہوں اور پھر نماز عشاء کا وقت آئے تو باجماعت نماز ادا کریں۔ پھر بغیر رت کھاپی کر  
باد وضو کھلیے اور درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائیں اور جب صبح بیدار ہوں تو پھر اپنے  
معمولات مذکور بالا میں مشغول ہو جائیں۔ تصفیہ باطن اور قلب کی صفائی کے لیے ان  
اوقات کو پابندی سے مصروف ذکر رکھنا ضروری جانیں۔ یہ فقیر مرشد گرامی کے ارشاد کے  
مطابق انوسال کی عمر سے کامل دس سال تک ان اوقات پر کار بند رہا ہے۔

نماز ظہر سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت، قاعدہ فہمی، استواری، اس کی  
تفصیل آئندہ آتی ہے یا کسی اور قاعدہ معمولہ کے مطابق اور حصین  
حصین و حزب البحر و دلائل الخیرات کی قرأت میں مصروفیت لازم جائیں کہ اس وقت  
یہ ہمارے خاندانی معمولات میں سے ایک اہم معمول ہے اور تلاوت قرآن کریم کی تلاوت  
کا اقل درجہ سوا پارہ ہے۔

یہ بھی تفسیر و حدیث اور دوسری دینی کتابوں کی درس و تدریس بھی ان اوقات میں  
یعنی بعد نماز ظہر اپنا معمول بناتے اور اس کا عادی ہو جاتے۔

خاندان طریقت کے تمام شجرے بالخصوص وہ شجرہ جس میں وہ مرید ہے  
اس کے پڑھنے کی عادت اس طرح ڈالے کہ پہلے درود شریف غوثیہ

اللھم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود و المکرّم و آلہ و مسلم یگیرہ مرتبہ  
پڑھے پھر سورہ فاتحہ اور آیتہ الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص مع بسم اللہ سات  
یا تین مرتبہ اور پھر آخر میں سات بار یا تین بار درود شریف مذکورہ بالا پڑھے۔ اور پھر  
جو کچھ پڑھا ہے اس سب کا ثواب نام بنام اپنے مرشدان کرام کو پہنچ کرے اور  
خود اس کا نام بھی ان میں شامل کر کے فاتحہ پڑھے اور ان تمام اولیائے کرام کے وسیلہ  
جلیلہ سے خود اپنے حق میں بھی دعائے خیر کرے۔ یہ فاتحہ بھی بعد نماز فجر یا بعد نماز  
مغرب نماز اوابین کا ثواب اس میں شامل کر کے ضرور ادا کرتا رہے اگر جب  
یہ اپنے مرشدان برحق کا نام لیتا رہے گا تو وہ بھی اس کی جانب توجہ فرمائیں گے۔  
مناسبت مقام کے لحاظ سے میں اپنے خاندان برکاتیرہ کے چند

**نور ۱۵ :-** مخصوص اوراد و اشغال اس خاندان عالی کے متوسلین کے لیے  
لکھتا ہوں تاکہ وہ اس پر عمل پیرا رہیں کہ محنت قلیل ہے اور منفعت ان کی کثیر۔

ان اوراد و اشغال میں پہلا درود پنج گنج صغیر ہے۔ ہر نماز کے بعد اس  
**نور ۱۶ :-** کا پڑھنا ہمارے خاندان کا معمول رہا ہے یعنی بعد نماز فجر یا  
عن ینیا اللہ، بعد نماز ظہر یا کریم یا اللہ، بعد نماز عصر یا جبار یا اللہ،  
بعد نماز مغرب یا ستار یا اللہ اور بعد نماز عشاء یا غفار یا اللہ ہر ایک  
سوا مرتبہ۔

دوسرا درود پنج گنج کبیر ہے یعنی بعد نماز فجر یا حی یا قیوم لا الہ  
**نور ۱۷ :-** الا انت سبحانک اِنی کنت من الظالمین ط ۱۱۱ مرتبہ اول و

آخر درود شریف تین تین مرتبہ اور اس کے بعد گیارہ مرتبہ یہ آیت کریمہ فَاَسْتَجِبْنا لِلّٰہِ  
وَجَنَّبْناہُ مِنَ الْخَطَاہِ وَكَذَّابِ الْغٰیِبِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط گیارہ مرتبہ بعد نماز ظہر

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ایک سو گیارہ مرتبہ اول و آخر درود شریف۔

تین تین بار۔ بعد نماز عصر حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ایک سو گیارہ مرتبہ اور درود  
شریف تین تین بار۔ بعد نماز مغرب رب اِنِّیْ مُسْتَغْنٰی الضَّرُّ دَاثَتْ الرَّحْمٰلِیْمِیْنَ



ایک سو گیارہ بار اور اول و آخر تین تین بار درود شریف پھر بعد نماز عشاء  
وَأَقْبَرُ إِلَى اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ایک سو گیارہ مرتبہ  
اول و آخر تین تین مرتبہ درود پاک۔

**نور ۱۸:** تیسرا شغل اور اوشمہ ہیں۔ ان پانچ وظائف میں پہلے دو تو وہی  
پانچ صغیر اور پانچ کبیر ہیں۔ ان دونوں کو ان اوراد میں شامل  
رکھیں اور دونوں کی نیت سے پڑھیں۔ یعنی یہ نیت پانچ بھی اور بہ نیت درود  
بھی، ان اوراد و شمس میں باقی تین کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں اول درود  
ہے سُبْحَانَكَ يَا اللَّهُ كُلُّ صَغِيرٍ مَحْمُودٌ سَيِّدُ الْبَرِّ سَيِّدُ الْبَرِّ ایک سو  
گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر درود شریف۔

دوسرا درود ہے اللَّهُ هَمْدِي، مِنْ عَيْنِكَ مَدْدِي، وَعَيْنُكَ مَعْتَدِي  
دس مرتبہ نَادِ عَلِيًّا الخ ایک سو دس مرتبہ پڑھ کر دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔  
يَا أَبَا الْغَيْثِ أَغْنِنِي دِيًّا عَلَى أَدْرِكُنِي بِمَحَبَّةٍ دَعَا تَرْبَةِ الطَّاهِرِينَ۔  
اول و آخر تین تین بار درود پاک۔ پھر اول و آخر تین تین بار درود شریف کے ساتھ  
گیارہ مرتبہ يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ شَيْخًا لِلَّهِ۔

اور ان اوراد میں سے تیسرا درود ہے۔ درود قادر بر غوثیہ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى  
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُودِ وَالْكَرَمِ وَالْإِسَاءِ وَسَلِّمْ تین مرتبہ پڑھ کر اس  
سے متصل درود اولیاء ساٹھ مرتبہ پڑھیں اور پھر تین بار درود غوثیہ  
پڑھیں۔ درود اولیاء یہ ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَا عَمِدَكَ مِنْ  
الْعَدَدِ فِي كُلِّ نَحْطَةٍ وَنَحْطَةٍ مِنَ الْأَرْزَالِ إِلَى الْأَسَدِ وَالْإِلَهِ وَسَلِّمْ  
ان اشغال مخصوصہ میں چوتھا شغل، پانچ اشغال کا مجموعہ ہے (جسے

**نور ۱۹:** اشغال خمسہ کہا جاتا ہے) یہ پانچوں شغل نماز پنجگانہ کے بعد ادا کیے  
جاتے ہیں۔ ان کا ذریعہ سانس ہے۔ اس طرح کہ زبان کو اس کی خبر نہ ہو یعنی زبان  
ذرا برابر حرکت نہ کرے (ان میں سے ہر ایک گیارہ بار پڑھا جاتا ہے اور پھر

ان بات کیے بغیر درود و سلام پڑھتے ہیں شغل سے پہلے دعا کرنا مناسب ہے  
فَبِأَدَا ذَرْعَتِكَ خَالِقَتُكَ بِرَعْلٍ سَوَّجَتُكَ۔ ان اوراد میں شغل اول جو بعد  
نماز میں لائے ہیں۔ یہ ہے کلمہ طیبہ جز اول لا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ کا ذکر اور از نو  
بند کیے زبان تالو سے جھانے محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی  
جائے اس طرح کرے کہ اس جز کا شطر اول یعنی لا اِلٰهَ کہ نفی محض ہے سانس  
بہت ہوئے قلب نیلوفر سے اُمِّ مَدْوَرِي تک سر اٹھاتا ہوا سے جائے اور  
شرط ثانی کہ اثبات ہے (یعنی لا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ) سے سانس نیچے لیتے ہوئے پہلی صورت  
کے برعکس سر جھکاتے ہوئے ضرب خفی لگاتے اور شغل ثانی کہ بعد نماز ظہر  
مہول ہے اس میں اثبات یعنی لا اِلٰهَ کے دو شطر ہیں شطر اول یعنی لا اِلٰهَ تعریف  
اور شطر ثانی اسم ذات اللہ کا لام ہے اور حرف آخر ساکن یعنی اظہار ضم کے بغیر  
یعنی (لَا اِلٰهَ) ان دونوں کا ذکر حسب طریقہ مذکور بالا عمل میں لائے (تیسرا  
شغل نماز عصر کے بعد صرف اسم ذات اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح دو حصوں پر  
مقسم یعنی شطر اول اِلَّا اور شطر ثانی اِلٰهَ ساکن غیر متحرک۔ چوتھا شغل بعد نماز مغرب  
نماز عصر کے ذکر کی مانند ہے البتہ اس میں ۵ پر ضم یا اس کا کچھ اثر رکھتے ہیں اور  
پانچوں شغل بعد نماز عشاء وہی نماز فجر کا شغل ہے البتہ اس میں اسم ذات اللہ کی  
جائے ضمیر سے یعنی هُوَ۔ بوقت وادایہ طریقے اس وجہ سے مفید ہیں کہ انہیں  
نفی رکھتے اور دوز میں لکھتے ہیں تاکہ یہ خزانہ نا اہل کے ہاتھ نہ لگے حضرت مصنف  
نے اسے اپنے خاص برادران طریقت کے لیے عام کیا۔ مترجم)

**نور ۲۰:** ہر فرض نماز اور سنت مؤکدہ بعد یہاں کے بعد شجرہ چشتیہ ملحوظ  
رکھتے ہوئے گیارہ گیارہ بار ضرب نفی و اثبات، دوسری بھری  
آواز سے کہنا چاہئے طریقہ اس کا یہ ہے کہ لا اِلٰهَ ناف سے با آواز بلند الا کا لام  
نکال کر سر بلند کر کے اُپر اٹھاتا ہوا (اللہ کی ہ) دماغ تک لے اور معاً لا اِلٰهَ  
کا پہلا سبزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب نیچے سانس لیتے ہوئے با آواز



بلند بقوت تمام، دل پر لگائے۔ پھر دعا مانگے۔

یہ تمام اشغال بزرگان مارہرہ کے معمولات میں شامل رہے۔ لیکن اب سر  
مترک ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا رَاجِعُوْنَ۔

**نور ۳۱** نماز اشراق سے فارغ ہوتے ہی حویلی سجادگی میں ایک وقت  
دعائے مزہبانی، دعائے حزب البحر و چل اسماء بطور خمس پڑھیں  
بھی اپنا فرض جائیں اور درگاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر بزرگان طریقت کی ارجح طلب  
کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پنج سورہ باری تعالیٰ کے تانوسے نام اور تراویح  
آیاتِ حمد و ثننی مع موکلات پڑھیں۔ نیز درگاہ شریف میں چل اسماء پڑھنا  
بھی موجب برکت ہے اور ہمیں پروردگار غوثیہ کلاں اور درود مستغاث بھی  
پڑھنا چاہیے۔

**نور ۳۲** بیعت لینے اور طالب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی  
بیعت کا خواستگار آئے اور اپنے مرید ہونے کی استدعا کرے  
تو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ واقعی قابل بیعت ہے یا نہیں۔ اگر اس میں بیعت  
کی شرائط پائی جائیں تو اب اس سے معلوم کریں کہ اس سے پہلے کسی کے ہاتھ  
پر بیعت کی ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ اب تک میں بیعت نہیں ہوا تو اب  
اس سے اس کے آباء و اجداد کا حال دریافت کریں کہ وہ کس خاندان میں منسلک  
ہیں۔ وہ جس خاندان کا نام لے، اگر اُسے اس خاندان میں بیعت لینے کی اجازت  
ہو تو اسی خاندان میں بیعت کرے اور اگر اس خاندان کی اُسے اجازت نہ  
ہو تو صاف صاف اس سے معذرت کر دے کہ میں اس خاندان کی اجازت نہیں  
اس کے علاوہ فلاں فلاں خاندان میں ہم بیعت کر سکتے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ ان  
میں سے کس خاندان کا مرید ہونا چاہتے ہو۔ اب وہ جس خاندان میں بیعت کا خواہاں  
ہو اسی خاندان میں اُسے منسلک کر دیں۔

ایک صاحب ہمارے مرشد گرامی قدر کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مجھے

بیعت فرمائیں، آپ نے اس سے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اپنی بیعت نہیں  
کے سکتا۔ تم خاندان صابریہ سے ہو اور میں اس خاندان کی اجازت نہیں۔  
میں اس بارے میں حضرت مخدوم صابر سے بڑی شرمندگی ہوگی۔ عرض کیا کہ میں حضور  
کے سوا کسی اور کا مرید نہ ہوں گا۔ پھر آپ نے انہیں قیام کی اجازت دی اور تین  
روز بعد ارشاد فرمایا کہ فلاں صاحب کو جو طلب بیعت کے لیے آئے تھے بلایا  
جائے۔ جب وہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ اب آؤ تمہیں  
بیعت کر دوں کہ مجھے حضرت مخدوم صابر سے اجازت مرحمت ہو چکی ہے۔

یہ حکایت میں نے خود اپنے جد و مرشد سے سنی ہے۔ البتہ یہ بات مشکوک  
ہے کہ حضرت والا نے انہیں کس خاندان میں مرید کیا۔ صابریہ میں یا قادریہ میں۔  
الفقہ جب کسی کو مرید بنانا مقصود ہو تو اسے حکم دیں کہ وہ تازہ غسل ایا وضو  
کرے۔ پھر یہ نیت توبہ و انابت و درکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ  
کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص کے ساتھ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب تک  
بیعت نہ ہو جائے کوئی بات نہ کرے۔ بخوشی سی شیرینی کہ وہ باآسانی لا سکتا ہو  
اپنے شیخ کے رو برو حاضر لائے اور عقیدت سے یا ادب سے دہاں کھڑا رہے  
شیخ اس شیرینی پر اپنے سلسلہ کے بزرگان طریقت کی فاتحہ پڑھے اور اپنے مرید  
کے حق میں دعائے استقامت کرے کہ اللہ اُسے دین پر ثابت قدم رکھے۔ اب شیخ  
اُسے اپنے مقابل بٹھائے اگھٹنوں سے کھٹنے ملا کر اور جیسے مصافحہ کرتے ہیں اس  
کا ہاتھ تھام لے۔ پھر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ استغفار اور یا اللہ اس سے کہلائے، اور  
اس سے زبانی طور پر اس کی زبان میں گناہوں سے توبہ کرائے اور پھر پچھنے سے  
اس کی پیشانی کے دو تین بال تراش لے کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے اس  
کے بعد درمیان سے اپنے ہاتھ سے شیرینی دے اور اُسے تاکید کرے کہ وہ خود  
کھائے اس میں سے کسی اور کو کچھ نہ دے۔ مرید بنانے کا یہ طریقہ ہے جو مذکور ہوا۔  
**نور ۳۳** اگر کوئی شخص کسی اور شیخ کا مرید ہو (اور بہ نیت بیعت آئے) تو



اسے میں نہ کرے۔ ہاں طالب بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ طالب بناتے ہیں شریعتی اور دوکانہ و مصافحہ کی قید نہیں صرف اس سلسلہ کی ناتجربہ کرا جس میں وہ مرید ہونا چاہتا ہے۔ اجازت دے دے کہ وہ اس سلسلہ کا شجرہ پڑھتا رہے۔ البتہ دو تین مرتبہ تبرک اور حصول برکت کے لیے اس سے کلمہ طیبہ و استغفار اور یا اللہ کہلائے۔ پھر اس کی اہلیت کے لائق اسے ذکر نفی و اثبات و اسم ذات تعلیم کرے۔ کہ یہ پہلی ایجد ہے اور نماز روزہ اور شریعت پر استقامت کی تاکید و نصیحت مرید اور طالب دونوں کو کرے۔ اگر کسی حال اس سے غافل نہ رہیں۔

**فائدہ ۱۰:** تجدید بیعت دوسری بار ہو خواہ تیسری بار جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر ضرورت شدید ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مقتدین اس بارے میں شدید حمانعت فرماتی ہے کہ بلا ضرورت کسی اور مرشد کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب سلوک میں شرائط بیعت کی چھٹی شرط یہ ہے کہ پیر اپنے مریدوں کو اس بات کی اجازت نہ دے کہ وہ کسی اور پیر کی ہم نشینی اختیار کریں اور نہ اسے دوسرے پیر کے مریدوں کی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت دے جسکے اس میں ہے کہ ممکن ہے کہ ممکن ہے اس مرید کا مزاج و اشتیاق دوسرے شیخ کے کسی ایک ہی مرید کے مزاج سے ہم آہنگ و موافق نہ ہو۔ اور مشائخ کو ام پر لازم ہے کہ مرید کو اس کے مزاج و خواہش کے مخالف عمل کا حکم دیں تاکہ نفس امارہ مطیع ہو جائے اب جبکہ دوسروں کے مریدوں کے مابین نشست و برخاست کا سلسلہ ہو۔ اور دونوں کی انگلیں، ایک دوسرے کے خلاف ہوں اور دونوں کے پیروں کے لوہام ان کی انگلیوں اور خواہشوں کے مخالف ہوں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی جب دوسرے پیر کے احکام کو اپنی انگلیوں کے موافق پاتے گا تو اس کا دل ادھر مائل ہوگا۔ اور اپنے شیخ کے احکام کے برعکس، کسی اور کی طرف قلبی میلان و رجحان، اہل طریقت کے نزدیک ارتداد معنوی ہے، اور یہ ارتداد معنوی بحکم طریقت حق سے دوری اور حرمان و بد نصیبی کی موجب ہے۔

ظاہر ہے کہ جب اس کا دلی رجحان کسی اور پیر کی طرف ہوگا تو خود اہل حق کے پیر کی وقعت اس کی نگاہوں میں کم ہوگی اور دوسرے پیر کی طرف اس کا میلان قوی ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کی ہم نشینی و خدمت گزاری کو اپنا دینی فریضہ سمجھ کرے گا۔ اور اب اگر یہ دوسرا پیر بھی ارباب حقیقت سے ہے تو اپنے مقام و حیثیت کا لحاظ فرماتے ہوئے اسی چیز کا حکم دے گا جو اس مرید کے شیخ اول نے دیا تھا اور جب یہ دیکھے گا کہ اس کے احکام بھی اس کی انگلیوں کے برخلاف ہیں تو پھر اپنے شیخ کی طرف رجوع ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اس کی طلب صادق نہ تھی اور یہ اس مشہور کلام کا مصداق بن جانے لگا کہ

"اڑیں چار اندہ و از انجا ماندہ" غور و نگاہ اور سرگشتہ و پریشان اپنی بد طبیعتی اور بد خصلتی کے قید خانہ میں دوسروں کی طرح سرگردان و پریشان، جو بنی کا کتا نہ گھر کا نہ گھارٹ کا) اللہ تعالیٰ ہمیں اس فتنہ و محرومی سے اپنا پستانہ بن رکھے۔

**سوال:** دوسرے شیخ سے تجدید بیعت جائز ہے یا نہیں؟  
**جواب:** پہلی بیعت اگر شیخ کامل کے ہاتھوں پر بطریق احسن حاصل ہو رہی تو اب دوسرے سے تجدید بیعت کی حاجت نہیں۔ یعنی اگر شیخ اول کی بیعت سے سکون قلبی اپنے انجام تک پہنچا یعنی مرتبہ فنا و بقا میسر آچکا تو تجدید بیعت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں اگر وہ سکون قلبی میسر نہ آسکا تو مرید کو اختیار ہے ضرورت جانے تو تجدید بیعت کرے۔

**نور ۲۲:** پیر اور مرید اگر باہم کسی ایک جگہ بیٹھیں تو مریدوں کو چاہیے کہ حتی الامکان آداب کی نگہداشت کریں اور شیخ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے وقار کو کھٹیں نہ پہنچائے فضول و لا حاصل باتیں اور بے لگائی درمیان میں نہ لے دے اور زیادہ خلط ملط بھی روانہ نہ رکھے۔ ورنہ مرید کی نگاہوں میں پیر بے وقعت ہو جائے گا اور اس کی عظمت و ہیبت جلالت و وقعت اور قد و منزلت



بمقرر و محفوظ نہ رہے گی اور مرید ہونے کے فوائد سب ملنا میرٹ ہو جائیں گے اور اس قسم کے مریدوں کو اس قسم کے پیروں سے بے تکلفی کے باعث کٹا دی نہ ہوگی۔

اس لیے کہتے ہیں کہ شوہر کی نصیحت چونکہ عورت کے حق میں زیادہ نفع پہنچاتی ہے لہذا عورتوں کو اپنے شوہروں کے ہاتھ پر بیعت ہونا، جبکہ مجبور یا غائب نہ ہوں، پسندیدہ نہیں۔

۲۵۹

نور ۲۵۔ مرید پر توجہ ڈالنے کا طریقہ جو ہمارے خاندانِ قادریہ میں معمول رہا ہے وہ یہ ہے کہ پیر اپنی توجہ بالکلیہ اپنے مرید کے دل پر ڈالے اور اسے محکم دے کہ وہ اپنے گھٹے، اس اپیر کے گھٹنوں سے ملائے رکھے اور آنکھیں بند اور اپنے شیخ کی طرف متوجہ رہے اور یہ تصور باندھے کہ میرا دل اپنے مرشد کے دل سے چسپاں ہے کہ جو کچھ قلب شیخ میں وارد ہوتا ہے وہ مرید تک پہنچتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ شیخ پورے خشوع و خضوع سے بارگاہِ الہی کی طرف متوجہ رہے تاکہ ذکر الہی کی تابش اس کے قلب میں ممکن ہو اور اس کے ذریعہ مرید کے قلب میں قطرہ قطرہ پہنچتی رہے۔ اور ساتھ ہی مرید کا قلب اپنی باطنی قوت سے اپنی جانب کھینچا رکھے۔ اس امر خیر میں اپنے اکابر طریقت کی ارواح سے استمداد کرے اور اس تصرف میں آغاز و انجام پر ان کی مدد کا خواستگار رہے۔

یہ وہ فائدہ ہے جو خود حضور آلِ احمد اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دست مبارک سے لکھا اور فقیر نے وہاں سے نقل کیا۔

۲۴

**نور ۲۶** اجنبی عورت ابیعت کے بعد اپنے محارم میں نہیں ہو جاتی (اجنبی کی اجنبی ہی بنتی ہے اور اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا، ویسا ہی حرام ہے جیسا اور اجنبی عورتوں سے پیر اس کا چہرہ دیکھنے، اس کے وہی احکام میں جو دوسری بیگانی عورتوں کے، اس لیے ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہ دیکھیں۔ شغلِ برزخِ تصور میں بھی عورتیں شیخ کا چہرہ نہ دیکھیں۔ پانی اور آئینہ میں اس کا عکس

تصور یہ بھی نہ دیکھیں بلکہ اپنے پیر کی صورت کو اپنے آئینہ خیال میں اپنے باپ یا مائی وغیرہ محارم میں سے کسی ایک کی شکل میں نمودار سمجھ کر اپنے برزخی کو مکمل کریں  
یہ سلامتی کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جانتا ہے۔

میں نے ایک روز اپنے شیخ برحق سے عرض کیا کہ اس فقیر کو اپنے باقی ماندہ غل میں سے کچھ اور اشغال تعلیم فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ کہ یہ دو اشغال درود و شریعت تیار کر لو کہ ہمیں ہمارے مرشد برحق نے یہی دونوں شغل ہمیں مرتبہ سلوک کے اختتام تعلیم فرمائے تھے۔ ان میں اول ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اِس کے دو میں معطوف و معطوف علیہا پہلے جز کو نیلو فری سے مدوری تک کھینچ کر لے جاؤ اور دوسرے جز (وآلہ) کو تذبذب صوری پر ضرب خفی لگاؤ۔

دوسرا شغل یہ ہے کہ اپنے دل میں دائرہ کی شکل میں قلم تصور سے تین سفید  
رانی نشانیت قائم کرے اور اسے اپنی نگاہوں میں اس طرح رکھے گویا کہ نمایاں  
نہ ہو بلکہ دیکھ رہا ہے۔ اس طرح



24

۲۔ راہِ سلوک میں استقامتِ قلب کے لیے ہر نماز فرض کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھیں یا اللہ یا رحمن یا رحیم ول مارکن مستقیم بحق  
اَلْعَبْدُ وَاٰیٰکَ نَسْتَعِيْنُ اور یہ ہمارے مرشدِ گرامی کی عنایتِ بر غایت  
ی کہ ایک روز دوپہر کے وقت جو بی سبھاؤگی میں قیلولہ کے لیے تشریف فرما تھے  
نے عرض کیا کہ کوئی ایسا اور عنایت فرمائیے کہ زبانی وظائف کے پڑھنے سے شغل  
میں کوئی مخرج نہ پیدا ہو تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔  
یہ دعا آخر ۳۶۷ یا ۳۶۸ لکھ کے اداس میں تعلیم فرمائی تھی۔

۲۸۔ اس فقیر کے اہل خاندان سے اگر تو فیق الہی کسی کی رقیق ہو اور اُسے  
راہ سلوک کا شوق دامنگیر ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے خاندان و سلسلہ



میں داخل ہو کر بفضلہ تعالیٰ کامیابی و نجات کے لیے صحیح و درست مسک ہے اپنی تعلیم کی خاطر حضرت سید محمد کا پو بی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ پر جو حضرت کا معمول رہا ہے اعلیٰ پیرا رہے۔ نیز کتاب مستطاب کا شرف الاستاذ تالیف شریف حضرت جدی سیدنا الشاہ حمزہ نور اللہ مرقدہ، رسالہ چار انواع اور عوارف ہندی وغیرہ رسائل از تالیفات صاحب البرکات قدس سرہ اور رسالہ تربیت مریدان مؤلفہ حضرت سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا مطالعہ کرے اور ان کی رہنمائی میں راہ سلوک طے کرے۔ بفضلہ تعالیٰ علم باطل سے کامل حصہ پائے گا اور اسے کسی اور شیخ کی رہنمائی کی حاجت درپیش نہ آئے گی۔

اس فقیر کی وجہوں میں یہ فائدہ بھی ہر اوقات قابل لحاظ اور لائق یادداشت ہے اسے پونہ مہل و لا حاصل سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھیں۔

**تور ۲۹** مولیٰ تبارک و تعالیٰ اگر کسی بندہ کو اپنی نوازشوں سے سرفراز فرمائے اور اسے کسی مرتبہ بلند و بالا تک پہنچائے تو اس پر لازم ہے کہ مولیٰ جل جلالہ کا شکر بجالائے اور اپنی حدود سے قدم باہر نہ نکالے، مثل مشہور ہے کہ

ایاز قدیر خود بشناس

ادامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندے قبا دیکھ

اور مخلوق کی نگاہوں میں اپنے اعزاز و نمائش کا اظہار نہ کرے بلکہ اس طرح رہے کہ دنیا دار مخلوق خدا اسے بخوار و آبرو باختہ سمجھیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ خاص بن جاتا ہے ورنہ آتش تو در کا سہ نسبت کا مصداق کہ تیرا نصیب اور تیری قیمت تیرے کا سہ گدائی میں ہے۔

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جسے مناسبت مقام کے لحاظ سے لکھتا ہوں کہ ایک نامور درویش کسی دوسرے درویش کی ملاقات کے لیے شیر پر سوار روانہ ہوا جب اس درویش کی منزل گاہ پر پہنچا تو کہا السلام علیکم اس درویش نے جواب دیا وعلیکم السلام اسے جابر رعنا صاحب نخوت وغور اس درویش نے کہا کہ آپ نے

مجھے ظالم رحنا ظالم خود آرا کیسے فرمایا، ارشاد فرمایا کہ ظلم تو تیرا یہ ہے کہ تو نے ایک ایسے جانور سے سواری کا کام لیا اور اپنا بوجھ لا دیا جس کی پشت کو اللہ تعالیٰ نے بار برداری سے آزاد پیدا فرمایا ہے اور تیری رعنائی (خود نمائی و خود آرائی) یہ ہے کہ مخلوق کو اپنی نمائش کرانا پھر رہا ہے۔

**تور ۳۰** شغل دو نیم کہ اسرار خاندان برکات سے ہے اور میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اسے تحریر میں لاؤں اس لیے کہ یہ نایاب ہے اور خاندان مارہرہ کے علاوہ کہیں اور اس کا وجود نہیں، لیکن صرف اس خیال سے کہ وظائف اسرار و نظروں سے پنہاں ہو گئے کہیں اس کا بچا بچا کر رکھنا، اس کی بربادی کا باعث نہ ہو لوگ ظلم پر لاتا ہوں، تاکہ اس فقیر کی رحلت کے بعد ایک یادگار رہے۔

(اور عرض کرتا ہے یہ فقیر مترجم کہ چونکہ شغل دو نیم، عزیز الوجود اور اسرار خاندان برکات سے ایک سر خاص ہے، کہ اسے مخفی رکھنے اور ناپا ہوں کی دست برد سے بچاتے ہیں اس لیے اس کا اردو ترجمہ، یہ فقیر موقوف رکھتا، اور اصل عبارت تحریر میں لاتا ہے کہ جنہیں وہ قادر و قدیر، توفیق شیر رفیق بخشے، وہ اس کے فیضان سے محروم نہ رہیں۔ دھی ذہ ۱۔

بدانکما شغل کثیر المنفعت قلیل المحنت سنت واثما سستی دینیم  
لیترکتکم من شغلی الفجر والظہر وشطر العصر من الاشغال الخمسة  
هكذا افاد جدی و مرشدی السید الشاہ آل الرسول الاحمدی  
نور اللہ مرقدہ و ماہر الان تاقی اولاً بشغل الفجر وشطر الظہر  
شما العصر مع قطع الهاء وعن هذا صار دو نیم شمر منہم من یفرب  
علی الصنوبری والاصوب هو الضرب علی النیلوفری، یدکون مطابقاً لما  
فی الاشغال الخمسة اذھی الاصل لهذا ومنها اخذ کما تری۔

**تور ۳۱** ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار السید شاہ آل برکات متقرے میاں ولد حضرت سید شاہ حمزہ



قدست (سرگرم) سے دریافت کیا کہ حضرت وہ شیخ تراکیب کونسی میں کہ ہمارے خاندان سے مخصوص ہیں، وہ مجھے بھی تعلیم فرمادیجئے۔ ارشاد فرمایا: شیخ گنج صفیر و کبیر و اور احمد و اشغال خمسہ و شغل دو نیم و نسخہ کیمیا کہ میں روزانہ اپنی کے بغیر اس کو عمل میں لاتے اور بقدر ضرورت واقعی اس سے کام چلاتے ہیں۔

ان میں سے چار پہلی پر اسرار تراکیب میں نے ذہن میں رکھیں نسخہ کیمیا کو میں نے ترک کر دیا اور یہ نہیں کہ میں نے اس اعتبار کلی کیا بلکہ سر دست ذہن و دماغ سے اسے محو کر دیا اور پھر دوبارہ نہ میں نے اس کا ذکر کیا نہ والد ماجد نے از خود تعلیم فرمایا۔ پھر ایک روز اس فقیر نے اپنے مرشد برحق سے عرض کیا کہ حضور اس کا کیس سبب ہے کہ یہ تراکیب بڑی منت و سماجیت، بڑی بے تابی و بے قراری اور ناقابل برداشت اشتیاق کے بعد تعلیم فرمائی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قلیل محنت اور کثیر منفعت کے علاوہ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ طالب صادق اس کی تحصیل کے شوق میں زیادہ سے زیادہ تصفیہ باطن کی طرف متوجہ رہے اور اس امید پر کہ دیکھنا چاہئے وہ کیسی عظیم دولت ہوگی جسے یوں چھپا چھپا کر رکھتے ہیں برس برس اذکار و اشغال میں اپنے شب و روز ایک کر دیتا ہے چنانچہ طلب صدق رکھنے والے اس پر عمل کرتے اور اپنے شیخ کے آستانے پر بڑے رہتے ہیں پھر اس میں پیر کو یہ سہولت ملتی کہ جب وہ طالب کی تکمیل جیسی کہ مطلوب ہے دیکھ لیتے تو یہ تراکیب اسے تعلیم فرمادیتے۔ اور فی زمانہ، نہ ایسے طالب ہیں نہ ایسے مرشد اس لیے جو اس کا خواستگار ہو اسے بتا دو کہ شاید اسی کو سہل اور بلا مشقت ہاتھ آنے والا حلہ ترمیم کر ذکر الہی کی طرف متوجہ ہو اور آخر کار تہذیبی سے مجاہدات میں مصروف ہو جائے۔

**نور ۳۲** اسی طرح صوفیائے متقدمین کا طریق کار پرودانہ خلافت، مرحمت فرمانے میں یہی تھا کہ وہ اس میں بڑی تاخیر فرماتے اور جب تک ان کے نزدیک وہ طالب کامل اور اہل خلافت نہ ہو جاتا، پرودانہ خلافت نہ سونپتے۔ اب

بھی یہی کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی اپنی درخواست پر اصرار کرے تو تکمیل کا انتظار کیے بغیر اسے خلافت نامہ دے دینا چاہیئے۔ اس لیے حالات زمانہ و گردوں سے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سیدل ہو کر دست بردار ہو جائے جبکہ خلافت نامہ بخشنے میں کم از کم ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اسے اس بات کا ہمیشہ لحاظ و پاس رہے گا کہ میں فلاں بزرگ کا خلیفہ ہوں۔ اگرچہ میں زیادہ بیاقت نہیں تو کم از کم اپنا ظاہر تو شریعت کے مطابق آراستہ رکھوں تاکہ مخلوق لعنت ملامت نہ کرے۔ گویا یہ درحقیقت اعطائے خلافت نہیں بلکہ اس پر ایک بار ڈالتا ہے اور یہ بھی دینی فائدے سے خالی نہیں۔ یہ تقریر بھی بطور سوال جواب حضرت مرشد برحق کی ہے جسے میں جیٹھ تحریر میں لایا۔

**نور ۳۳** اس فقیر کے مشائخ طریقت نماز فجر یا نماز چاشت کے بعد حویلی مسجد کی میں زبانی پڑھتے دے اور اردو وظائف مثلاً۔۔۔

حرزیمانی، حزب البحر و غلے قریشیہ، دعائے برہتی اور دعائے کبیر وغیرہ کی قرائت میں مصروف رہتے۔ یہاں سے فراغت پا کر درگاہ معلیٰ میں حاضری دیتے اور وزارت طیبہ پر عرض فائز کے بعد پنجسورہ، اسمائے حسنی باری تعالیٰ، سنی آیت، حمد و ثناء بھی مع موکلات چل اسما و درود و غوثیہ کلاں، درود مستغاث اور دعائے سیفی، حرزیمانی کی ترتیب سے بڑی ترتیب والی مخالفاہ میں پڑھتے۔ اس لیے میں بھی کہ ان کی نااہل اولاد میں ہیں، اپنے ان بزرگوں کا اتباع کرنا چاہیئے۔ غرض پنجسورہ وغیرہ سے فراغت کے بعد اس سبب کا ثواب سلاسل قادر یہ چشتیہ، سمر و درود یہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور طاریہ وغیرہ کے تمام مشائخ کرام کی ارواح کو نذر کریں اور اپنا مرشد اگر بقبیر حیات ہو تو اس کی عافیت کے لیے دعا کریں۔ ورنہ اس کا نام فاتحہ میں شامل کر کے اپنے لیے دعا کر لیں۔

**نور ۳۴** یاد رکھیں کہ اس فقیر کو تصفیہ باطن، تزکیہ قلب اور تحصیل تجلیات اسمائی و صفائی کی غرض سے دعوت اسما و بعض دوسری دعاؤں کے پڑھنے کا بار یا اتفاق ہوا ہے چنانچہ اس فقیر نے بیس سال کی عمر میں خلوت



اختیار کی، اور تین سال کے عرصہ میں اکثر و بیشتر گوشہ نشین رہا۔ متواتر روزے رکھے اور روزوں کے مابین کبھی فصل طویل میں نے روانہ رکھا اور اس مدت میں دوبارہ بلکہ تین بار بلکہ اور زیادہ دعوت اسماء اور بہ تفصیل ذیل دوسری دعائیں بھی (بطریق معمول) پڑھتا رہا۔

حزب البحر سورہ واقعہ سورہ فزل، اسمائے اصحاب کہف، آیہ اللطیف بھادہ دعوت چل اسماء بطور ترکیب مختصر معمول خاندانی اسم بدوح سادہ اسم بدوح باموکل، آیہ کریمہ، اسم اللہ علی الاعجابۃ، اسم یابن بیح العجائب، اسم یارشخ عبدالقادر شیا اللہ، عمل شجرہ زرد، عمل دعائے حیدری اور عمل بامقلب القلوب۔

میں نے ان اسماء اور ادعیہ کو سالہا بار بار شرائط عامل کے مطابق پڑھا، اور اسے زکوٰۃ کا عمل کیا۔ ان اسمائے مبارکہ کی روحانیات اور تجلیات سے فیضیاب ہوا ترک ماکولات جلالی و جمالی و مکروہات کا پابند رہا روزہ ناغہ نہ کیا گوشہ نشینی نہ چھوڑی اور اراج علویہ پر غلبہ و استیلا پانچ سال پر حکومت کی اور اسی طور پر میں تے بارہ سال بسر کیے۔

مذکورہ بالا اوراد کے علاوہ حرز بمانی، دعائے شمع، دعائے برہتی، دعائے قریش، بانٹ الغفر، عمل چہار شعبہ، حروف تجوی مع موکلات، باری تعالیٰ کے تائید اسمائے حسنی، اور سی و سہ آیات کو برس ما برس تک ہر وقت اپنا ورد بنائے رکھا۔ اب کہ روز بروز ناتوانی بڑھتی جا رہی ہے۔ ان میں سے بعض اوراد ترک کر چکا ہوں اور ان اوراد کی بجائے کبریت احمر، دلائل الخیرات، اور حصن حصین کا اضافہ کر رہا ہوں۔ قرآن کریم صد بار ختم کیا بلکہ عجب نہیں کہ اپنی عمر میں چھینٹا ہزار بار سے زیادہ تہجد کر چکا اور دینی اور دنیاوی اکثر و بیشتر کشتیوں میں نے حاصل کیں۔ دنیاوی نذرانوں کا ادسٹ پانچ سو روپیہ سے کبھی کم نہ رہا۔ یہ سب کچھ عمل شجرہ زرد کی برکت سے میرے اللہ نے مجھے خزانہ غیب سے پہنچایا۔ یہ عمل پچیس سال سے

میں معمول ہے کبھی ناغہ نہ ہوا۔ میں نے ان تمام اوراد کی ترکیب اپنے مجموعہ وظائف میں لکھ دی ہے۔ اسے دیکھیں اور عمل کریں اور ہر وہ شخص جو اس کی اہلیت رکھتا ہے اسے عمل کی عام اجازت ہے۔

یوں ہی یہ فقیر نو سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک، کلہ طیبہ کے ذکر جہر سر نفی و اثبات میں بطور چار ضربی، چھ ماہ کی خلوت میں، حساب لگایا جاتے تو ہر روز و شب میں صد بار ضربی لگا کر ایک لاکھ سے زیادہ ضربیں عمل میں لایا چکا اور اس کے اسرار و موز سے واقفیت حاصل کر چکا ہے۔

حج دل من دانہ و من دانم و دانہ دل من

شغل نفی و اثبات و اسم ذات جس دم کے ساتھ اور بغیر جس دم بجا لایا بزرگ شیخ کی مشق اور دو اشغال خمسہ اور شغل دوشم میں سالہا مصروف رہ کر مہارت حاصل کر چکا شغل آئینہ اور ملکوت و ملک و جبروت و لاہوت چاروں مقامات کے اشغال ادا کر چکا ہے۔ اسم ذات کے مراقبے بھی کیے ہیں۔ اور ہر قسم کے جلالی و جمالی امور میری بندش میں رہے ہیں۔ غرض میں راہ سلوک میں طمانیت قلبی پانچا ہوں یعنی بزرگ شیخ سے بے کرا اس راہ کی ختم میر تک، اپنے پیران عظام کی برکتوں سے فراغت مجھے نصیب ہو چکی ہے اور اب اپنے خاتمہ بالخیر کا متوقع ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ اب اس فکر کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں۔ لیکن ان تمام دونوں کے حصول کے باوجود کہنا یہ ہے کہ میں بتدیوں کی برابری کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ میری شامت اعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے کہ میں بندہ بن جاؤں۔ ابھی تو مجھ میں بندہ بننے کی بھی اہلیت نہیں اور سوچہ خاتمہ کا خوف ہر وقت مجھے زندہ و غور فرزدہ رکھتا ہے کہ اب بھی سنگ و خاک کتے اور بد جانور سے بدتر ہوں۔ اللہ ہی توفیق بخشے اور اسی پر بھروسہ بھی ہے غرض وہ تمام اشغال داؤ کار اور مراقبات وغیرہ جو کشف القلوب میں مذکور ہیں، وہ سب فقیر آزمایا چکا ہے۔ اب تو لطیفہ غیبی کا منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین۔



**نور ۳۵** کسی دلی خدا کی قبر سے فیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر پہلے فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب صاحب مزار کو نذر کرے۔ پھر اس کے سینہ کے مقابل چہرہ کے سامنے کہ پشت قبلہ کو رہے کی آنکھ بند کر کے چار زانو خواہ دو زانو بیٹھے اور تصور میں اپنا دل ان کی روح انور کے دوبر کر مثل آفتاب روشن ہے، لائے اور یہ خیال کرے کہ میرا دل اس بزرگ کی روح کے تحت ہے اور ان کی روح کا فیضان ان سے منتقل ہو کر نورانی فوارہ یا آفتابی شعاعوں کی شکل میں یا بارش کے قطروں اور نسیم سحری کے جھونکوں اور ایسی ہی دوسری چیزوں کی مانند میرے دل میں آ رہا ہے اور میرا دل اس روح کے اوصاف ذاتیہ سے فیض پارہا ہے اور اسی تصور میں مستغرق خاموش بیٹھا رہے۔ اگر ریاضت کے ابتدائی دور میں یہ حالت خاموشی، یعنی خیالات کا دل میں ہجوم ہو تو اس وقت انہیں دفع کرنے کی نیت سے اللہ اللہ کے شغل میں مصروف رہے۔ کچھ ہی دیر میں دل پر وہی کیفیت طاری ہوگی جس کا ذکر، برزخ شیخ میں گزرنا۔

اب اگر وہ روح صاحب نسبت بزرگ کی ہے تو اس کے فیضان سے اللہ جل مجدہ کا ذوق و شوق اور سکون قلبی حاصل ہوگا اور گریہ غالب آئے گا کہ بیباختہ دل بھرا آئے گا، اور برعکس ہے تو برعکس، جیسا کہ گزر چکا۔

اور اگر صاحب مزار سے دنیا میں ملاقات کر چکا ہے تو دل کو اسی صاحب مزار کی روح سے مربوط کرتے وقت اسے اس کی اُسی برزخ انسانی میں جس میں اسے دیکھ چکا ہے، تصور میں لائے۔ پھر بدستور باقی ماندہ ترکیب عمل میں لائے انشاء اللہ فیضیاب ہوگا۔

اویا تھے الہی کے مزارات سے فیضیاب ہونے کا یہی طریقہ ہے اور اس کا بہترین وقت عصر و مغرب کا، بین یا نماز فجر سے نماز اشراق کے درمیان ہے۔ مگر یہ لازمی نہیں جبب بھی آدمی کو وقت میسر ہو اسے عمل میں لائے۔

**نور ۳۶** قبر میں میت کے عذاب و تنجیم کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ بعد جلسہ

معلوم یعنی چار زانو یا دو زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کیے اور اپنے قلب کو اس کی روح سے مربوط رکھتے ہوئے جیسا کہ اوپر گزرا، کچھ دیر خاموش بیٹھا رہے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اگر راحت و فرحت، دل پسندی و نشاط دانی، کشادگی و خندہ رونی وغیرہ کی کیفیت دل میں پیدا ہو تو یہ گمان کرے کہ میت مرحوم و مقفور اور نعت و عشرت میں شاداں و مسرور ہے اور اسے کوئی وبال یا عذاب یا آزار نہیں۔

اور اگر اس کے برخلاف بد کیفیت طاری ہو اور فرحت و انبساط کی بجائے دل میں خفقان، خوف، دہشت، اہست، اور اکتاہٹ گھبراہٹ جیسی چیزیں وارد ہوں تو یہ سمجھے کہ میت گرفتار عذاب ہے، اس کے لیے دلائل مغفرت کرے۔ میت کے عذاب و ثواب کے بارے میں یہ ابتدائی کیفیت ہے۔ اور کثرت سے اس طریق پر ربط و مشق حاصل ہو جائے تو آئندہ، میت کے تنجیم و تعذیب کی تفصیلات بھی معلوم کی جاسکتی ہیں کہ کس نوع کا عذاب ہے اور کس بنا پر یہ جو کچھ لکھا گیا دو ایک ہی روز میں ذریعہ معلومات بن سکتا ہے۔

اور ہماری ارواح کو یہ ادراک دو مقامات سے ہوتا ہے۔ یا تو خاص مقام برزخ سے کہ روح مستقر اور اصل مقام ہے اور یہ خاصہ ہے اقطاب کا کہ صرف انہیں کو ان مقامات تک رسائی ہے۔ عوام الناس کے پس کی بات نہیں، یا پھر عالم مثال ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مذکور ہو چکا کہ عالم مثال میں ثواب یا عذاب اصلی برزخی کا عکس، جلوہ نما ہوتا ہے اور عام ارواح، اس کا مشاہدہ کرتی اور اسے معلوم کر لیتی ہے پھر بھی پہلا مقام، مرتبہ نظن پر ہے اور دوسرا اس سے بھی کم تر اس لیے کہ ادراک اول فرد کامل ہے جبکہ ادراک ثانی ایسا نہیں۔

بہر حال اگر یہ دیکھے کہ میت اپنی قبر میں گرفتار عذاب ہے تو کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرے جس کی وجہ ظاہر ہے۔ بیان کرنے کی حاجت نہیں البتہ اس کے لیے دلائل خیر و مغفرت کرے یہاں اگر صاحب قبر بد مذہبوں، مگراہوں کے مشہور فرقوں میں سے کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو تو اس کے اظہار میں پس و پیش نہ کرے۔



تا کہ دوسرے مسلمان ان گمراہوں سے دور و نفور رہیں۔

**نور ۳۷** اذکار و اشغال اور ادو وظائف میں مشغولیت سے جو انوار پیدا ہوتا ہے ان میں ان کی متعدد کیفیتیں ہوتی ہیں اور ان کے مختلف اوان و

اشکال۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دل کا نور زردی مائل ہے چاند کی مانند اور وہ نور کز آفتاب کی طرح محض سفید دل میں بجلی رہتا ہے۔ وہ روح کا نور ہے۔ دل کا نور اسی نور سے روشن اور جلوہ گر ہے کہ نور القمر مستقامن نور الشمس (چاند کا نور آفتاب کے نور سے مستقام ہے) اور وہ نور جو جانب قبلہ سے نمایاں ہوتا ہے وہ نور ہے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اور کاسو سالک کی رہنمائی فرماتا ہے۔

اور وہ نور جو دائیں جانب کے کاندے سے متصل ہوتا ہے وہ احوال حسنہ کے کاتب کا نور ہے اور بائیں کاندے سے متصل احوال سیئہ کے کاتب کا نور ہے اور وہ نور جو دائیں کاندے کی سمت میں ہاتھ دہا بخد کے فاصلے پر معلوم ہوتا ہے وہ سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے کہ اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے برخلاف بائیں کاندے سے گزردہ گز کے فاصلے پر جو نور ظاہر ہوتا ہے وہ ابلیس یعنی کافور ہے جو سالک کو گمراہ کرتا ہے۔

ایک اور نشانی، شیطانی نور کے ظہور کی یہ ہے کہ اس کے ظاہر ہونے سے دل میں دہشت و وحشت اور خوف پیدا ہوتا ہے اور ایک قسم کی نفرت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اور وہ نور کہ سیدہ و نواف مقابل، آگ یا دھوئیں کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے وہ شناس کا نور ہے۔ اور وہ نور جو سالک کے گردا گرد اور ہر جانب اپنے احاطہ میں لیے ہوتا ہے اور اس کے نمودار ہونے سے حضور ربی قلب اور سرور و انس پیدا ہوتا ہے اور دل گئی اور طمانیت قلبی طہر آتی ہے اور ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس کے ذوق و شوق کے باعث سالک اپنے آپ سے نہیں سماتا اور وہ نور اطراف معلوم میں سے کسی طرف سے مخصوص نہیں ہوتا بلکہ اس کے جلوے ہر جانب یکساں ہوتے ہیں وہ نور احدیت ہے جل جلالہ و غم نوار۔ یہی نور سالک کا

مرئی و مقصود اور مطلوب و محبوب ہے۔

اور وہ نور جو ان تمام انوار سے جو ہم نے بیان و تحریر کیے پہلے نمودار ہوتا ہے۔ سورج کی کرنوں اور بجلی کی طرح روشن کبھی بجلی ریزہ کبھی پس پردہ اور کبھی شمع و قندیل و فانوس یا آسمانی ستاروں کی مانند یا ایسی ہی دوسری روشن چیزوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ عموماً ابتدائی عالم مثال کا نور یا سالک وضو غسل و طہارت کا نور یا نماز اور دوسری عبادتوں کا نور یا عالم بالا کے ملائکہ کا نور ہوتا ہے۔

یہ مختصر کیفیت ہے ان انوار کی جو مجاہدات قادر بہ میں رونما ہوتے ہیں۔ باقی انوار ریاضت و مجاہدات میں مصروفیت کے بعد خود بخود علم و ادراک میں آجاتے ہیں۔ سالک کو ان انوار کی وہ کیفیتیں جو ہم نے لکھیں اپنے دل و دماغ میں محفوظ و مضبوط رکھتی چاہئیں تا کہ ابلیس یعنی کافور کی فریب کاریوں سے امان میں رہے۔

**نور ۳۸** سماع کے وقت وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگوں کی طبیعتوں کے اختلاف سے اپنے احوال میں بھی مختلف ہے کسی پر گریہ طاری ہوتا ہے کسی پر شگفتگی اور ہنسی کوئی خاموش رہ جاتا ہے کوئی آہ واہ کرتا ہے۔ دلی ہذا وجد کے معنی ہیں وہ کیفیت جو دل پر طاری ہو خواہ طرب کی صورت میں یا اندوہ و ملال کی۔ البتہ اس میں کسی تکلف یا ناش کا دخل نہ ہو اور ایک چیز ہے تواجد اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایسے اسباب اپنی کوشش سے جیسا کہ اسے کہ وجد اصل کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ یہ بھی نمودار پسندیدہ ہے بشرطیکہ نیت باخیر ہو کہ انما الاعمال بالنیات اعمال کا مدار نیت پر ہے، صوفیائے کرام نے طالب پر اس حالت کے ورد کے وقت اس کی تعظیم و تکریم لازم قرار دی ہے۔ اس لیے کہ دراصل یہ اس بجلی کی تعظیم ہے جو اس طالب پر جلوہ فرما ہے نہ کہ اس طالب کی ذاتی تعظیم۔ اب اگر اس کیفیت کا ظہور، طالب کی جانب سے محض ناشی اور بہ نیت فریب دہی ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں (ایسے مواقع پر حاضرین محفل کے لیے قرآنی حکم موجود ہے کہ اِذَا مَرَدُّوْا بِاللَّغْوِ مَرَدُّوْا بِاللَّغْوِ اور جب وہ بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزرجاتے



ہیں اور اگر وہ اصلی و واقعی ہے اور کسی شخص نے اس کی تعظیم نہ کی تو اس شخص کی نسبت سلب ہونے یا نقصان عظیم پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

بہر حال تعظیم واجب ہے۔ وجد اصلی ہو خواہ نہ ہو۔ اس لیے کہ دلوں کے عیوب پر علام الغیوب کے بجز کسی اور کو واقفیت نہیں اور اپنے گمان پر لگ کر اسے شخص نمائشی قرار دینا جیسا کہ بعض لوگوں کا وطیرہ ہے اس پر گناہ نہیں کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی شرعاً حرام اور طریقت میں حرام تر ایسے مواقع پر مسلمانوں پر نیک گمان اور ظنوا بالمومنین خیراً پر کاربند رہنا چاہیے۔

**نور ۳۹** ابلیس یعین اپنا تخت اشب کو، سمندر کے وسط میں پکھا کر بیٹھتا ہے اور اس ملعون کی ساری ذریت اگر اپنے اپنے گناہ سے اس سے بیان کرتی ہے کہ فلاں انسان ہم نے چوری پر کسایا، فلاں کو زنا پر آمادہ کیا، فلاں سے قتل کر لیا، وغیرہ القیاس اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے بدکرداروں کو اس پر پیش کرتا ہے اسی دوران اگر ان میں سے کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں نے فلاں طاہل علم کو سبق یاد کرنے سے باز رکھا، یا میں نے میاں بیوی کے درمیان جنگ و جدل کی آگ بھڑکادی، تو وہ ملعون اس خبر کو سن کر کھڑا ہوتا اور اسے اپنی آغوش میں لے کر اپنے پاس بٹھاتا ہے۔

بعض دوسرے شیاطین جب یہ ماجرا دیکھتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ اس نے کونسا ایسا تیر مارا۔ ہم نے دوسروں سے ایسے ایسے کبیرو گناہوں کا ارتکاب کر لیا اور ہمیں یہ اعزاز تو نہ دیا، وہ کہتا ہے کہ تم نہیں جانتے، اس کی کارکردگی، تم جیسے سینکڑوں کی کارکردگی پر فوقیت رکھتی ہے۔ اب آؤ، میں تمہیں اس راز سے آگاہ کروں چنانچہ انہیں ہمراہ لے کر وہ ایک جاہل عبادت گزار کے دروازے پر گیا۔ اُن سے ملاقات کی اور کہا کہ میں جبریل فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا اور یہ فرمایا ہے کہ تمہاری عبادت ہم نے قبول کی۔ اب تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ وہ بے چارہ سادہ لوح جاہل اس مژدہ باطل سے خوش ہو گیا۔ اور شیطان اس کی آنکھیں بند

کر کر، پیشاب پانخانہ اور غلاتوں کے ڈھیر پر پھینچا اور وہاں چھوڑ کر خود غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایک عالم دین کے دروازہ پر پہنچا۔ انہیں آواز دی اور سلام کیا اور پھر بولا کہ آپ کا درس دند میں میں مشغول رہتا اور دوسروں کو فیض پہنچاتا، بارگاہ انبی میں شرف قبولیت پا چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قرب خاص میں طلب فرمایا ہے تاکہ آپ کو اپنے مقرب خاص کی خلعت سے سرفراز فرما کر آپ کی عزت بڑھائے۔ عالم دین نے یہ بات سنتے ہی اپنا ہتھیار اٹھایا اور اس پر حملہ کر دیا۔

اور فرمایا کہ اوجے غیرت، کیا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کے لیے جسمانی معراج نہیں، جبرائیل کسی کو اگر نہیں لے گئے معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے اور مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ فرمایا اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے موتی لڑی میں پروئے (یعنی پاؤں بلند کرکھ کر اسے بھگا دیا) شیطان نے اپنی اس ذریت سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ ایک عالم اور جاہل کے معاملہ میں کتنا فرق عظیم ہے۔

اس کے بعد شیطان یعین نے زن و شوہر کے درمیان، جنگ و جدل کی بات چھیڑی اور کہا کہ اس میں بھی جڑی مصلحتیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ان میں باہمی تاراجی کے باعث ہمارے دشمن بنی آدم کی نسل کا انقطاع ہے اگر نہ باہمی انبساط ہوگا، نہ صحبت اختلاط نہ پیدائش اولاد دوسری بات یہ ہے کہ جب اک پر آتش شہوت کا غلبہ ہوگا اور باہمی تاراجی کے باعث یہ آپس میں صحبت و ہم بستری بھی نہ کر سکیں گے لامحالہ حرام کاری کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اس طرح مجہول النسب اولاد وجود میں آئے گی، ترکہ غیر مستحقوں کو پہنچے گا، نزول رحمت جس کا دار و مدار باہمی اتفاق و موافقت پر ہے، اُس کی راہیں مسدود ہو جائیں گی اور بنی آدم سے خیر و برکت کا زوال ہوگا۔ اس کے علاوہ اور بھی فائدے اس میں مضمر ہیں جن پر تمہیں واقفیت حاصل نہیں۔

میں نے یہ حکایت اس لیے خیر کی ہے کہ ہمارے اس دور میں یہی کمزوری



بائیں بکثرت کثیر پانی جاتی ہیں۔ مسلمان دینی علوم کی تحصیل سے کوتاہی برتتے ہیں بلکہ کتنا چاہتے کہ ادھر مائل ہی نہیں ہوتے اور دوسری طرف میاں بیوی آپس میں نباہ نہیں کرتے۔ ہزار گھروں میں سے کسی ایک گھر میں باہمی نباہ ہو تو مومن ورنہ اللہ خیر سکنا۔ اس لیے دینی بھائیوں کو چاہیے کہ گھر کا سکون، اگر نہیں ہے تو واپس لائیں تاکہ شیطان کے ہاتھوں مسخرہ بن کر ایسا نہ ہو کہ بصورت آدمی رہیں اور سیرت میں گدھوں سے بدتر۔

**نور ۴۰** ایمانے کرام، ادیانے عظام اور علماء و صلحاء و فضلاء و شہداء کے مزارات پر جب بہ نیت زیارت حاضر ہوں تو با وضو رہیں اور یا ادب حضری دیں اور وہی آداب زندگی بجالائیں یعنی اگر وہ بقیہ حیات ظاہری ہوتے اور ان کی زندگی میں یران کی زیارت کو جانا تو جو آداب اس وقت بجالاتا، اب بھی انہیں آداب کے ساتھ حضری دے۔ اور فاتحہ و ہدیہ ثواب کے بعد ان کے وسیلے سے عطا خیر کرے تاکہ مطلوب حاصل ہو۔

**نور ۴۱** فقیر کو خوب یاد ہے کہ محرم الحرام ۱۲۸۰ھ کے اوائل میں ایک صاحب کو بمقام کا پورا جدی و سرحدی حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی توجہ کی برکت سے سیرالی اللہ کا اختتام نصیب ہوا تو ان پر بیوشی طاری ہو گئی۔ کبھی روتے کبھی ہنستے۔ برزخ شیخ کا تصور، افاقہ ہونے تک ان کے پیش نظر رہتا اور اس سے وہ تسکین پاتے رہے۔ لیکن وہ کیفیت اپنی جگہ رہی، سید علی شاہ مرحوم قادری فتح پوری نامی ایک اور بزرگ بھی اس کمال محبت اور اتحاد کے باعث جو ان حضرات میں بھی باہم پانی جاتی تھی، ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر التفات فرمایا۔ یہ حضرت اپنے وقت کے کاملین ہیں اور حضرت شیخ جمال اویانقدس سرہ العزیز کے نواسوں یا پوتوں میں تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور چونکہ اولیائے الہی پر اپنے احوال و کمالات کا اخفاء اور لوگوں سے پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔ حتیٰ الامکان اس کا اظہار نہیں فرماتے۔ الا ماشاء اللہ

کہ عبور ہو جاتے ہیں۔ بخلاف حضرات ایمانے کرام، کہ ان پر اپنی دعوت و تبلیغ نبوت اور معجزات کا اظہار لازم ہے۔ اور اسی مسئلہ کے مد نظر ان کی حیات میں اس واقعہ کا بیان کرنا مناسب نہ تھا۔ اب کہ ان کا وصال ہو چکا ہے اور کوئی مانع موجود نہیں، اس لیے دوسروں کو افادہ کی غرض سے، میں اس مقام کی کیفیتوں کا بیان کر رہا ہوں۔

خیر جب اس برادر دینی کی سیرالی اللہ ختم ہوئی اور سیر فی اللہ میں اپنا قدم بڑھایا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ اس مقام کے اختتام پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔ آپ کو کیا محسوس ہوتا ہے اور کیا حالت ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا "تمہیں کس طرح سمجھاؤں اور وہ الفاظ کہاں سے لاؤں" میں نے عرض کیا تمہیلات اور تشبیہات کے ذریعے "ارشاد فرمایا "کوئی تمثیل مطابق حال نہیں" میں نے کہا کہ جتنا بھی مثال میں سمجھا سکے۔

ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اس وقت میرا عالم وہی ہے جیسے اتفاقاً کوئی ضروری بات کسی شخص کے ذہن سے اتر جائے اور اس کی صورت اس کے لوح خیال اور خزانہ حافظہ میں بھی منقش نہ ہو، کتنا ہی غور کرے وہ بات اسے یاد نہ آئے۔ پس یوں ہی مجھ کو کہ تمام موجودات جن میں میرا پانا وجود بھی شامل ہے میرے عالم شعور سے نکل چکے ہیں، ہر طرف ہر جانب ایک نور ہے۔ سب کو محیط۔ سب پر محیط اور اس میں ہر چیز نابید اور کالعدم ہے۔ وہاں تک کہ میرے لوح دماغ میں بھی کوئی چیز نہیں۔ اور یہ حالت حالت خواب بھی نہیں، اس لیے کہ خواب کا واقعہ، بیداری کے بعد صرف نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ذہن میں باقی رہتا ہے۔ اور یہاں نہ نظر میں کوئی وجود ہے نہ دماغ میں کوئی چیز صرف وہی ذات واحد ہے جتنا دیے مثال بلا کم و کیف موجود ہے اور اسی ذات کی محبت، بردہ کمال اول پر مستولی و غائب ہے اور جیسے کسی بھوکے کو خوراک، پیاسے کو پانی، اور عاشق کو معشوق سے نسبت و تعلق ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور سے کوئی متعلق اور لگاؤ نہیں رکھتا۔ پس کچھ ایسی ہی کیفیت میری ہے۔ اور اسی لیے کبھی دونا ہوں اور کبھی ہنسی آتی ہے۔ ایک عجیب و جہانی لذت ہے،



جسے میرا دل ہی جانتا ہے۔ اور اس میں لمحہ بہ لمحہ ترقی ہی ہوتی جا رہی ہے۔

جیسے کوئی پیاسا پانی کی جستجو کرے اور اُسے پانی نہ مل سکے، اس وقت اس کی حالت کا تصور کرنا چاہیے۔ یا اُسے پانی تو مل جائے لیکن پی نہ سکے، اس وقت کی حالت کا نقشہ ذہن میں کھینچنا چاہیے۔ کہ پانی دیکھ کر وہ کیسا مسرور ہوا ہوگا۔ پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ اس کی نگاہوں میں ہوگی اور کسی اور کی جانب وہ متوجہ ہوگا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی برہمن کے عاشق فراق زدہ کو اچانک وصل دوست میسر آئے اس وقت اس عاشق مجبور کا عالم کیا ہوگا۔ ذرا اس کا تصور تو کیجئے غرضیکہ میں اس وقت ایک عجیب استغراق و تحیر کے عالم میں ہوں کہ کیا کردار اور کس طرح اپنی جان اُس ذاتِ بحت پر قربان کروں اور خود فنا ہو جاؤں بہر حال میری حالت ایک دیوانہ سی ہے۔ اس کے علاوہ اس حالت و جذباتی کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ حال ہے قال نہیں کہ الفاظ میں سما سکے۔

ان بزرگوار نے محرم ۱۲۶۴ھ کے اوائل میں راہِ سلوک میں قدم رکھا اور اوائل محرم ۱۲۸۰ھ میں ان اسرار سے واقفیت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد آخر عمر تک سیر فی میں مصروف رہے۔ اور ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ میں عالمِ قدس کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مفقوت فرماتے اور ان کے درجات بڑھاتے بڑے بزرگ اور نیک بخت تھے فقیر سے بڑی محبت فرماتے اور جب بھی ملاقات ہوتی ایسے ہی واقعات کے تذکرے دیتے۔ میں نے ان کی رحلت کے بعد ان کے احوال کا اجمالی تذکرہ کر دیا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں اتنا بھی زبانِ قلم پر نہ لاتا کہ اختصار دی ہے ورنہ محنت برہا جاتی ہے۔

۱۰ دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود

لائق سرسبز بی بستان شود ۱

مُجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اوائل ریاضات میں سحریت شیخ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ اشتغال و اوراد میں مصروفیت

دوران جو بھی غیبی واردات درپیش آئیں۔ میرے علاوہ کسی اور سے نہ کہنا کہ کہیں نہ زائل نہ ہو جائیں۔

مجھے یاد ہے کہ اسم ذات میں شغل کے دوران میری کیفیت ایسی ہو گئی کہ مجھے کچھ بھی ہو شخص نہ رہا۔ اور صبح سے ظہر تک یہی کیفیت رہی۔ اب میں نے عرض حال کیا تو فرمایا کہ بہت خوب۔ اسے یہاں کہتے ہیں اشیتنگی و حیرت زدگی ایک روز شیطانی دوسوں نے گھیر لیا جن کی تفصیل مجھے یاد نہیں میں نے مسرت والا میں عرض کیا۔ فرمایا ایک شیطان ہے دہان نامی۔ یہ بھی دُور ہوا۔ مگر یہ بات بھی کسی سے مت کہنا تاکہ وہ دوبارہ نہ آدھمکے۔ چنانچہ توفیقہ تعالیٰ ایسا ہی کیا کہ پھر ایسے دوسو سے کبھی نہ آئے۔ اور تمام دہم و گمان حضرت والا رضی اللہ تعالیٰ کی برکت سے دفع ہو گئے۔

**نور ۴۳** راہِ سلوک کے عقبات یعنی گھاٹیاں اور دشوار گزار راستے بارہ ہیں جو سالک کے آڑے آتے اور اس کی راہ روکتے ہیں۔

کفر و شرک، تاکہ بندہ اسلام نہ لائے اور شرک نہ چھوڑے۔ حالانکہ ایمان لائے بغیر دولتِ عرفان تک رسائی محال ہے اور اس عقیدہ کا علاج، آدمی کے اپنے پاتھوں میں ہے۔ یعنی اسلام کا قبول کرنا اور شرک و کفر کو چھوڑ دینا۔

معصیت و گناہ، سالک جب تک گناہ سے دور نہ بھاگے گا اور راہِ طاعت اختیار نہ کرے گا۔ اس نعمت سے بے بہرہ رہے گا۔ اس عقیدہ کا علاج توبۃ النصوح ہے یعنی سچی توبہ۔

شرحِ کمال کے ہاتھ پر بیعت نہ ہونا۔ کہ جب تک یہ مرید نہ ہوگا، دولتِ معرفت نصیب نہ ہوگی۔ اس عقیدہ کا علاج بھی سالک کے اختیار میں ہے یعنی مرید ہونا۔ والدین کا وجود کہ ان کی شفقت و محنت و ریاضتِ سلوک سے مانع آتی ہے۔

اس عقیدہ کا علاج یہ ہے کہ اپنے والدین کو راضی رکھے اور ان سے پوشیدہ رہ کر جس طرح ممکن ہو مجاہدے کرے۔



۵۔ روزی و معاش کی فکر کہ اگر بقدر ضرورت بھی روز میر نہیں دل کس طرح مطمئن اور یکسو ہو کر تزکیہ باطن کے لیے فارغ ہوگا۔

عمر پرانگندہ روزی پرانگندہ دل

اس عقیدہ کا علاج یہ ہے کہ اول آدمی کوئی بہنہ نہ کرے تاکہ اس کے ذریعہ ہوجہ جلال بقدر کفایت روزی کما سکے۔ یا کوئی اور طریقہ (ملازمت مزدوری وغیرہ) اختیار کرے تاکہ ہلاکت سے بچے۔

۶۔ محبت دنیا۔ مثلاً جاہ و مال اور دن و فرزند کی محبت۔ کہ ان کی فکر و غم خواری میں قافی ہو کر ایسا ڈوب جائے کہ کسی اور چیز کا خیال ہی دل میں نہ لگے۔ اس عقیدہ کا علاج یہ ہے کہ دنیاوی محبتوں اور جاہ و مال کی طرف رغبتوں سے قوت لاپرواہی بقدر کفایت روزی اس کے علاوہ ہر طرف سے منظر پر چرائے۔ اور دن و فرزند کی خیر خواہی و غم خواری سے کچھ اس طرح چھٹکارا حاصل کرے کہ دست بکار و دل بابر یعنی دل سے اپنے مالک و مولیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اعضا بدن سے ان کی خبر گیری کرتا رہے۔

۷۔ شہوت و خواہش نفسانی کہ اس کا غلبہ جانی کے عالم میں ایسا رہتا ہے کہ آدمی کی توجہ کسی اور طرف ہوتی ہی نہیں۔ اور علاج اس عقیدہ کا یہ ہے کہ قدرت ہو تو نکاح کرے ورنہ روزوں کی کثرت اور طعام کی قلت پر عمل پیرا ہو۔

۸۔ بے قاعدہ مجاہدے کہ اپنی خود رانی اور خود پسندی سے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دے۔ اور شیخ کی تعلیم کے بغیر صبح کے مجاہدات شام کو اور شام کے صبح کو بجالانا اختیار کرے۔ ایسے مجاہدوں کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اور اس عقیدہ کا علاج یہی ہے کہ جو کچھ شیخ کہے اسی پر کار بند رہے۔ اپنی رائے سے کوئی قدم نہ اٹھائے اس لیے کہ شیخ باطن کے تباہ ہو تے ہیں اور ان کے ہاتھ مریدوں کی باطنی نبض پر رہتے ہیں۔ اس لیے ہرگز ہرگز وہ کوئی علاج بے قاعدہ اور بے نفاذ نہ کریں گے۔

۹۔ خلق خدا کا رجوع کہ جب بندہ ریاضت و عبادت میں مصروف ہوتا ہے مخلوق خدا اسے دلی جان کر اس کے گرد جمع رہتی اور اس کے قیمتی اوقات کو برابر کرتی ہے اور یہ سالک ان کی صحبت میں رہ کر خود بھی تباہ حال و پریشان ہو جاتا ہے۔

علاج عقیدہ کا یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ میں آخر اس سے پہلے کیا تھا کہ کوئی میری جانب متوجہ نہ ہوتا تھا اور اب کہ لوگ میری طرف متوجہ ہیں اس کا سبب اس طاعت و بندگی کے علاوہ کچھ اور نہیں تو مجھے چاہیے کہ میں اس طاعت و ریاضت میں پوری تندی سے مصروف رہوں اور مجرم کر لے والوں کو نہ دیکھوں (میری توجہ تو خالق کی طرف رہنی چاہیے)۔

۱۰۔ خود بینی اور غرور و نخوت ہے کہ عبادت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس عقیدہ کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنی حقیقت پر غور کرے کہ میں اس سے پہلے ایک مشت خاک یا ایک قطرہ ناپاک تھا۔ بلکہ کچھ بھی نہ تھا۔ محض طاعت و عبادت کی بدولت مجھے یہ مرتبہ عالی نصیب ہوا۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ طاعت و عبادت کی ترقی میں کوشاں رہوں اور اس نعمت خداوندی کا شکر بجالاؤں۔ مزید کہ اس کے برعکس خود بینی و خود پسندی اختیار کروں اور ہلاکت میں جا پڑوں۔

۱۱۔ کشف و کرامت کہ جب سالک مقام ملکوت تک ترقی پاتا ہے تو اس مقام پر اگر غیبی امور اس پر منکشف ہونے اور کرامتیں اس سے صادر ہونے لگتی ہیں۔ یہ بے چارہ یہ سمجھتا ہے کہ میں کالی ہو چکا اور اس گمان کے پیچھے لگ کر تمام مجاہدوں اور ریاضتوں سے کنارہ کش اور بے نیاز بن جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ ہنوز دینی دور است۔ ابھی توبہ و ولایت کے درے تک بھی نہیں پہنچا۔ ولایت کہاں اور علاج اس عقیدہ کا یہ ہے کہ سالک یہ خیال کرے کہ میری یہ حالت محض عارضی ہے کہ مشاہدہ ملکوت کے طفیل حاصل ہوئی جبکہ ملک و ملکوت میرا اصل مقصود نہیں۔ مجھے اپنی حقیقی مراد منزل کی طرف متوجہ اور آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ بچوں کی طرح اس تماشے میں نہ لگنا چاہیے۔



۱۲۔ اہلین اور یہ دشوار ترین عقبتہ ہے بلکہ تمام عقبات کا لب لباب اور خلاصہ ہے یہی وہ عقبتہ ہے جو پاک چمکتے سالک کو بندگی سے جہنم کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے اور قربت خداوندی کے ادج سے حقیقت بعد میں گرا دیتا ہے۔ والہیاء اللہ تعالیٰ اور اس عقبتہ کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے پیران عظام سے مدد کا طالب ہو۔ اور خدائے تعالیٰ و جل شانہ کے حول و قوت میں پناہ لے اور فہم معنی کے ساتھ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد رکھے۔

**تور ۴۴** اگر کوئی بندہ خدا کا ذکر و اشغال میں مصروف رہے۔ لیکن اس پر وہ احوال وارد نہ ہوں جن کا درد و صوفیائے کرام پر ہوتا ہے تو اسے چاہیے کہ بدل نہ ہو کہ سعادت و خوش نصیبی صرف اسی پر موقوف نہیں۔ کمال سعادت یہ ہے کہ آدمی کا دل تور ذکر سے منور و معزز رہے۔ تو جو کچھ اس دیناے قانی میں بے سیر نہ آسکا وہ عالم آخرت میں نصیب ہوگا۔ اس لیے اپنے کام میں لگا رہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل کا مراقبہ اور نگہداشت باقی رکھے۔ اس سے کبھی غافل نہ ہو۔ اس لیے کہ دل کا دائمی طور پر ذکر میں مشغول رہنا، بارگاہ الہی کے عجب و اسرار کی کجی ہے۔

**تور ۴۵** سوال :- وہ کوئی نماز و تلاوت ہے کہ ذکر و شغل میں داخل اور

جواب :- یہ وہ نماز و تلاوت ہے جو حضور قلب سے عمل میں لائی جائے۔ اگر یہی دونوں چیزیں حضور دل سے ادا ہو جائیں تو کسی ذکر و شغل کی احتیاج ہی باقی نہیں رہتی۔ تزکیہ باطن کے لیے یہی نماز و تلاوت کافی ہے اور حضور قلب نہ ہو تو نماز و تلاوت کیا۔ کوئی ذکر و شغل وقعت نہیں رکھتا اور نہ اس پر کوئی نتیجہ خاص مرتب ہوتا ہے۔

(اور فائدہ سے بے خالی یہ بھی نہیں کہ کم از کم دنیا سے اپنا دامن بچائے یا) یاد رکھنا چاہیے کہ جسم میں چند مقامات ایسے ہیں جن میں ہر مقام، ذکر کی ضربات کا تحمل ہے اور حقائق و دقائق اور اسرار غیبیہ کا کشف اس

پر موقوف ہے۔ اول قلب حضور بری، اور یہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ بائیں جانب، بائیں پستان کے نیچے اور یہی روح کا اصل مرکز اساری ہے۔ دوم قلب مدوری یعنی دماغ۔ سوم۔ قلب شلو فری یعنی ناف کہ اکثر اذکار کا مبداء ہے اور اسی ناف سے اذکار کا دماغ تک پہنچتے اور پھر قلب پر نازل ہوتے ہیں۔ یعنی اس کی ضرب اس پر لگاتے ہیں اور پھر ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور یہی عین مطلوب ہے۔

**تور ۴۶** تین چیزیں ہیں۔ ذکر، شغل اور مراقبہ۔ ذکر سے مراد ہے زبان کا فعل اور شغل کہتے ہیں قلب کے فعل کو۔ اور مراقبہ نام ہے کسی چیز کے تصور کرنے اور اسے اپنے خیال کے احاطہ میں لانے کا۔

**تور ۴۸** سالک کے آداب ہیں :- ۱۔ اہم ادب یہ ہے کہ جہاں تک بن پڑے، خدا سے بجز خدا کچھ اور طلب نہ کرے۔

کہ چیف باشد از غیبر او تمنائے  
جب خدا بندہ کا ہو گیا۔ ساری خدائی اس کی ہے کہ من لہ المولیٰ ذلک الکمل  
۲۔ جو بات زبان سے ادا کرے ادب سے کرے۔ بے ادبی کی کوئی بات کبھی زبان پر نہ لائے کہ جان ایمان ادب ہے خدا اور محبوبان خدا کا۔

۳۔ اپنے نفس کو، آثار نعمت الہی کے ظہور سے پس پردہ رکھے۔ یعنی قرب الہی کے مراتب میں سے کوئی مرتبہ خواہ قرب نوافل سے ہو یا قرب فرائض سے لگا ہوں سے پوشیدہ رہے اور اس کے اسرار و رموز سے، نادانقوں کی طرح گزر جائے۔

۴۔ جس طرح حق تعالیٰ کو بالذات اپنے ظاہر و باطن کے احوال پر مطلع سمجھتا ہے، یونہی بوطائے الہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے باخبر جانے تاکہ کوئی کام۔ کوئی بات خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں سرزد نہ ہو۔ بلکہ اپنے شیخ کو کہ عنایت خداوندی کا پرتو، اور حضرات انبیائے کرام کا جانشین ہے۔



اپنے احوال پر واقف دیگر اس سمجھنے تک کہ شیخ کے احکام کی خلاف ورزی کا بھی مرتکب نہ ہو کہ شیخ کامل کی مخالفت خدا و رسول کی مخالفت ہے۔ اس ادب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مراقبہ حیا و لحاظ رکھنا ہے اور حیا و شرم سرا یا خیر ہی خیر ہے۔

۵۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع عبادات و عادات اور انفعال و اقوال میں بیش از بیش اپنے اوپر فرض جانے اور ان کی بجا آوری میں پوری طرح گوشاں رہے کہ ہر شخص کی جمہوریت کا درجہ اسی سلسلہ کی لڑیوں میں آویزاں ہے۔

۶۔ حضرت رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع کرنے والے، مثلاً سادات مشائخ اور علمائے کرام اہل سنت و جماعت کو جانشین مصطفیٰ سمجھ کر ان کی تعظیم و احترام کی سعی تمام کرے اور کسی نہج، کسی حالت میں اپنی جانب سے کوتاہی پر راضی نہ ہو۔

۷۔ اپنے شیخ کو اپنے حق میں اپنے زمانے کے تمام مشائخ سے افضل و بالا سمجھے اور اس کے حکم کو اپنے حق میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ جانے اور اس کے کسی قول و فعل کو بے وقعت و حقیر گمان نہ کرے اور جو بات اس کی سمجھ سے بالاتر ہو اُسے اپنے حق میں تشاہات کی لڑی میں پروئے رکھے۔

۸۔ مرید کو کہ اپنے مرشد کے علاوہ کسی اور کو اپنے نفس پر اختیار نہ دے اور اپنے شیخ کے رو بہ و ایسے رہے جیسے غسل دینے والے کے ہاتھوں میں میت (یعنی مردہ بدست زندہ) اور کوئی فعل ظاہر و باطن میں اپنے مرشد کے حکم کے بغیر عمل میں نہ لائے یہاں تک کہ بقدر امکان اپنا کھانا پینا اور ظاہری و باطنی دوسرے حرکات و سکنات سب کو اپنے شیخ کی اجازت و حکم پر موقوف جانے اور ہر اس کام میں جس کی اجازت اپنے شیخ سے پا چکا ہے اپنی رائے سے کمی بیشی ہرگز نہ کرے کہ مرشد برحق کا ہاتھ اپنے مرید و مسترشد کی طبیعت و مزاج کی نفی پر رہتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ خطرات و سواوس کے اختلاط کے مفسح، مہمل یا کسی اور طور پر اخراج کی کیا تدابیر اس کے حق میں کارگر ہوگی۔ اس لیے اپنے مرشد کو دل و جان سے بید اللہ نسوق اکیڈ میٹھد کا منظر نقیب کرے۔

۹۔ درود و احوال و تجلیات کی فراوانی اس کے وہم و گمان سے باہر خواہ کتنے ہی جوش میں کیوں نہ آئے، اپنے مرتبہ کی حدود سے باہر نہ نکلنے دے اور بزرگان دین سے ہم سری کا خیال بھی دل میں نہ آنے دے کہ اندیشہ ہلاکت ہے، بلکہ اس کے حق بہتر و مناسب تر یہ ہے کہ خود کو تمام مخلوقات سے کمتر بلکہ کتے اور خنزیر سے بدتر اور خوار تر تصور کرے اور یہ مقام کمال انسانی کا مقام ہے۔ امداد و توفیق الہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطنت عظمیٰ خلافت کبریٰ سے مشرف اور خطاب بولا کہ لما خلقت الدنیا کے مخاطب ہونے کے باوجود اپنی مناجات میں یوں عرض فرماتے کہ الہی مجھے مساکین میں زندہ رکھ۔ مساکین میں موت دے اور روز قیامت میرا مساکین کے گروہ میں حشر فرما۔ یہاں سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ عجز و انکسار کا مرتبہ کس قدر بلند ہے، کہنا یہ ہے کہ تمام امور اور تمام اوقات میں خود کو اپنے مالک و مولے جل و علا کی سپردگی میں رکھے اور کسی حالت میں کسی بات کا دعویٰ نہ کرے اور خود پسندی کو نہ اپنائے خواہ باغواشی نفس و شیطان ہو۔ یا تقویت قلب و روح کے باعث۔

۱۰۔ بظاہر مخلوق کے ساتھ رہے لیکن یہ باطن اُن سے دور و غور اور غور کو حق میں مشغول رکھے۔

۱۱۔ مخلوق سے خلوت گزینی اور اپنی ذات سے گوشہ نشینی اختیار کرے یعنی جہاں تک بن پڑے مخلوق سے دور گوشہ نشین رہے اور خود اپنی ذات سے خود نمائی کو پندار کو نکال پھینکے۔ اس طریقہ پر حواس عشرہ اپنی جگہ برقرار اور رو بہ کار رہیں گے۔ یہ تمام تدابیر جمعیت قلبی اور دفع انتشار کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک وصول کیلئے لائق و مستزاد۔

۱۲۔ اپنے خورد و نوش اور بات چیت اور سونے میں جہاں تک ممکن ہو قلت کو اپنائیں (کم کھائیں پئیں، کم بات چیت کریں اور کم سوئیں) اس میں عظیم فائدے مضمر ہیں۔ سلف صالحین قدس سرہم نے مذہب بغیر کھاتے پیتے گزار دیں۔ یہاں تک کہ نور باطن اور قوت روح کی بدولت ملائکہ صفت ہو گئے۔ انہیں اہل خورد و نوش کی حاجت نہ رہی، لیکن اسرار امر بہ پاس سنت نبوی (الطہارۃ عجز بندگی کم از کم غذا کو



اختیار فرمایا۔

راہ سلوک کے آداب میں سے یہ بارہ آداب کہ اجمالاً تحریر میں آئے اس سالک کے لیے کافی ہیں۔ مگر سالک اپنے مرشد کے ارشادات پر کاربند رہے تاکہ منزل مقصود تک پہنچے۔ ان آداب کی رعایت اور ان کی بجا آوری سے مرشد برحق کی صحبت و ہم نشینی حسن ادب اور خوش عقیدگی کے ساتھ میسر آئے تو وہ کہیں زیادہ نفع بخش اور فاضل تر ہے۔ اس لیے کہ مرشد کے حضور ایک مجلس میں حاضری سے ہزار گھاٹیاں اور لاکھ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

**نور ۲۹** فتاویٰ ششم پر سبے تا وقتیکہ وہ حاصل نہ ہو آدمی اس راہ میں بہرہ یا نہیں ہوتا۔

فتاویٰ اول۔ فتاویٰ الشیخ یعنی آدمی اپنے مرشد کے تصور میں اپنے آپ کو ایسا فراموش کر دے کہ اپنا وجود اپنے شیخ سے جدا نہ سمجھے اور تمام حرکات و سکنات جو اس کے دست و پا سے صادر ہوتی ہے۔ ان کے متعلق یہ یقین رکھے کہ یہ شیخ کے دست و پا ہیں اور ان میں سکون و حرکت امیرے مرشد کے افعال اور انہیں کے اختیار سے ہیں اور خود کو کسی طرح پر بھی موجود نہ جانے۔ نہ حقیقت میں نہ تصور میں اور نہ فرضی طور پر۔

۲۔ فتاویٰ الرسول ہے کہ مضمون سابق کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت دے اور ہرگز ہرگز اپنے وجود کو اپنے وہم و گمان میں بھی نہ آنے دے۔ یہ فتاویٰ اول سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ سالک اپنے شیخ میں قنابے اور اس کا شیخ ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قنابے تو بہ مرتبہ ثانی باسانی میسر آئے گا۔

۳۔ فتاویٰ اللہ۔ اور یہ وہ قنابے کہ جب نصیب آجاتی اور اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو ابتدائی بقا یا تھکاؤ آتی ہے۔ یہ وہ قنابے کہ جب حضرت جنید بغدادی کو حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں چالیس سال سے بہ خدا مشکلم ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ

میں ان سے کلام کر رہا ہوں۔

اس قسم کے اور اقوال بہت سے بزرگان دین سے منقول ہیں۔ اس فنا کے حصول کے بعد سالک موجد بالذات ہو جاتا ہے کہ وجود کی شرکت بھی نہیں رہتی۔

**نور ۵** قلوب العارفين فی حکم المساجد یعنی عارفین کے قلوب مسجدوں کے حکم میں ہیں حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں

اہلہا تعظیم مسجد فی کنند

در جفاے اہل دل جدی کنند

مسجد کا نذر دردن ادبیا ست

سجدہ گاہ ایں ست ایں جاہم خدا

یعنی سادہ نوہ نادان، مسجدوں کی حرمت کا تو بڑا خیال رکھتے ہیں لیکن اہل دل ادیبانے کلام کے ساتھ جفا و بے ادبی سے پیش آتے ہیں حالانکہ وہ مسجدیں جو ادیبانے انہی کے باطن میں موجود ہیں وہ بھی سجدہ گاہ ہیں اور وہاں بھی جلوہ خاص خدا ہے۔

**نور ۱۱** ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کرمیہ تھی کہ جمعہ مبارک کے شب درود میں سورہ کہف ایک ایک مرتبہ پڑھتے جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے اور بعد نماز عشاء آرام فرمانے سے قبل مسجات ستہ یعنی وہ سورتیں جو سچ یا سچ سے شروع ہوتی ہیں یعنی سورہ حدید، سورہ حشر، سورہ صفات، سورہ جمعہ، سورہ تغابن اور سورہ اعلیٰ۔ اور ان سورتوں کے ساتھ سورہ الم سجده، سورہ ملک، سورہ نبی اسرائیل اور سورہ زمر کی قرائت فرماتے اور اکثر وہ ارادہ ماثورہ جو حسن حسین کے یوم شنبہ منزل ششم میں مذکور ہیں پڑھتے رہتے خصوصاً سبحان اللہ و بحمدہ کا اکثر درہنا۔

جمعہ کے روز نماز فجر کی پہلی رکعت میں آلم السجدہ اور دوسری میں اہل اتی پڑھتے اور اکثر و بیشتر وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ، دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص تلاوت فرماتے (جیسا کہ سنت بھی ہے)



اور نماز وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا فرماتے پہلے رکعت میں سورۃ اذا فلزلت الارض  
دوسری رکعت میں سورۃ کافرون پڑھتے اور جب آرام کا وقت آتا تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ  
اخلاص پڑھنا آپ کے معمولات میں تھا کہ پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور پھر سوجاتے  
ان کے پڑھنے کے بعد کسی سے کلام نہ فرماتے اور تہجد کے وقت بیدار ہو جاتے۔

۱۲۶۷ ہجری کے ربیع الاول شریف کی سترہویں شب مہرند اعلیٰ

**نور ۵۲**

حضرت سیدنا شاہ آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فراغت پاکر، جدی و مرشدی سید شاہ آل رسول احمد رضی اللہ عنہ  
اس فقیر کو جبکہ ابھی اس کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اپنے ہمراہ اپنے سجادہ پر لائے۔  
اور مجھے حکم دیا کہ مسند طریقت پر چار زانو بیٹھ جاؤں چنانچہ میں بموجب حکم وہاں  
بیٹھ گیا اور خود حضرت والائے دو زانو میسرے رو برو تشریف فرما کر ایک روپیہ  
نذر محنت فرما کر ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو۔

یہ زمانہ میری کم سنی کا زمانہ تھا۔ اس لیے میں اس راز کو نہ سمجھ سکا اور وہ روپیہ  
اپنے کمر بند میں باندھ کر آرام کے لیے بڑے دالان میں آیا اور اپنی رضائی والدہ کے ساتھ  
سو گیا۔ جب صبح ہوئی اور میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ کمر بند میں وہ روپیہ موجود نہیں۔ میں  
نے اپنی دوا صاحبہ سے عرض کیا کہ کل رات داد حضور نے مجھے ایک روپیہ مکان سجاد  
میں دیا تھا اور ساتھ ہی وہ رات والا واقعہ پورا پورا بیان کر دیا۔ وادی حضور نے  
میری رضائی والدہ پر خشکی کا اظہار فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ روپیہ تلاش کریں۔ بسیار  
کوشش کے باوجود وہ روپیہ ہاتھ نہ آیا اور اس واقعہ کو بیس سال کم و بیش گزر  
گئے تو حضرت اقدس نے مجھے تنہائی میں وصیت فرمائی کہ اگر میرے وصال کے بعد  
خاندانی متوسلین تمہیں میرا جانشین بنانے کی تکلیف دیں تو نہ انکار کروں نہ اس سے  
یکسوئی کا اظہار، بلکہ اسے قبول کروں۔ بار بار یہی وصیت دہرائی چنانچہ ارشاد گرامی  
کے مطابق ایسا ہی ظہور میں آیا اور بعینہ واقعہ ہوا اور وہ نذر والا روپیہ کم ہو گیا تھا  
اس کا اثر میرتب ہوا کہ دنیاوی اموال ہاتھ آتے ہیں لیکن جلد ہی ہاتھ سے نکل

جالتے ہیں۔ مگرہ میں باقی نہیں رہتے۔ اور کبھی اموال دنیا جمع کرنے کی نہ نوبت آتی۔ نہ  
اس کی احتیاج ہوتی۔ الٰہی اپنے فضل و کرم تام سے ہمیں دنیا و مافیہا سے محفوظ رکھ۔  
آمین۔



## پانچواں لمعہ (تابلہ ۵)

### چند مسائل فقہیہ کے بیان میں

**نور** ۱۔ شخص واحد کی بات یقین کا دل کے قابل نہیں اگرچہ وہ عادل ہو۔ شریعت مطہرہ بھی شہادت میں دو عادل مسلمانوں سے کم کا قول قبول نہیں کرتی۔ اور یہ وہ حکم شرعی ہے جو خبر دینے والوں کے اختلاف احوال کے باوجود مختلف نہیں ہوتا۔ مثلاً اویس نے کرام میں سے اگر کوئی ولی تھا اس بات کی گواہی دے کہ عمرو پرانیدہ کی اتنی رقم ادھار ہے تو قاضی کے لیے اس کی اجازت نہیں کہ اسی شہادت کے بموجب فیصلہ شرعی کرے اگرچہ اس ولی اللہ کے صادق القول ہونے پر دل مطمئن ہے۔ اس کے مناسب ایک واقعہ لکھتا ہوں کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ حکم بن عاص کا قصور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے میں معاف کراچکا تھا اب میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ انہیں مدینہ طیبہ آنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے صادق القول اور عادل ہونے پر مجھے یقین ہے لیکن قواعد شرعیہ کی رو سے اس پر ایک اور شاہد عادل کی گواہی چاہیے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی بات سنی تو خاموش ہو گئے پھر جب

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو یہی درخواست آپ نے ان کے حضور پیش کی یہاں سے بھی وہی جواب ملا۔ پھر جب خود آپ کا دور خلافت آیا تو آپ نے حکم بن عاص کو مدینہ طیبہ آنے اور وہاں قیام کر لے کی اجازت دی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے بہ نفس نفیس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی معافی کا حکم حاصل کر لیا تھا اور آپ کو اس حکم پر علم یقین حاصل تھا اور اس پر کسی اور شاہد کی حاجت نہ تھی۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر لیں عقلوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔  
**نور** ۲۔ فاسق معلن کو اگر علی الاعلان بیباکانہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے

تو ۱۔ اہل اسلام نہ کیا جاتے، نہ اس کے ہم نشین ہو، نہ اس سے گفتگو کا دائرہ پھیلاؤ، نہ اس سے ربط ضبط بڑھاؤ، بلکہ اس سے دور دور رہو۔ اگرچہ وہ تمہارا عزیز و دل بند ہو۔ یہی حکم شرعی ہے اور یہی ایسوں کی سزا کیاجب کہ دل میں شرما کر راہ راست پر آجائیں اور یہ سزا انہیں نیکو کار بنادے انہیں صدافسوس کہ تم روزانہ نماز و ترمیں، و نَحْنُ لَمْ نَسْتَغْفِرْكَ مِمَّنْ يَفْجُرُكَ کہ ہم جدا ہوتے اللہ اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے) پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ یا پھر یہ بات ہے کہ تم روزانہ اپنے مالک و مولیٰ سے دروغ گوئی کو آسان سمجھتے ہو۔ میرے عزیز اگر اس پر عمل کر دے تو جھوٹ کے وبال سے نجات پانے کے درجہ یہ بلائے بد اور مجروری ہے۔ دوسرے لوگ اپنے برابر والوں سے جھوٹ بولتے ہیں اور تو اپنے خدا سے جھوٹ بولتا رہتا ہے۔

۲۔ یہ میں تفاوت راہ است از کجاستا کجا  
 بہر حال یہ تمہارے اختیار کی بات ہے۔ ہاں اگر ترک تعلق پر تم کوئی قدرت نہیں رکھتے (اور یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے) تو اُسے نصحت کرو اور جہاں تک بن پڑے ان پر ملامت کرو (انہیں شرم دلاؤ) اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو دل سے اُن کی محبت نکال دو اور انہیں برا سمجھو کہ یہی ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔



**نور ۳** دھوکہ دینے وقت اپنے منہ اور ناک کو خوب پاک صاف کریں۔ اور پانچوں وقت مسواک کریں تاکہ غذا کے ریزوں اور بدلو سے منہ کی صفائی ہو جائے یہ مسواک کرنا سنت بھی ہے کہ ملائکہ اور ارواح کو اس کی بدولت پاکیزہ دہن سے انسیت ہوتی ہے ورنہ انہیں اور اس کے ہم جنس بنی آدم سب کو اس سے ایذا پہنچتی ہے اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

**نور ۴** سلام کہنے اور اجازت لینے بغیر کسی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ بلکہ اپنے گھر میں اوتار بھی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ گھر میں رہنے اور سکونت اختیار کرنے والوں کو تمہاری آمد کی اطلاع مل جائے۔ گھروالوں کے حق میں کافی ہے اور اس حکم میں بڑی حکمتیں اور بے شمار فائدے ہیں تمہیں کیا معلوم کہ اس وقت اہل خانہ کس حالت و کیفیت میں ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ اس وقت کوئی شخص (مرد خواہ عورت) نہالے دھولے میں مصروف ہو۔ جبکہ عموماً غریب گھروں میں باقاعدہ غسل خانے نہیں ہوتے یا بے پردہ ہو۔ یا بے فکری سے مصروف کار ہو (شرشرعی سے غافل) و علیٰ ہذا القیاس پھر حکم قرآنی بھی یہی ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بِيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا** (الایۃ)۔

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا۔ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ ملے، اور گھروالوں پر سلام نہ کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑ لو۔

**نور ۵** اپنے ماں یا باپ اور استاد یا پیر کو ان کا نام لے کر نہ پکارو کہ بے ادبی ہے۔ اسی طرح بیوی شوہر کا نام نہ لے۔ بلکہ جیسا کہ ہمارے شہر میں دلچ ہے۔ شوہر بھی اپنی بیوی کا نام لے کر نہ پکارے کہ لوگ اسے بے شرمی پر معمول کرتے ہیں اور ایسے امور میں رسم و رواج کی پاسداری سے بھی منہ موڑنا چاہیئے۔

**نور ۶** فضول دے ہو۔ اور لغو دے فائدہ مذاق کسی سے نہ کرنا چاہیئے خصوصاً ایسا مذاق جس میں جھوٹے تہمت تراشی، کسی کی دل آزاری یا فحاشی پائی

جائے کہ یہ حرام ہے۔ ہاں ایسا مذاق جو مباح ہو یعنی محالعت شرعیہ سے پاک صاف اگر کبھی کبھی محض دوست کی پسند خاطری اور اپنی نشاط طبعی کے ماتحت ایسا عمل میں آجائے تو چنداں مضائقہ بھی نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہ ڈالے کہ لایعنی بھی اور اس سے وقعت بھی کم ہوتی ہے۔

**نور ۷** جانا چاہیے کہ خندہ تین قسم پر ہے۔ تبسم، ضحک اور قہقہہ۔ تبسم یعنی مسکراہٹ یہ ہے کہ اس کی آواز نہ کسی تک پہنچے نہ اپنے کانوں میں آئے صرف ہونٹوں میں خفیف سی حرکت پیدا ہو اور ہو سکتا ہے کہ لب کھل کر سامنے کے دانت نمایاں ہو جائیں۔ اور ضحک یعنی ہنسی یہ ہے کہ اس کی آواز صرف ہنسنے والا سن سکے۔ نہ کوئی اور۔ اور قہقہہ یہ ہے کہ اس کی آواز خود یہ بھی سنے اور دوسروں کے کانوں تک بھی پہنچے۔ اگرچہ وہ دوسرا اس کے برابر ہو۔ ان میں تبسم یعنی مسکراتا جائز ہے بلکہ مسنون اور قہقہہ مکروہ و مورد غفلت اور وقت بے وقت ہنسنے و مناوہل کو ماننا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ **كَثْرَةُ الضَّحِكِ يُبْغِضُ الْقَلْبَ**۔

**نور ۸** جتنا قرآن پاک زبانی یاد ہو اسے محفوظ رکھو۔ ورنہ کل بروز قیامت قبر سے نامیا اٹھائے جاؤ گے۔ قرآن عظیم کو بھلا دینا گناہ عظیم ہے۔

**نور ۹** سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سجدہ عبادت۔ دوسرا سجدہ تہنیت یعنی سجدہ تعظیم و تکریم کہ کسی کی عظمت و جلالت کے اظہار کے لیے بلا قصد عبادت ادا کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور ان کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ نے آپ کو کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے جو سجدہ کیا تھا وہ بھی سجدہ تعظیمی تھا۔ اب شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتہیہ میں یہ بھی حرام ہے البتہ کفر نہیں، اور اسے کفر کہنا درست بھی نہیں کہ کفر کسی شریعت میں مباح نہیں ہو سکتا، یونہی بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف کہنا حرام ہے۔ ہاں بدعشتی اور عالم دار خنگی میں ان کا صدور ہو جائے۔ یعنی کسی پر انتہائی اشتیاق ملاقات غالب ہو اور وقت ملاقات اس کا یہ عالم ہو جائے کہ عقل جاتی رہے اور ہوش و حواس کم



ہو جائیں) اور اسی عالم کیفیت میں وہ سجدہ تہنیت یا طواف بجالائے تو اس کی بخوردی اور بے اختیاری کی وجہ سے اس کی گرفت نہ ہوگی جیسا کہ مجنونوں اور پاگلوں سے ہائرس نہیں ہوتی مگر سہ

سلطان نہ گیرد، خراج، از خراب

اور اگر کوئی طواف غیر کعبہ پر مجبور ہی کر دیا جائے تو طواف کر لے مگر نیت طواف نہ کرے کہ **اِنَّا اَلْعَمَالُ بِالْاِثْمَاتِ**

قرآن کریم جمع میں آہستہ پڑھنا چاہیے۔ بالخصوص اس وقت کہ حاضرین کی ادھر ادھر توجہ نہ ہو یا حکم قرآنی سے کہ **اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ فَانصتوا لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ** جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو۔ اس امید پر کہ رحم کئے جاؤ

واقف نہ ہوں، یا غافل نہ ہو یا دیدہ و دانستہ جانتے بوجھتے غفلت اختیار کریں۔ یاد دہانی بات چیت میں محو و متفرق ہوں تو ایسی صورت میں تلاوت کر لے دے اور سامعین دونوں ہی گناہ گار ہوں گے۔ (قرآن خوانی کی مجال میں اس کا ضرور خیال رکھیں ورنہ گناہ لازم آئے گا) البتہ دینی مکتبوں میں تعلیم و تحصیل اور حفظ قرآن کی خاطر بچے اگر با آواز بلند پڑھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں (بلکہ یہی درکار ہے) اور تلاوت قرآن شریف میں بھی حتی الامکان احتیاط برہیں اور تنہائی میں، عوام کالانعام کی نشست سے دور بیٹھ یا دب تمام تلاوت میں مصروف ہوں۔

کسی مشترک و کافر مرد عورت یا لون ہی علی الاعلان گناہ کے مرتکب ناسی **نور ۱۱** مسلمان جسے فاسق مطلق کہتے ہیں اور ان جیسے دوسرے، ان میں سے کسی کی مدح و ستائش تعریف و توصیف نہ کریں جیسا کہ بے باک جاہلوں کی عادت ہے کہ سماع حرام سنتے ہیں اور پھر اس کی تعریف کرتے اور کہتے ہیں کہ کیسی اچھی تواری تھی اور وہ گناہے والی بھی۔ کیسی قیامت کی خوش آواز تھی اور کتنا نفیس گارہی تھی بلکہ ان میں بعض بے شرم تو ایسے ہیں کہ باری تعالیٰ کیلئے مخصوص تعظیمی کلمات مثلاً سبحان

(بإشاء اللہ وغیرہ) ان بے ہودہ کلمات ستائش سے ملا دیتے اور سرحد کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔

اسی طرح ظالم و فاسق امراء و حکام کی بعض لوگ تعلق و چاہلو سی کرتے اور حد سے فزوں ان کی جھوٹی تعریف میں ادبچی اڑان اڑتے ہیں یہ بھی قریب قریب کفر ہے۔ مسلمانوں کو ایسی نامعقول اور بے ہودہ حرکتوں سے توبہ کرنی چاہیے کہ حرام تو قیض ہے اور بعض اوقات ان میں اندیشہ کفر بھی بشرطہا تو ایسے ناہنجاروں کی بجز اور خدا ہمت و توفیق دے تو ان رو در رو، منہ کے سامنے ان کے کردار پر لعنت و لعنت کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ پشیمان ہو اور شرمندہ ہو کر اپنی بدکرداری سے توبہ کریں) اور اگر اس پر قدرت نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کی اجازت دے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی ناکورنی حرکتوں پر ضرور لعن طعن کریں کہ دوسروں کی چشم عبرت کھلے اور اگر یہ بھی امکان میں نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں ان کی امانت کریں انہیں دل سے قابل نفرت و لعنت سمجھیں) اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔ اتنا بھی آدمی نہ کر سکے تو پھر انہیں کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور انہیں ساتھ یروز حشر اٹھایا جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انے خاندان اور اپنے آباء اجداد کا حسب نسب نہ چھپائیں اور نہ **نور ۱۲** خود کو دوسروں کی طرف منسوب کریں کہ شرعاً سخت ممنوع ہے۔ (اور ایسے لوگ جگمگ حدیث صحیح لعنت الہی کے مستحق ہیں۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے) کسی غیر محرم و اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھیں کہ شیطان بعین **نور ۱۳** تمہارا عہد و مہین، تمہاری آزار کے درپے (اور گھات میں) ہے۔

ایسا نہ ہو کہ تنہا کسی ہلاکت میں ڈال دے اور تم سے کوئی گبیہ گناہ سمرزد ہو جائے۔ ایک روز ابلیس پر قلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ میرے حق میں آپ دعا کے خیر فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف فرمادے اور میری خطا سے درگزر فرمائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں متوجہ ہو کر یہ بات عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ آپ اس ملعون سے کہ دیں کہ اب پہلے آدم علیہ السلام



کی قبر کو سجدہ کرے۔ ابلیس لعین نے جب آپ سے یہ بات سنی تو پھر اپنی فطری  
تجاشٹ پر اتر آیا اور صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ اے موسیٰ! جب میں نے خود آدم  
کو سجدہ نہ کیا، تو ان کی قبر کو کیسے سجدہ کروں گا۔ بہر حال آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا اگرچہ  
میں اپنی شوخی قسمت کے باعث محرم کا محرم رہا۔ اس لیے میں آپ کو یہ تین باتیں  
بتاتا ہوں۔ آپ اپنے امتیوں تک پہنچادیں اور وہ یہ کہ مجھے تین اوقات میں اپنے  
پاس ہی جائیں۔

۱۔ جبکہ اجنبی مرد اور اجنبی عورت تنہائی میں ہوں۔

۲۔ جبکہ غصہ و غضب کی حالت ہو۔ اور

۳۔ کافروں سے جہاد و قتال کے وقت اگر اس وقت میں انہیں ان کے زن و فرزند  
اور قربات واریاد دلاتا ہوں کہ وہ ان کی محبت میں بے قرار ہو کر راہ فرار اختیار  
کرتے ہیں۔ اور غصہ جب شدت کو پہنچتا ہے تو میں اس کی عقل زائل کر دیتا ہوں  
اور باپ کو بیٹے سے، بیٹے کو باپ سے الگ کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان میں  
باہمی قتل و قتال تک نوبت پہنچا دیتا ہوں۔ اور اجنبی مرد و عورت کی تنہائی میں  
ان پر ایسا غلبہ پالیتا ہوں کہ اس وقت مجھ سے رہائی پانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔  
ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس وقت میں انہیں زنا پر آمادہ نہ کر سکوں، یا اس کے  
قرب قریب نہ لے آؤں۔

نور ۱۲۔ مسلمان کو کا فر کہنا، اس کے قتل سے بدتر ہے بشریعت مطہرہ میں اس  
پیر برطی و عبد آئی ہے مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا ہے اَلَا بَاغٍ بِهٖ اَحَدُهُمَا اِلٰی غٰی بُو شَخْصٍ اِیْنِیْ بَہَا فِی کَوَا فَرَسَہِ تَوَا  
اس کلمہ کے ساتھ دونوں میں سے ایک بوٹے گا۔ یعنی یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر  
پڑے گا یوں ہی مسلمان پر لعنت کرتا بھی اشد گناہ کبیرہ ہے۔ دالعیاذ باللہ۔

نور ۱۵۔ اگر کسی کی دو بیویاں ہوں تو دونوں میں عدل سلوک میں برابر رہی اور  
دور نہ ایک کے ہوتے دوسری کو نکاح میں نہ لاؤ یہی مستحکم

کالم صریح ہے۔

نور ۱۶۔ خدا نے تقاضے کے حرام کو حلال نہ کیا تو۔ ورنہ کفر کے وبال میں مبتلا  
ہو جاؤ گے۔ اس لیے کہ جسکی حرمت قطعی ہے اسے حلال جانتا کفر  
حرکی ہے۔ گناہ کو حرام جان کر اس کا منکب ہونا گناہ ہے۔ اور اس گناہ کو حلال  
جان اس کا ارتکاب کرنا گناہ بلالئے گناہ ہے کہ کفر تک پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی  
میں نے بتایا۔

نور ۱۷۔ کچی گواہی کو اہل ضرورت و اہل مصلحت شرعیہ اچھا نا دل کا گناہ ہے  
اور جھوٹی گواہی کفر و بت پرستی کے برابر۔ شانہ نشانہ قرآن کریم کا

ارشاد ہے۔

وَلَا تَشْهَدُوا الشَّاهِدَاتِ دَمِنْ يَكْتُمُهَا فَإِنَّهُ إِشْهَدُ قَلْبُهُ  
”اور شہادت کو نہ چھپاؤ۔ اور جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ کار ہوگا۔“  
نیز ارشاد فرمایا فَاجْتَنِبُوا أَلْوَاتِنَ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الشُّرُطِ حَقَّاعٍ لِلَّهِ  
جنوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اللہ کے لیے باطل سے حق کی طرف  
مائل ہو جاؤ۔

نور ۱۸۔ ادائے شہادت واجب ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ  
شہادت کا جس قاضی کے پاس ادائے شہادت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ وہ  
عادل و انصاف پسند، نیک کردار، نیک سیرت مسلمان ہو۔ ورنہ گواہی دینا واجب  
نہیں۔ (اور آج کل کچھ لوگ ہیں گواہی دینے کی جو ضرورت ہے وہ اہل معاملہ پر مخفی  
نہیں، وکیل مدعی جھوٹ بولنے پر زور دیتے ہیں اور وکیل مدعا علیہ جھوٹا بنانے کی  
کوشش کرتے ہیں۔ ایسی گواہی دینے سے خدا بچاوتے۔ بہار شریعت)

نور ۱۹۔ نابالغوں اور غیر مکلفوں (مثلاً مجنونوں اور مجذوبوں) کا گناہ لکھا  
جاتا۔ البتہ ان کے ذمہ وار ولیوں اور مربیوں کی غفلت و لاپرواہی  
یا چشم پوشی کے باعث جو افعال ان سے سرزد ہوں۔ یا ان کی اجازت انہیں دیدی



جائے۔ تو اب اس کا گناہ ان مریوں پر ہوگا۔ مثلاً کسی نابالغ بچے کا مرنے والی اُمّی شراب نوشی سے نہ روکے یا خود اسے پلائے تو اس صورت میں شراب نوشی کا گناہ بچہ یا غیر مکلف پر نہیں، اس کے ولی پر ہے۔

اس مسئلہ کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہالت اور ناواقفیت کے بل بوتے ایسے بہت سے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو نا سمجھ ہیں اور ان کے بے معانی ہے یہ جو کرتے ہیں مگر نہ دو، انہیں اس سے روکو مگر، بلکہ مشاہدہ ہے کہ بچوں کے والی دوسرے دست خود ہی ان سے گناہ کراتے ہیں، مثلاً داگ رنگ اور ناز گنے کے مجمع میں جاتے سے انہیں نہیں روک سکتے، روکنا کیسا اور اٹھی انہیں ترغیب دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں۔ تو تمہیں یا ڈانٹ ڈپٹ کی کیا ضرورت ہے اسے نادانقو! اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ ان پر اس کا گناہ نہیں مگر نہیں اس سے چھٹکارا کیسے نصیب ہوگا۔ تم تو گناہ میں پکڑے جاؤ گے۔

**نور ۲۰** اولاد جب تک بالغ نہ ہو جائے ان کی ترتیب و پرورش ماں باپ پر فرض ہے، اس کے بعد نیک سلوک و احسان۔

**نور ۲۱** شریعت مطہرہ نے عورت کو کہ ستر تا بہ پا عورت مستورہ (پردہ و حجاب میں رکھنے کی شے ہے) پردہ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دو قسم پرست ایک حجاب اور ستر۔ حجاب یہ ہے کہ عورت خانہ نشین رہے اور غیر محرم کی نگاہ سے بالکلیہ دور رہے۔ اور ستر یہ ہے کہ منہ کی لگی اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ سارے بدن کو دبیز کپڑوں سے چھپائے رکھے۔ ایسا کہ (سر کے بال اور کپڑی سمیت) برابر حصہ بھی بدن کا اور دونوں پر نظر نہ ہو نہ کھلا کہ صاف نمایاں ہو اور نہ تنگ یا باریک کپڑے کی ادٹ میں کہ رنگت بھلکے اور بدن کی ساخت چھلکے۔

قسم اول یعنی حجاب الی بیعت نوبت علی سید تم و علیہم الصلوٰۃ والتیمیم پر فرض ہے اور امت کی دوسری مسلمان بیبیوں کے لیے مستحب (دعا عث ثواب) اور دوسری قسم یعنی ستر، یہ تمام آزاد مسلمان عورتوں پر فرض ہے۔ اور اب اس دور میں کہ بد لحاظی و

بے باکی کا دور ہے اعلیٰ نے شریعت سے کہ در حقیقت حکیمان اُمت اور حاکمان شریعت ہیں، فساد زمانہ کے پیش نظر آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دیا ہے کہ (عورتیں ضرورت شرعیہ کے علاوہ، گھر سے باہر قدم نہ لگائیں، خانہ نشین رہیں)

اور ہمارے ان اطراف میں ستر فدا اور اہل عزت میں یہ کیسا اچھا رواج ہے کہ انہوں نے گھر کی چار دیواری کو عورت کے لیے قید خانہ کی مانند بنا دیا ہے۔ اور حجاب کامل کے بغیر عورتوں کو گھر سے نہیں نکلنے دیتے۔ یہ رسم اس بدعت سیئہ کے مقابلہ میں کسی خوشگوار اور عاقبت اندیشی پر مبنی ہے اجماعاً کل لباس کی ترش خراش اور نام نہاد پردہ میں سمو دی گئی ہے کہ لوگ فرض کو چھوڑ کر حرام میں پڑ گئے اور طاعت و غیرت، دونوں کو ہمارے کمرے میں ہیں۔ اور عالم یہ ہے کہ شریف بی بیاں، اپنے چادر، پھیر پی زاد، بھائیوں، ماموں، خالہ کے بیٹوں، شوہر کے چھوٹے بڑے اچھا بیٹوں، اور اپنی بہنوں کے شوہروں یعنی بہنوئیوں وغیرہم نا محرموں سے کہ نہ پردہ نہیں کرتی ہیں۔ اور ان کے سامنے نہ صرف یہ کہ بے حجاب بلکہ محض بے ستر رہتی ہیں تنگ و چست اور ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں کہ پیٹھ اور پیٹ، گلا اور سر نمایاں رہتا ہے اور سر کا کھلا رکھنا، یا چار چھ انگلی پیٹ، دونوں ہتھیلیوں، پنچوں، بازوؤں اور گردن کا کھلا رہنا تو جیسے کسی حساب ہی میں نہیں۔ بدن کے یہ حصے تو عموماً محض برہنہ رہتے ہیں۔ اور پیٹھ اگرچہ پوری تنہیں کھل رکھتیں، لیکن باریک کپڑے اس سے چھٹا کر، گویا کہ بے پردہ ہی رہتی ہیں۔

فانما یلہ وانا الیہ راجعون۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسی شریف بی بیوں سے جمائوں اور نور ہائوں کی عورتیں کہیں بہتر ہیں کہ اگرچہ وہ گھروں سے باہر نکلتی اور بازاروں سے گزرتی ہیں مگر ان کے کپڑے دبیز اور موٹے ہوتے ہیں اور ان کے بدن کے بدن کے تمام اعضاء اچھی طرح لگا ہوں سے ستر و حجاب میں رہتے ہیں۔ نہ ان کی اور ہتھیلی اور بدن پر رہنے والی کرتی وغیرہ ایسی تنگ ہوتی ہیں کہ اس سے ان کا سر یا پیٹھ یا پیٹ نمایاں ہو جائے نہ ان کا پاخانہ یا شلوار اتنا ڈھیلا ہوتا ہے کہ پانچنے اٹھانے کی نوبت آئے اور پنڈلیاں نظر آئیں۔ نہ ایسا



تنگ رہتا ہے کہ بدن سے چپٹا رہے اور بدن کی فربہ یا لاغری کی کیفیت کا اظہار ہو جائے (افسوس کہ اب یہ وباعام ہو گئی) اور ان سے بہتر رواج عربی عورتوں کا ہے کہ ان میں جو عینیت و عزت و وقار والی ہیں وہ ایسی پردہ میں ہیں جیسے روح تن میں یا دل بدن میں۔ اور ان میں سے بعض صورت باہر آتی ہیں۔ وہ بزرگ اور بڑھ کر دستان اور مونہ پہن لیتی ہیں کہ ان کی پھیلیوں کی پاؤں کا کوئی حصہ کسی کی نگاہوں میں نہیں آتا۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے۔ ان کی خوبی اور اللہ ہی ذمہ فضل پر ہے۔ ان کا اجر ہم بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر اور عفوانیت کا سوال کرتے ہیں۔

## نور ۲۲

عورت کو چاہیے کہ اپنی آواز بھی کسی اجنبی کو نہ سناوے کہ عورت کی آواز اور اس کی صورت دونوں ہی عورت ہیں۔ اب اس دور میں ہندوستان (دہلیستان) کی بی بیوں اپنے ماحرموں سے بیباکانہ طور پر بات چیت کرتی ہیں۔ (اور ذرا نہیں شرماتیں) اور نابینا کے سامنے تو یہ سمجھ کر کہ وہ نابینا ہے۔ (ابہیں کیا دیکھ سکے گا) بے تکلف بے پردہ سامنے آجاتی ہیں۔ ہم نے مانا کہ وہ نابینا ہے لیکن عورت تو نابینا نہیں عورت کو بھی کب حلال ہے کہ وہ کسی اجنبی کو دیکھے جیسا کہ مرد کو حکم ہے کہ وہ کسی اجنبیہ پر نظر نہ ڈالے۔ دونوں ہی اس حکم شرعی کے مامور ہیں اور دونوں کا حکم یکساں یہی حکم عورت کی آواز کا ہے کہ جس طرح اجنبیوں سے چہرہ چھپانا ضروری ہے اسی طرح اپنی آواز کی حفاظت لازم ہے کہ وہ اجنبی مرد کے کاموں میں نہ پڑے بلکہ اگر دونوں نابینا ہوں تب بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ نابینا غیر محرم سے بات چیت کی نوبت نہ آئے۔

## نور ۲۳

مسلمان عورت کو نابینہ، مجوسہ اور مشرک عورتوں سے بھی اپنے آپ کو بچائے (یعنی ان کے سامنے بھی دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے) چنانچہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں یہ حکم صراحتاً مذکور ہے۔ اسی طرح حکم شرعی یہ ہے کہ حاملہ عورت بدکار فاسقہ فاجرہ کے علی الاعلان گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ ان کے بھی سامنے نہ آئے تاکہ ان کے کفر و مشرک اور ان کے فسق و فجور کا کوئی اثر ان کی صحبت و ہم نشینی سے ان صاحب

مسلمان عورتوں میں پیدا نہ ہو اور وہ ان کے بد اثرات سے مامون و محفوظ رہیں۔

وہ مرد جس کے اعضائے تناسل کاٹ لیے گئے ہوں اور زخموں سے بھی پرنے کا حکم وہی ہے جو دوسرے مردوں سے ہے اور عورت کا عورت کو دیکھنا اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے (یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی۔ باقی اعضاء کی طرف نظر کر سکتی ہے) عورت پر یہ بھی لازم ہے کہ جو مرد اس کے محرم ہیں ان کے سامنے بھی پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو تک بدن کا کوئی حصہ نہ کھلے دے۔ باقی اعضاء پر ان کی نظر پڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں اور اگرچہ سر کھلا اور دوپٹہ شانوں پر ڈالے رکھنا اپنے محرم کے روبرو جائز ہے لیکن حیاء و شرم کے منافی ہے اور سینہ و پستان کا کھلا رکھنا اور بھی زیادہ بے شرمی کا مظہر ہے اور ہندو (پاکستان) کی عورتوں میں یہ رسم بڑی پسندیدہ ہے کہ پستان کے چھپانے میں پوری کوشش کرتی ہیں لیکن کیا یہی اچھا ہوتا اگر وہ اپنے پیٹ اور پیٹھ کا بھی ایسا ہی خیال رکھتیں کہ پیٹ اور پیٹھ اور ران کا چھپانا اپنے محرم سے بھی ضروری ہے۔ جبکہ گردن و سینہ وغیرہ کا پوشیدہ رکھنا ایک اچھی رسم ہے و واجب شرعی نہیں۔ یہ عجیب جمالت ہے کہ رسم و رواج کی اس شدت سے پابندی اور فرض و واجب کی طرف سے وہ غفلت کرتا ہی۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ محرم سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے کسی حالت میں حلال و جائز نہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

- ۱۔ محرم نسبی۔ جیسے باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ اور بھائی بہن کی اولاد۔ بھتیجے بھانجے۔
- ۲۔ محرم رضاعی۔ یعنی رضاعت کی جانب سے یہی علاقہ والے۔ باپ بیٹا وغیرہ۔
- ۳۔ محرم کھری۔ یعنی سسرالی رشتہ دار، جیسے سسر داماد۔

ان میں محرم نسبی سے پردہ کرنا چاہیے کہ قطع رحمی ہے اور وہ جائز نہیں۔ اور باقی دو محرم یعنی دودھ میں شریک یا سسرالی محرم۔ ان کے متعلق جو ان عورت کے لیے حکم شرعی، نظر بہ حالات زمانہ، یہ ہے کہ ان سے پردہ میں رہیں یہی راہ سلامتی ہے اب رہے غیر محرم تو وہ اگرچہ بالکل اپنے ہوں مگر عاجل اور سہم قاتل ہیں۔ عورتوں



کو ہرگز ہرگز بے حجاب ان کے سامنے نہ آنا چاہیے۔ خواہ ان کے نکاح مطلقاً جائز ہو مثلاً چچا ناموں، پھوپھی خالو وغیرہم کے بیٹے یا مانع نکاح کے زوال کے بعد ان سے نکاح حلال ہو مثلاً اپنی زوجہ کی بہن یعنی اپنی سالی سے نکاح۔ زوجہ کی زندگی میں حلال نہیں۔ ہاں زوجہ فوت ہو جائے یا شوہر اسے طلاق دیدے اور اس کی عدت بھی گزر جائے تو نکاح درست و حلال ہے۔ اور ہر حال اجنبی رنگ نہ ہوں یا بے گناہ نہ۔ پردہ کے بارے میں دونوں کا حکم یکساں ہے کہ ان سے ویسا ہی پردہ کریں، جیسا اجنبی شخص سے اخلاقیات سے بڑی گھڑی کہہ کر نہیں آتی اور نیک و بد کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا۔ اور پھر عورتوں میں بڑا ہنر، ان کو بھڑکنا، طوفان لگا دینا ہے۔ تو کاجل کی کو گھڑی کے قریب ہی کیوں جائے کہ دھبہ کھائے۔ اجنبیوں سے پردہ کا حکم اسی لیے ہے کہ قتل کے دروازے بند ہو جائیں۔ مولائے کریم اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔ اقادات و عزیمت

## تور ۲۴

عورت پر اپنے پیر طریقت سے پردہ کرنا ایسا ہی فرض و لازم ہے جیسے اور اجنبی مردوں سے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پیر باپ کی جگہ ہے یہ درست ہے۔ لیکن اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ یعنی یہ کہ جس طرح باپ بدن کا مرتب ہے اسی طرح پیر روح کی تربیت فرماتا ہے اور اس بنیاد پر اس کی تعظیم و تکریم اسی طرح ہے جیسے حقیقی باپ کی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ تمام احکام میں حقیقی باپ کے قائم مقام ہے اور نہ سارے مرید مرد خواہ عورت، اس کی وراثت کے حقدار بن جائیں تو کتنا یہ ہے کہ اس بے حیائی سے جو اکثر جاہلوں میں رواج پاری ہیں، دور ہی رہنا چاہیے۔ یونہی علم ظاہری کے استاد سے بھی پردہ لازم و فرض ہے۔

## تور ۲۵

لوگوں میں مشہور ہے کہ لاکھ سببین الیحدین، دو عیدوں کے مابین نکاح نہیں۔ اس سے مراد نماز عیدین و نماز جمعہ ہے۔ یعنی اگر عید الفطر یا عید النہی جمعہ کے روز پڑے تو نکاح نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کرنا چاہیے۔ اگر جمعہ بھی عید المومنین ہے اور ان دونوں عیدوں کے مابین قلت وقت کے باعث

فراغت حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن کسی عجلت کے باعث ان اوقات میں نکاح پڑھا لیا جائے تو شرعاً کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔

## تور ۲۶

شعر گوئی میں، مراتب کا حفظ و لحاظ از بس ضروری جائیں۔ یعنی تیشلی اشعار میں، ملائکہ و انبیاء و اولیاء اللہ کی توہین اور کسر شان کا کوئی پہلو نہ آنے چاہئے۔ مثلاً کسی کے حسن و جمال کی تعریف میں حسن یوسف علیہ السلام کی تنقیص یا حکمت و دانائی کی توصیف میں حضرت لقمان علیہ السلام کی توہین۔ یا ذوالنہقت کی تصویر کشی میں حضرت جبریل علیہ السلام کے پروں کی قطع و برید یا کسی طبیب کے بیان و وصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت۔ (کہ حرام قطعی ہے جس سے اجتناب لازم) اسی طرح تعقید اشعار میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ نعت، مہرتبہ حمد نہ پہنچے۔ یعنی وہ صفات کریمہ جو اللہ عزوجل کے لیے مخصوص ہیں کسی مخلوق کے لیے ثابت نہ کریں مثلاً الوہیت، معبودیت اور اس کی خالقیت وغیرہ۔

یونہی اصحاب و اہل بیت و اولیائے امت کی منقبت میں، مضامین نعت نہ آنے چاہئے۔ اور سلاطین و حکام و دنیاوی کی ایسی تعریف نہ کریں کہ انہیں صحابہ و اہل بیت کا ہمسرہ بنا دیں یا کسی امیر زادہ کے مکان و باغ کی تعریف میں ایسی بات نہ لکھیں کہ عرش و کرسی اور باغات و مکانات جنت سے ملادیں۔

دعای ہذا القیاس ایسے اشعار کہ ان کا مضمون فحش اور شہوت انگیزی کا باعث ہو حرام و ممنوع ہے۔ شعر کا حکم بعینہ سماع کا حکم ہے کہ جس طرح سماع میں اس کی اہلیت ضروری ہے۔ اسی طرح شعر گوئی میں اس کا اہل ہونا لازم ہے۔ لہذا اگر شعر گوئی اور شعر خوانی سے قوت شہوانی جوش مارے تو ایسے شخص کے حق میں یہ ممنوع ہے کہ وہ رتبہ حمد و نعت اور مناقب اولیاء پر مشتمل اشعار اور وہ اشعار جن میں کفار کی توہین و تہلیل اور بوجہ شامل ہے تو ان کا کہنا سنانا سب جائز ہے اور مباح و مستحب۔ ایسے اشعار خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برسر منبر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنے ہیں بلکہ ترغیب دے کہ کفار کی جو



میں اشعار کہلاوٹے ہیں۔

**نور ۲۷** کسی کی موت پر سوگ منانا اور زینت ترک کرنا تین روز سے زیادہ جائز نہیں۔ سوائے شوہر کے سوگ سے کہ عورت کو حکم ہے کہ وہ چار مہینے دس روز اس کی موت کے سوگ میں گزارے اور جب تک یہ مدت نہ گزر جاتے زینت و آرائش اختیار نہ کیے۔

اس لیے حضرت امام حسین علیٰ حدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر خصوصاً حرم الخدام کے مہینے میں، ماتم کرنا، جیسا کہ ان اطراف میں جاہلوں کی رسم ہے کہ وہ دس روز بلکہ بعض چالیس روز تک، سال بہ سال زینت ترک کر کے لوگ مناتے اور شا دی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقاریب سے کتراتے ہیں۔ یہ خود اپنی جگہ ممنوع ہے۔ اس لیے کہ روافض کی بدعت سیئہ ہے۔

ہاں ان ایام میں حضرت امام علیٰ حدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پر فتوح ہدیہ ثواب کی نیت سے ہمدردی و خیرات کرنا جبکہ اس کا مقصد و نام و نود نہ ہو بہت خوب اور شرعاً مرغوب۔ اسی طرح ان کے وہ حالات جو احادیث کریمہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہیں مستحب اور ان کے ان مصائب پر انشوس کرنا بھی جائز و مباح اور مستحب ہے۔ یہ نہیں کہ تکلفات کو درمیان میں لا کر حزن و فزع یا تصنع سے نوحہ کریں یا سینہ پٹیں، چہرہ توہیں، غسل و حجامت اور تبدیلی لباس سے باز رہیں۔ پان اور غذا نہ کھائیں۔ عورتیں اپنی چوڑیاں توڑ دیں اور سیاہ و سرخ لباس پہنیں کہ یہ سب حرام و بدعت اور شرعاً سخت منع ہے۔ ہاں اگر ان کے مصائب و آلام پہلے ساختہ رونا آجائے تو یہ باعث رحمت و برکت ہے۔

**نور ۲۸** حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ گیارہویں بالخصوص ۱۱ ربیع الآخر شریف کو، مال و فز نہ میں برکت مفاد میں کامرانی اور مرادات میں کامیابی کے لیے جائز و مندوب اور نہایت خوب کا خبر ہے جیسا کہ بزرگان دین نے تجربہ فرمایا ہے اور اس میں مانعات شرعیہ میں سے

کوئی مانع بھی نہیں۔ ہاں ہاں شرط یہ ہے کہ یہ مجلسیں اور اجتماعات ارگ رنگ اور رقص و سرود سے نیز روایات کا ذبح و موصوعہ سے خالی ہوں۔ ان مجالس میں درود شریف و کلمہ کی قرات، قرآن کریم کی تلاوت، آپ کی کرامات شریفہ اور حالات برگزیدہ کے ذکر پاک پر قناعت کریں۔ گیارہویں شریف کی یہ مجلسیں ہسم نادر لوں کے لیے جان ایمان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قادر یوں کو توفیق دے کہ اسے جاری قائم رکھیں۔

**نور ۲۹** محفل میلاد شریف کا جب چاہیں انعقاد کریں خصوصاً ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں، بالخصوص یکم تا ۱۲ ربیع الاول اور بالخصوص بارہویں تاریخ کے روز و شب میں اس محفل پاک کا منعقد کرنا، بشرطیکہ منوعات شرعیہ سے پاک ہو، ہزار باخیرات و برکات کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے تاکہ وہ اس میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ اور اپنی جان اپنا مال محبوب ذوالجلال علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں بارجائیں۔

اس محفل مبارک میں ہفت ذکر و تلاوت شریف اقام بھی جائز و درست بلکہ شوق و محبت کی علامت ہے۔ اس محفل پاک پر رد و انکار (جیسا کہ سبکی و بابیہ کا شعار ہے) بدعتی اور شقاوت قلبی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے مکر و فریب سے بچائے (مسلمان تو اتنا یاد رکھیں کہ) ان مجالس ذکر و خیر سے روکنے والے آئیے خسرو الدنیا و الآخرہ میں داخل ہیں۔

**نور ۳۰** کسی میت پر نوحہ نہ کریں کہ حرام و سخت گناہ ہے۔ نوحہ کے معنی یہ ہیں کہ باواز بلند روئیں۔ سینہ پٹیں۔ بال نوچیں۔ چہرہ پر زور زور مارے۔ اور میت کی عادتوں و خصلتوں اور رہن سن کے طریقوں کو باواز بلند بیان کریں۔ یہ سب حرام و ممنوع اور وبال عظیم کا باعث ہے۔ بلکہ ہندو پاکستان کے بعض علاقوں میں دیکھا گیا کہ ایک عورت جسے ناخنہ امرد سے پر نوحہ اور مین کرنے والی کہتے ہیں اور ڈوم میراثی کے خاندان سے ہوتی ہے وہ گھر میں آتی اور امام کی سب سے



اگے بیٹھتی ہے۔ اور اس کے پیچھے میت کے رشتہ دار صفت بر صفت مقتدیوں کی طرح جمع ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اب وہ نوحہ گر عورت اور بچی آواز سے میت کے اوصاف مثلاً اس کی بخشش و سخاوت وغیرہ بیان کر کے مہر لگاتی اور سینہ کو بے شریع کر دیتی ہے اور اس کے ساتھ ہی میت کے رشتہ داروں کی صفیں اسی طرح گھڑی دو گھڑی اپنا سپید پٹنی اور پھر خاموش ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد وہی اگلی عورت میت کی کوئی دوسری خوبی بیان کرتی اور وہی بے ہودہ حرکتیں دہراتی ہے اور اس امام کے مقتدی بھی اسی طرح اپنا عمل دہراتے اور کچھ دیر اسے جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ چلم تک جاری رہتا ہے۔

چلم کے بعد اس محنت شاذہ اور مشقت کے عوض اس فائز کو میت کے مال متروکہ سے کچھ حصے دلا دیتے ہیں۔ یہ بے ہودہ رسم زمانہ کفر و جاہلیت کی بدعت ملعونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے تمام متوسلین و معتقدین کو اس ہلاکت سے نجات بخشنے اور ہمیشہ نچائے رکھے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر شہادت پہنچی تو آپ ان کی تعزیت کے لیے مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے اور اس حال میں کہ غم و ملال کے آثار چہرہ اقدس سے ہرید اٹھے اور حضرت جعفر طیار کے گھر کی عورتیں چلا چلا کر رو رہی تھیں کسی نے اگر یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش گزار کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اس سے باز رکھو اور منع کرو۔ وہ صاحب گئے اور پھر واپس آئے کہ عورتیں نہیں سنتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں اس روک دو۔ غرض تبصری مرتبہ ان صاحب نے اگر کہا کہ یا رسول اللہ بخدا یہ عورتیں تو ہم پر ولیہ ہو گئی ہیں (مانتی ہی نہیں) اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان پر خاک ڈالو (اور ان کے منہ نہ آؤ) آپ وہاں بھگتیں گی۔

بیز روایات میں وارد ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے

والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اس کے علاوہ اس باب میں اور بھی وعیدیں آئی ہیں جو کتب احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

**نور ۳۱** بیوہ عورتوں کا نکاح کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ کبریٰ ہے اس پر عمل پیرا رہیں۔ بیوہ عورتوں کو ضرورت و حاجت کے باوجود بیوگی پر باقی رکھنا اور ان کا نکاح نہ کرنا۔ ہندوؤں کا طریقہ ہے اسے ایک لحنت چھوڑ دیں۔ ورنہ اس حدیث کی وعید میں خود کو داخل سمجھیں کہ مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُم مِّنْهُمْ منہم جو کسی قوم کی ریس کرے وہ اسی میں سے ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بالکل کنارہ کش رہنا چاہیے۔

**نور ۳۲** بدعتیہ اور بد مذہبوں سے ہرگز قرابت نہ چھوڑیں۔ ہرگز نہ گزائے شادی بیامہ کے تعلقات قائم نہ کریں اس لیے کہ بد دینوں کی صحبت فی الحال ہمارے نقصان و زیان ہے۔ اور آئندہ اس کا اثر اولاد پر پڑتا ہی ہے۔ جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی صورتوں میں یہ دغدغہ رہتا ہے کہ یہ نکاح صحیح بھی ہو یا نہیں اور بعض صورتوں میں تو واقعی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا باطل و مردود رہتا ہے۔ مثلاً وہ خارجی اور فاضی اور دہائی جن کی بد مذہبی و بد دینی حد کفر تک پہنچ چکی ہے اور نجری وغیرہم (کہ ایسوں سے نکاح بالقطع و یقین باطل محض و زنا سے خالص ہے) بلکہ وہ شیعہ جو محض تفضیلی مہوتے ہیں (اور تبرا نہیں کرتے صرف مولیٰ علی کو باقی خلفائے بر فضیلت دینے ہیں) ان سے بھی رشتہ زہریت قائم کرنا اصلاً ردا و صحیح نہیں۔ کہ تفضیل کا رخ، ارافضیت کی جانب ہے اور افضلیت کا منہ کفر کی طرف۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اگر اس حکم شرعی پر دنیا میں کار بند نہ رہیں تو دنیا میں بھی اس کا وبال چکھیں گے اور آخرت میں بھی اس واحد قہار کے عتاب کے مستحق اور سخت گرفتِ مولانا میں گرفتار ہوں گے۔ خبر شرط سنت۔

**نور ۳۳** شبِ عاشورہ اور یومِ عاشورہ (محرم کی دسویں) شبِ دردناک میں



حضرت سید الشہداء کا عرس۔ مشائخ کرام کے طور پر گونا گوا چاہیے۔ یعنی شب عاشورا عبادت، قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث و روایت و کلمہ طیبہ کی قرات میں شہداء کرام کی ارداح طیبہ کو ان کا ثواب نذر کرنے کی نیت سے گزاریں۔ اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی روح پر فتوح سے فیضان حاصل کریں۔ یعنی اپنے قلب کو میلاد اعلیٰ سے اتصال دے کر حضرت سید الشہداء کی روح مبارک سے مربوط کریں۔ بایں طور کہ آنکھ بند کیے یہ تصور کریں کہ میرا قلب میرے پیران عظام کے وسیلے سے سید الشہداء کی روح سے متصل ہے اور حضرت والا کی روح مبارک کا فیضان میرے دل میں پہنچ رہا ہے کہ اس کی برکت سے میرے باطن کا عروج بڑھ رہا ہے اور ترقی پا رہا ہے۔ تمام رات اسی تصور میں مستغرق رہیں۔ دُوب جائیں اور عاشورا کے دن جو کچھ بھی میسر آئے بہ نیت ثواب فقراء و مسکین کو کھلائیں۔ یہی طریقہ معمول رہا ہے حضرات صوفیائے کرام کا اور اس کی برکت سے تمام سال ان کا باطن ترقی پاتا رہتا ہے۔

اور ایسا ہرگز نہ کریں کہ یہ مبارک و بابرکت رات بدعات شنیعہ میں گزر جائے اور حضرت والا کے روحِ اقدس کی نقل کی درستی میں فضول خرچیوں میں چڑ کر صریح مخالف شرع امور کی تعمیل کرنے لگیں اور ثواب کی بجائے عذاب میں مبتلا رہیں اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی روح مبارک کو اپنی ناکرہی حرکتوں کے باعث بیزار کر دیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بدعتوں میں شغولیت اور ایسی نازیبا برائیوں مصروفیت سے خود حضرت امام کے جدا کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ناراض ہیں تو امام کی خوشنودی اور رضا مندی کے کیا معنی۔

یہ بابرکت ساری کی ساری رات، ذکر و عبادت کی بجائے لہو و لعب میں گزرا دینا شرعاً ممنوع۔ بلجے کا بجے بجانا۔ نوحہ کرنا۔ سینہ کوئی بال نوچنا اور چہرہ کو پیٹنا اور مصنوعی رونے کو رنگ حقیقت دینا۔ ظاہر ہے کہ کس قدر سب الہیاب جل مجدہ کے غضب و عقاب و عتاب کا موجب اور امام عالی جناب کی روحانی

بیزاری کا باعث ہو گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

**نور ۳۴**۔ البتہ خلافت اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ جن انسان کا یہ جائز و روا ہے اس لیے کہ دونوں مکلف ہیں فرشتہ کی امامت ان دونوں، یعنی جن و انسان کے حق میں فرض نمازوں میں جائز نہیں۔ اس لیے کہ فرشتہ مکلف نہیں۔ یعنی نماز اس پر فرض نہیں۔ نفل کا حکم رکھتی ہے اور جن و انسان پر فرض ہے اور فرض نماز کی بنا نفل نماز پر جائز نہیں۔

اور حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔ بایں معنی ہے کہ حضرت جبریل کو بارگاہ الہی سے اس خدمت پر مامور کیا گیا۔ اور ان دونوں دنوں کی نماز حضرت جبریل علیہ السلام پر بھی فرض کی گئی اور اس طرح فرض کی بنا فرض پر ہوئی۔

(وہذا احسن مما فی الطحاوی و رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم)

**نور ۳۵**۔ والدین کی فرمانبرداری، مباح و جائز امور میں واجب و لازم ہے اور غیر مشروع اخلاف شرع امور میں حرام و ممنوع۔ مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ شراب پی یا نماز مت پڑھ تو اس حکم میں اس کی اطاعت حلال نہیں۔ ہاں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سختی سے ان کے مقابلہ پر نہ آئے نہ انہیں کرخت جواب دے بلکہ ایسے چلے بہانوں سے کہ انہیں ناگوار نہ گزریں۔ اس نفل کے ارتکاب سے باز رہے۔ ہاں اگر باپ کہے کہ کل نفل روزہ مت رکھنا۔ تو اس حکم کی تعمیل کرے۔ اس لیے کہ روزہ نفل واجب نہیں، اور ایسے امور میں جو شرعاً واجب تعمیل نہیں، ماں باپ کے حکم کے باعث تاخیر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ و علیٰ ہذا القیاس۔

**نور ۳۶**۔ موذی جانوروں کو، اس سے پہلے کہ وہ کوئی ایذا پہنچائیں، مار ڈالیں جیسے شیر، بھیریا، بکچہ، سانپ، بچھو، کٹ کھناکتا۔ پسوا اور جوں وغیرہ جانور۔ اسی طرح تمام حیث جانوروں۔ مثلاً چوہا، کوا، چیل اور بندر جیسے



موزوں کو قتل کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ آدمی حرم و احرام میں ہو۔ ہاں جو جانور موزی نہ ہوں۔ انہیں خوراک یا دوا حاصل کرنے یا فروخت کرنے کے لیے مارا جائے۔ تو روا ہے ورنہ ناجائز۔ اسی طرح وہ شکار بھی حرام ہے جو آجکل بد وقت و تیر کمان یا مچھلی پکڑنے کے لیے کانٹوں سے کھینچا جاتا ہے کہ اس سے مقصود نہ غذا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ فروخت کرنا بلکہ شوقیہ محض تفریح طبع اور وقت گزاری کے لیے کھیلتے ہیں۔ ایسا شکار بالاتفاق حرام ہے۔ (خواہ روزانہ ہو یا گاہ بگاہ یہ تو ایک قسم کا کھیل ہے و لہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔)

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک دے ہیں کہ بازار سے خاص اپنی ضرورت کی، کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا، اپنی کسر نشان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہونا مصیبت جانیں۔ وہ گرم دوپہر گرم کو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا، اور گرم ہوا کے ہتھ پڑے کھانا گوارا کرتے اور دو دوپہر بلکہ دو دو دن شکار کھیلنے کے لیے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ حاشا وکلاء۔ بلکہ وہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام۔ (فتاویٰ رضویہ، مترجم)

یونہی کسی ایسے جانور کو مارنا جو نہ موزی ہے نہ خبیث، اور نہ اس کا کھانا مقصود ہے نہ دوا وغیرہ کسی ضرورت میں مطلوب، یہ بھی ممنوع ہے اور بے سود بھی کہ نہ کسی نفع کے لیے ہے اور نہ کسی ضرورت کے دفع کو ایسے جانور خدائی چراگاہ کے جانور کہلاتے ہیں۔ اور جس طرح دنیاوی بادشاہوں کی خاص چراگااہوں کے جانوروں کا شکار عوام الناس کے لیے ممنوع ہوتا ہے۔ یوں ہی خدائی چراگاہ کے ان جانوروں کا شکار ممنوع و ناجائز ہے۔ ہاں اگر ایسے جانور بھی نقصان پہنچائیں، مثلاً گینڈے کہ کھیتی باڑی کو تباہ و برباد کریں، تو پھر ان کے نقصان رسائی کا ازالہ ضروری ہے خواہ کسی طور پر انجام پائیں۔

۳۔ کسی ذی روح کی تصویر کھینچنا یا اس کے کھینچنے کا حکم دینا مطلقاً

حرام ہے۔ ہاں اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنا۔ چند صورتوں میں حرام ہے۔

(۱) کسی جاندار کی تصویر ہو اور ایسی کہ اس تصویر سے تمام اعضاء کی سلامتی کے سلامتی کے ساتھ اس کا مدار زندگی ہو۔ یعنی اس کے اعضاء میں کسی ایسے عضو کو کم نہ کیا گیا ہو کہ اس کے نہ ہونے سے اس کی زندگی متصور نہ ہو یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا وہ زندہ کو دیکھ رہا ہے مثلاً صرف چہرہ کی تصویر یا سینہ و کمر تک کی تصویر کہ ان کا رکھنا حرام نہیں۔ (یعنی جبکہ مقصود ان کا اعزاز و تکریم نہ ہو) اس لیے کہ اس سے زندگی متصور نہیں، برخلاف اس کے، اگر نہ انوکھ ہو تو بھی رکھنا جائز نہیں کہ حیات اس حالت میں متصور ہے اور شک نہیں کہ جاندار کی تصویر میں چہرہ ہی اصل ہے۔ اگر چہرہ نہیں تو اسے صورت حیوانی نہ کہا جائے گا۔ و لہذا صرف چہرے یا نصف سینہ تک کی تصاویر یقیناً معنی بہت میں ہیں۔ اور ان کا مکان میں باعزاز رکھنا نصب کرنا چوکھٹوں میں رکھ کر دیوار پر لگانا یا پردے یا دیوار یا کسی اونچی پٹنے والی چیز پر اس کا منقوش کرنا یا دیوار گیروں پر انسان یا حیوان کے چہرے لگانا یا پانی کے مل یا لٹھی کی بالائی شام پر کسی حیوان کا چہرہ بنانا، یا کسی ایسی بنی ہوئی چیز کو باعزاز رکھنا استعمال کرنا۔ سب ناجائز و حرام اور مانع و غل ملانکر رحمت ہے۔

(افادات رضویہ - مترجم)

(۲) تصویر اتنی چھوٹی نہ ہو کہ اگر زمین پر رکھ کر اور کھڑے ہو کر اسے دیکھا جائے تو اس کے اعضاء کی تمیز و تفصیل معلوم نہ ہو سکے دیوں ہی تصویر بربد ہو تو اس میں کراہت نہیں)

۳۱۔ تو زمین و امانت کے لیے نہ ڈالی گئی ہو۔ مثلاً وہ تصویر میں جو پائیداروں یا جوتے اتارنے کی جگہوں پر بنی ہوں۔ (ان میں کوئی مضائقہ نہیں) یونہی صورت ضرورت مستثنیٰ ہے۔ عدم توازن کی وجہ یہ تمام شرطیں یکساں جائیں تو اب ان تصویروں کا گھروں میں رکھنا بالاتفاق حرام ہے، خواہ وہ عکسی ہوں یا دستی۔ کاغذ وغیرہ پر ہوں یا دیوار پر نقش سب ناجائز صورتیں ہیں اور ان صورتوں میں ان کا



دکھنا ناجائز ہے برکتی کا باعث، فرشتوں کی ایذا اور ملائکہ رحمت کی عدم دخول کا موجب ہے۔

اور ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں کسی جاندار کی تصویر بشرائط معلومہ موجود ہو خواہ روبرو یا بالائے سر یا نمازی کے دائیں یا بائیں یا محل سجود (سجدہ گاہ) میں بہر صورت نماز مکروہ تحریمی ہے۔ برخلاف قبر کہ اس کا سامنے ہونا اگر نمازی و قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو نماز کو مکروہ تحریمی کر دیتا ہے (یاں اگر مزار کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں) اور قبر اگر دائیں یا بائیں ہو تو نہ نماز بلا کراہت درست و صحیح ہے۔

اور کتوں کا پالنا، اگر مکان وغیرہ کی حفاظت کی خاطر ہو جائز ہے۔ کوئی مضاف نہیں۔ ورنہ نقصان ثواب کا باعث بھی ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول کا مانع بھی۔ اور بہر صورت اگر مکان و زراعت کی حفاظت کی خاطر بھی ان کے پالنے میں کمال احتیاط ضروری ہے۔ انہیں کسی مقررہ جگہ پر باندھے رکھیں اور پورا گھر اُس کے تصرف میں نہ آنے دیں کہ ہر جگہ بلا روک ٹوک پھرتا رہے اور طہارت کی حفاظت بھی دشوار تر ہو جائے۔

**نور ۳۱** - انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس لیے کہ وہ بعد وفات بھی بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں اور زندہ ہوتا ہے وہ اپنے مکان رہائشی ہی میں رہتا ہے۔ اور وہ مذکورہ بالا کے علاوہ ان کی حقیقی جسمانی دنیاوی حیات پر اور بھی دلائل قائم ہیں، مثلاً اُن کا ترکہ اُن کے ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا۔ کہ میت کا مال متروکہ قابل تقسیم ہے نہ کہ زندہ کاریوں ہی ان کی وفات، تشریف کے بعد ان کی ازواج مطہرات کا نکاح ہمیشہ بخشش کے لیے باقی رہتا ہے۔ نیز اُن کے اجسام طیبہ زمین پر حرام ہیں۔ اور زمین جسم مُردہ کو کھالیتی ہے نہ کہ زندہ جسم کو۔ لہذا ان کی وفات کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اپنی زندگی میں کسی

دور دراز سفر پر جائے کہ اس سفر سے نہ اس کا نکاح نسخ ہوتا ہے اور نہ اس کا مال، قابل تقسیم، مختصر یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی موت آتی ہے۔ لیکن ایسی کہ فقط آتی ہے۔ تصدیقِ وعدہ الہیہ کے لیے ایک اُن کو اُن پر موت طاری ہوئی۔ پھر بدستور زندہ ہو گئے۔ اُن کا نقل مکانی ایسا ہی ہے جیسے مسافر کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا۔

**نور ۳۹** - ایک گاؤں بلکہ جس مکان میں میت کا انتقال ہوا، اُسی شہر یا گاؤں بلکہ اسی گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ نہ کہ انہیں مکانوں میں جہاں اُن کا انتقال ہوا کر یہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہے۔ یونہی عامۃ المسلمین کے قبرستان سے الگ تھک بھی اُن کی قبر نہ بنائیں کہ میت کے لیے مزید وحشت و غربت کا باعث ہے۔ بلکہ اسی جگہ اور اسی قبرستان میں دفن کریں جہاں اس ہستی کے عوام انسان مدفون ہیں۔ اور (بڑے شہروں میں) یہ فاصلہ دو ایک میل سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور اتنا فاصلہ آبادی سے مبرا مطلوب بھی ہے۔ ہاں اس سے زیادہ فاصلہ رکھنا اگرچہ وہ شہر کی بڑی اور زیادہ آبادی کے پیش نظر ہو ممنوع وغیرہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ اس میں خواہ مخواہ میں ایک ایسے حکم میں تاخیر ہوتی ہے جس میں شریعت کو تعجیل منظور ہے۔

یونہی نماز جنازہ کو اس لیے مؤخر کرنا کہ نماز جمعہ میں نمازیوں کی کثرت ہوگی، یہ بھی ممنوع و مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں۔ اگر شہر میں دو قبرستان ہوں۔ ایک مثلاً مشرق میں اور دوسرا مغرب میں۔ تو میت کو اسی سمت کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے جس سمت اس میت کی رہائش تھی۔ دیکھئے تاکہ خود حسن و اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء کو دامن اُحد میں دفن فرمایا۔ اور حالانکہ مدینہ طیبہ قریب ہی واقع تھا۔ وہاں اُن کے جنازے نہ لائے گئے۔

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موضع حبشی میں کہ مکہ معظمہ کے قریب ہے رحلت فرمائی تو اُن کی نعش مبارک کو بجیال فضیلت مکہ



لا کر دفن کیا گیا اور جب حضرت ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے مزار پر بہ نیت زیارت تشریف لائیں تو فرمایا کہ واللہ اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو لوگ تمہیں دفن نہ کرتے مگر اسی مقام میں جہاں تمہاری وفات ہوئی یعنی اسی مقام حبشی میں!

لہذا یہ جو اس زمانہ میں جاہلوں کا طریقہ ہے اور جسے ایران کے روافض کے دیکھا دیکھی اختیار کیا گیا ہے کہ کربلا سے معنی میں دفن کرنے یا کسی اور غرض کے تحت میت کو تابوت میں رکھ کر کسی مدت مقررہ تک کے لیے زمین کو سپرد کر دیتے ہیں اور وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ یہ رواج محض لغو ہے ہر وہ اور خلاف شریعت مطہرہ ہے۔ ابھی اوپر مذکور ہوا کہ دفن سے پیشتر مقام موت کے علاوہ کہیں اور سے جا کر دفن کرنے کے متعلق علمائے کرام نے کیا حکم دیا تو دفن کرنے کے بعد میت کو قبر سے نکال کر اسے کہیں اور منتقل کرنا کسی طرح جائز و مباح ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ بالاتفاق ممنوع و ناروا ہے۔ لہذا زمین کو سونپنا ایک لا حاصل حرکت اور روافض کی بدعت قبیحہ ہے۔

**نور ۳۴** بعض مواقع پر ضرورت شدیدہ کے پیش نظر شریعت مطہرہ نے بعد از دفن میت نعش کو قبر سے نکالنے کی اجازت بھی دی ہے۔ ازل جلد ایک ضرورت یہ ہے کہ میت غصب کردہ زمین میں دفن کر دیا گیا یا کسی نے بحق شفعہ اس قطعہ اراضی کو حاصل کر لیا اور اب اس پر ارضی نہیں کہ وہاں میت مدفون رہے، یا فرض کر لیں کہ کسی ظالم و ناخدا ترس نے ظلم و جبر سے میت کو قبر سے نکال پھینکا تو ایسی شدید ضرورتوں کے باعث نعش کو قبر سے نکال کر کسی اور جگہ دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ سخت ممنوع و ناجائز ہے۔

یونہی دفن کرنے والوں میں سے کسی شخص کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور دفن کے بعد یاد آیا تو قبر کھول کر نکال سکتے ہیں۔ قبر پھر علیٰ حالت بند کر دیں۔ اگرچہ قبر مکمل ہو چکی ہو یوں ہی اگر میت کو غلطی سے قبلہ سے منہ پھرا ہوا یا یا بین پہلو پر دفن کر دیا

گیا تو جب تک مٹی نہ دی گئی ہو تختے اٹھا کر بطریق مسنون میت کو قبر میں لٹا دیں۔ اور مٹی دینے کے بعد قبر کو کھودنا ممنوع ہے۔

(ایماناً عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثہ موجود نہ تھے تو ان ورثہ کو قبر کھود کر زیور نکال لینے کی اجازت ہے۔) (عالمگیری در مختار)

**نور ۳۵** قبر کی وصیت واجب التعمیل نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری قبر فلاں جگہ بنائی جائے تو بہتر یہی ہے کہ اس کی وصیت کے مطابق عمل کریں۔ بشرطیکہ اس میں کوئی چیز سدا راہ نہ ہو۔ پھر بھی اس کی وصیت کے خلاف کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس وصیت کی تعمیل ہی واجب نہ تھی کلاماً اس کے مطابق عمل کیا جاتا۔ اس لیے کہ وقت وصیت موت کی جگہ مبہم ہے۔ کسے معلوم کہ موت کہاں آئے گی اور قبر کہاں ہوگی۔ لہذا یہ وصیت واجب العمل نہیں۔

**نور ۳۶** سنت یہ ہے کہ قبر کا اندرونی حصہ جو جسم میت سے متصل ہوتا ہے اس کو پختہ نہ کیا جائے۔ اور قبر کو اونٹ کے گوبان کی مانند ڈھلوں کھسے قبر کی لمبائی میت کے قدر برابر ہو اور چوڑائی آدھے قدر کی اور بہتر یہ ہے کہ اگر لمبی بھی قدر برابر ہو اور نہ کم از کم نصف قدر کی اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو اور پچھلے حصہ میت کو پشت کے بل یعنی چپٹ نہ لٹائیں بلکہ دہنی طرف کر دے لٹائیں۔ اور اس کی پیچھے کے پیچھے مٹی کا پشتہ بنادیں تاکہ نہ صرف اس کا منہ بلکہ پوری کر دے قبلہ کی طرف رہے۔ یہ وہ سنت کریمہ ہے جو عام طور پر ان اطراف کے مسلمانوں میں متروک ہو چکی ہے۔ الا من شاء اللہ۔ عموماً صرف میت کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور باقی جسم چپٹ سونے کی حالت پر رکھتے ہیں۔ ایسا نہ ہونے دیں۔ افضل و مسنون قبر لحد ہے اگر قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت کے رکھنے کی جگہ کھودیں تاکہ قبر کی چپٹ بھی زمین پر رہے۔ حند و چنی نہیں جس کی چپٹ لکڑی کے تختوں یا پتھر وغیرہ کی ہوتی ہے۔ (اور جو



ہندوستان و پاکستان میں عموماً رائج ہے، قبر میں یعنی اس کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم سے قریب ہے ایک اینٹ لگانا مکروہ ہے اگر اینٹ آگ سے پختی ہے۔ اللہ تعالیٰ آگ کے اثر سے مسلمانوں کو بچائے (عالمگیری)  
 ہمارے مرشد گرامی کی یہی وصیت تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتہ کچھ مصلحت وقتی اور کچھ رواج کی پابندی کے باعث اس پر عمل نہ ہوا۔  
 اور مصنوعی قبر بنانا بھی حرام و ناجائز ہے اور اس کی زیارت کو جانا بھی ناجائز و حرام ہے۔

**نور ۳۳** میں نے بار بار دیکھا اور سنا کہ حضرت جدی و مرشدی قدس سرہ سرمدی اپنی زبان فیض ترجمان سے ماہ محرم الحرام میں تعزیر داری اور مرثیہ خوانی جیسی بدعات قبیحہ کے ارتکاب سے منع فرمایا کرتے تھے بلکہ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد گرامی یعنی حضور اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ دہلی میں استاد مکرم مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب کو میں نے دیکھا کہ ماہ محرم الحرام میں دس روز مسلسل حضرت حسین علی جد ہما الکرم و علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کی شہادت پر مشغول و غلط فرماتے ہیں اور دسویں محرم کو صبح سے وقت شہادت یعنی زوال آفتاب تک فضائل شہادت وغیرہ بیان فرما کر، لنگر تقسیم فرماتے ہیں۔

حضرت والا مرتبت نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ان کا یہ طریقہ بدعت خوب و مرغوب ہے لیکن اگر مجھے ان سے ملاقات ہوتا تو ان سے کہتا کہ خالص ماہ محرم الحرام ہی میں اس قدر اہتمام مناسب نہیں، ان ایام میں قدر قلیل پر ان گرامی حضرات کی فاتحہ دلائیں اور پھر دوسرے مہینے میں وعظ و نکر وغیرہ کا یہ اہتمام عمل میں لائیں۔ اس لیے کہ خاص ان ایام محرم میں اس قسم کی مجالس کا انعقاد، روافض کا شعار بن چکا ہے تو صورت اسی مہینے میں بڑھ چڑھ کر اہتمام کرنا گویا رافض کا دروازہ کھولنا ہے۔ سنی مسلمانوں کی آئندہ اولاد اپنے آباؤ اجداد کے یہ احوال سن کر گمان

کرے گی کہ وہ شیعہ ہی ہوں گے۔ البتہ فقیر اختیار کر لیا ہوگا۔ پھر ہندوستان میں دو فریق مسلمانوں کے مانے جاتے ہیں۔ ایک سنی و دوسرا شیعہ۔ ان میں سے کوئی بھی شہاد اور فضائل حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا منکر و مخالفت نہیں ہے تو ان اطراف میں اس قسم کے وعظ و ذکر کی چنداں حاجت بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر کہیں خارجیوں کا غلبہ و فتنہ ہو تو یہ ضروری ہے انا کہ ان پر رد و انکار ہو سکے مگر خارجی ان شہروں میں پائے نہیں جاتے، حضرت مرشد المرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات گرامی ختم ہوئے۔  
 اس کے بعد میرے شیخ گرامی حضرت عالی جناب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جس تاریخ سے یہ مصلحت آمیز مسئلہ اپنے مرشد برحق سے سنا۔ میں نے بھی اس ماہ اور خاص ان تواریخ میں ایسے امور کے اہتمام سے احتیاط برتی۔ اس لیے کہ اب تو یہ بدعتیں ماہ محرم میں اور بڑھ گئی ہیں۔

اس فقیر نے بھی یہ فائدہ اپنے متوسلین کی راہنمائی کے لیے لکھا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ نیز ہمارے خاندان میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت مرشد المرشد اچھے میاں قدس سرہما نے میسرہ جد احمد کے علاقائی بھائی جٹا میاں صاحب کا تعزیر جو انہوں نے خانقاہ فلک بارگاہ سے باہر رکھوا دیا اور باوجودیکہ کبھی آپ نے (فقرو درویشی وغیرہ) کسی بات کا دعویٰ نہ کیا تھا۔ اس روز شدت غضب میں اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا تھا کہ جٹا میاں! جس رافضی کی قبر چاہو کھود کر دیکھ لو۔ اگر وہاں انسان کی جگہ خنزیر نہ ہو تو فقیر کو فقیر مت کہنا۔

**نور ۳۴** مَنْ قَشِبَہُ بَقُوْرٍ ذَہُو مِنْہُمْ اس حدیث شریف کے مضمون پر مطلع ہو کر اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے کہ یہ فتنہ ہمارے اس نور میں برابر رواج پاتا جا رہا ہے۔ اس فتنہ سے دور و نفور رہنا اپنے اوپر ضروری جائیں۔ قشبت اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ یا تو وہ فعل فی نفسہ ہماری شریعت مطہرہ کے خلاف ہے یا پھر یہ شخص کفار و فساق و فجار کے ساتھ مشابہت کی نیت سے اسے عمل میں لا رہا ہے اگر ان دو صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو قشبت متحقق



نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی ایسا کام جو شریعت عزاد میں مباح و جائز ہے تشبیہ کی نیت ارادہ کے بغیر اس کے بجالانے میں اگرچہ مشابہت پائی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تشبیہ میں داخل نہیں۔ اسے یوں سمجھیں کہ شلوار زیر جامہ بننا ایرانیوں کا قدیم لباس ہے۔ اہل عرب کا لباس قدیمی نہیں بلکہ عرب میں اس کی بجائے نہ بننا استعمال کرتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے بھی شلوار پہننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے حق میں نعم المستر اچھی پوشش آیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص شلوار پہنے تو اگرچہ ایرانیوں سے مشابہت پائی گئی تب بھی مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس میں کسی حکم شریعت کی مخالفت نہ پائی گئی۔ و علی ہذا القیاس۔

ہاں وہ امر کہ خلاف شریعت ہو اور اس کے فعل سے وجود میں آئے یا نہ آئے اس سے ضرور بالضرور اجتناب کرنا چاہیے۔ مثلاً سر پہ بال ہوں تو بائیں جانب کان کے قریب ان میں مانگ نکالنا، نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ کوئی حکم شرعی نہیں بلکہ شریعت نے مانگ کی جگہ سر کے وسط میں مقرر فرمائی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص بائیں جانب کان کے قریب سر میں مانگ نکالے گا یقیناً تشبیہ میں داخل ہوگا۔ و علی ہذا القیاس۔

(استاذی و افتاء العلماء حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے ہی لباس کے بیان میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے یہ حدیث ایک اصل کلی ہے کہ لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بری ہے اور اہل تقویٰ و اصلاح کی مشابہت اچھی ہے۔ پھر اس تشبیہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبیہ کا ادنیٰ ثمرانہ کراہت ہے۔ مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے جھٹا کر رکھے کہ پہچانا جاسکے، اور غیر مسلم کا تشبیہ اس پر نہ ہو سکے۔ ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں سے تشبیہ کریں، اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبیہ

کریں۔ انتہی۔ فقیر مترجم کہتا ہے کہ اللہ اللہ کہاں یہ احکام شرعیہ اور کہاں ہم مسلمانوں کا عادت و اطوار اور لباس وغیرہ میں یہ روایت ہے۔ بہ بین تفاوت راہ است از کجا تا کجا

## تور ۲۵

اویا شے کے مزارات پر حاضری مسلمان مرد و عورت دونوں کے لیے نہ جائز موجب سعادت اور باعث برکت اسے۔ درمختار میں یہی قول اختیار کیا۔ لیکن اگر عورتوں کی جانب سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو انہیں روک دیں خصوصاً جوانوں کو اس لیے کہ فساد و فتنہ کی راہ روکنا، منفعت حاصل کرنے پر مقدم اور اہم ہے اسی لیے ردالمحتار میں فرمایا کہ عورتیں، عزیزوں کی قبروں پر چاہیں گی تو جزع فرع کریں گی۔ لہذا ممنوع ہے۔ اور صالحین کی قبر پر برکت کے لیے جائیں تو بوطحیوں کے حرج نہیں۔ اور جوانوں کے لیے ممنوع۔ اور فتادی رضویہ میں فرمایا کہ یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبروں کی زیارت میں تو وہی جزع فرع ہے اور صالحین کی قبر پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی۔ کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔ نیز فرمایا فتنہ دہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے۔ اور سخت حرج ہے وہ جس کا فساق سے عورت پرماندیشہ یہاں عورت کی صلاح (اگرچہ کیسی ہی صالحہ و پارسا ہو) کیا کام دے گی۔ سوال ۲۴: معاف ہو جائیں۔

## تور ۲۶

جواب: جب محذوبیت سے عقل تکلیفی راسخ ہو جائے۔ ورنہ نہیں۔ انسان کا دوا و رد وغیرہ کرنا تین طور پر ہے۔

## تور ۲۷

۱۔ فاسدہ قطعی و یقینی ہو۔ ۲۱ یا فنی ہو۔ ۳۱ یا فنی ہو۔ اول کا ترک کرنے والا گناہ گار ہے۔ دوم کا ترک نہ باعث گناہ ہے نہ موجب ثواب، اور صورت اخیر کا ترک کرنے والا۔ محقق ثواب ہے۔ اول سے مراد



کھانا پینا ہے کہ صحت اور بقائے زندگی کے لیے یقیناً مفید ہے۔ آدمی اگر یک لخت چھوڑ دے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو یہ گناہگار ہوگا کہ فعل حرام کا مرتکب ہوا اور دوم سے مراد ہے، دواؤں کے ذریعہ علاج معالجہ کہ ان سے فائدہ حکم رکھتا ہے۔ لہذا اگر دفع مرض کے لیے علاج نہ کیا اور اسی مرض میں فوت ہو گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس سلسلہ میں اس سے باز پرس نہ ہوگی۔ اور اگر علاج کیا۔ دوائی یہ بھی جائز ہے۔ البتہ اس صورت میں کوئی ثواب نہ پائے گا۔

اس لیے کہ یہ مباح ہے۔ نہ اس پر ثواب اور نہ ترک پر گناہ و عتاب۔ ہاں اگر نیت یہ ہو کہ اس میں سنت نبوی کا اتباع بھی ہے اور حکم نبوت کا امتثال و تعمیل بھی۔ تو اپنی اس نیت صالطہ پر انشاء اللہ تعالیٰ ثواب بھی پائے گا جیسا کہ تمام مباح امور کا حکم ہے کہ ہر امر مباح نیت محمودہ سے محمود۔ اور نیت مذمومہ سے مذموم ہو جاتا ہے۔ جبکہ فی نفسہ نہ وہ محمود و قابل ثواب ہے نہ مذموم و لائق عتاب اور تعمیری صورت کہ فائدہ کا صرف وہم و گمان ہے اس سے مراد ہے جھڑ پھونکا اور تعویذ گزروں سے علاج کہ اس کا فائدہ وہم کا حکم رکھتا ہے اور اس کا ترک خلاف توکل اور اسے عقیم کرنے والا ہے۔ اور اس کا ترک توکل پر ثابت قدمی کی دلیل ہے۔ اسی لیے اس کا ترک کرنے والا انشاء اللہ تعالیٰ مستحق ثواب ہے۔

اس باب میں سبقت حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی کہ جب آپ نے اس سلسلہ میں حدیث نبوی، زبان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منجی تو کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ آج سے اس کا ترک میں خود پر لازم کرتا ہوں۔ ان کے بعد اور صحابہ نے بھی یہی کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عکاشہ سبقت لے گئے رضی اللہ عنہ۔ یہ سعادت اہل ان کے نصیب میں تھی۔ اس لیے اوروں پر سبقت لے گئے۔ اور جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔

**نوٹ** یاد رکھنا چاہیے کہ تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک

مکروہ (زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے) اور اس کی ضد ہے عتاق (یعنی غلاموں کا آزاد کرنا) مرد حتی الامکان اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ ہاں مجبور ہو جائے تو دے سکتا ہے (علماء فرماتے ہیں کہ حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی، اور اسے خوش کر کے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہیے اور اصلاح ناممکن ہو تو وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے (فتاویٰ رضویہ) اور زوجین میں افتراق یعنی زن و شو میں جدائی کی متعدد صورتیں ہیں۔

- ۱۔ طلاق اور اس کے ہم معنی وہم و تہمت دوسرے امور۔
- ۲۔ کسی ایک کی موت۔
- ۳۔ دین اسلام کو چھوڑ دینا جسے ازنداد کہتے ہیں خواہ کسی جانب سے ہو۔ مرد مرد ہو جائے خواہ عورت۔ ان تینوں صورتوں میں سے دو صورتیں یعنی طلاق دینا یا معاذ اللہ مرتد ہو جانا، امور اختیار یہ سے ہیں کہ آدمی کمرے خواہ نہ کرے۔ البتہ موت سبب اضطراری ہے۔

موت عورت کی واقع ہو تو مرد اس کے حق میں محض اجنبی ہو جاتا ہے۔ البتہ اسے دیکھ سکتا ہے۔ بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اسی لیے اسے اپنی مردہ بیوی کو غسل دینا جائز نہیں۔ ہاں مرد کی موت سے نکاح کے کچھ تعلقات عورت کے حق میں باقی رہتے ہیں۔ مثلاً جب تک عدت گزر نہ جائے وہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔

بر صغیر پاک و ہند میں شامت، اعمال اور عورتوں مردوں میں جہالت کے فروغ نے ٹوٹے اور جادو ٹوٹنے کو جو زوجین میں جدائی کا موجب ہے۔ بہت رواج دیا ہے۔ لوگ اپنی ناپاک دنیاوی اغراض کا شکار ہو کر معاذ اللہ مشرک و کفر اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح محبت و تسکین کے اعمال میں لوگ حرام طلاق کا فرق نہیں کرتے۔ اور عورتوں کا تو یہ خاصہ ہے کہ اپنے شوہروں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے کوئی جیلہ ہاتھ آجائے تو (حرام حلال) جائز و ناجائز میں امتیاز اور انجام پر



غور غور کیے بغیر انکھ میچ کر اس پر کار بند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کی بھی پابندی نہیں کرتیں کہ فلاں علوی علوم کا عامل ہے۔ فلاں سفلی علم رکھتا ہے اور فلاں جادوگر ہے اپنی دھن میں سب بھول جاتی ہیں اسی طرح جاہل مرد و عورت اپنے بیٹوں فرزندوں کی صحت یابی اور عمر میں درازی اور ایسے ہی دوسری اغراض کے لیے جادوگروں اور شیطانوں تک کے پاس جاتے ہیں ذرا نہیں جھجکتے اور کہتے یہ ہیں کہ ہم خود تو نہیں کرتے دوسرے کرتے ہیں ہمارا اس میں کیا گناہ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ کفر پر راضی ہونے والا بھی انہیں کافروں میں شمار ہوتا ہے۔

یہ فائدہ ایسے ہی ناواقفوں کی تنبیہ کے لیے لکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس سے پوری طرح آگاہ رہیں۔ اس سے دور بھاگیں کہ اس دور میں اس کی ایسی کثرت ہے کہ جاہلوں میں سے شاید کوئی ایک احتیاط برتا ہو۔ بہت سے تو ان امور شرکیہ میں مبتلا ہو کر کفر میں جا پڑتے ہیں اور اپنا نکاح بھی فاسد و باطل کر لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان سے جو اولاد ہوگی وہ ولد اطرام ہوگی۔ پھر ناحق باپ کا ترکہ پائے گی حالانکہ ولد ان بنیاد اولاد شرعاً ترکہ پدری سے محروم رکھی گئی ہے۔ انہی میں بد اعمالوں کی شامت سے بچاتے رکھو۔

واضح رہے کہ اپنے شوہر کو اپنے قابو اور اپنی مٹھی میں رکھنے کی خاطر مباح امور سے بھی مدد لینا عورت پر حرام ہے۔ چچا جیکہ حرام اور کفری امور سے مدد لینا۔ والہ اعلا ذی الجلال والہکرام ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مالک الملک یا مالک الملوک جیسے الفاظ کہنا ممنوع ہے۔

## چھٹا لمعہ (تالیش ۶)

### اخلاق و نصائح کے بیان میں

**نور ۱** - اپنے راز کی بات کسی سے مت کہو۔ مشہور ہے کہ اَسْتِیْرَ اِذَا جَاوَزَ الرَّحْمَتِیْنِ فَشَا۔ راز جب دوسرے تک تجاوز کرتا ہے تو فاش ہو جاتا ہے۔

**نور ۲** - کسی عالم دین کا فعل مت دیکھو کہ کیا کرتا ہے۔ قول سنو کہ کیا کہتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا فعل اس کی ذات تک محدود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ خلاف سنت ہو اور اس کا قول دوسروں کے لیے ہے۔ اور ان کی دیانتداری سے یہ بات متوقع نہیں کہ خلاف سنت بیان کریں۔ لہذا ان کا عمل اگر برخلاف سنت ہے تو اس پر عمل نہ کریں۔ موافق سنت پائیں تو اس پر عمل پیرا ہوں۔ اور اگرچہ قول کا حکم بھی یہی ہے۔ مگر قول خلاف شرع نہیں ہوتا کہ وہ اوروں کے لیے ہے (ہاں واعظ اگر جاہل ہو تو اسے داعظ کہنا ہی حرام ہے اور عوام کو اس کا سنتا بھی ناجائز و گناہ ہے)۔

**نور ۳** - بزرگوں کی خور و خصلت اختیار کرنے کے درپے مت ہو کہ ان کی عادتیں اور خصلتیں انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ البتہ ان کی عبادتوں اور طرق بندگی کو اختیار کرو کہ یہ عبادتیں ان میں، ان میں سب میں مشرک ہیں۔



(اور سب ان کی بجا آوری کی مانند) اسی لیے کہتے ہیں کہ بے دلیل کسی کی عادت کی پیروی کرنا گمراہی کی باعث ہے۔ اور اس کی تحقیق و تفتیش کمزور ہدایت کی موجب یعنی کسی کی عادت دریافت کرنا اور اس کی حقیقت تک پہنچنا عین ہدایت و ایمان ہے اور محض تقلید یعنی اس کی ماہیت و کیفیت کی حقیقت جانے بغیر گمراہی و گمراہی ہے جبکہ تقلید عبادت کہ مشترک ہے۔ ترقی درجات کی موجب ہے حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اور اس پر عمل اس مقام کے مناسب ہے جیسا کہ معلوم و مشہور اور قرآن کریم کی سورہ کہف میں مذکور ہے۔

**نور ۴** برائیوں اور فتنہ و فحش میں مبتلا رہنے والوں کو نصیحت کرتے رہو۔ کیس عجیب کردہ اپنی نافرمانیوں سے باز آ کر توبہ کر لیں۔ البتہ ان کی برائیاں جب تک متعدی نہ ہوں (دوسروں سے بیان نہ کرو۔ تاکر وہ شوخ چٹخی اور بیخیاں نہ اختیار کریں۔ بلکہ تم سے راضی و خوشنود رہتے ہوئے تمہاری نصیحت پر عمل پیرا رہیں اپنے زیر دستوں پر تم رحم کرو تاکر جو تم پر زبردست ہیں وہ تم پر رحم کھائیں۔

**نور ۵** کبھی کسی کو گالی نہ دو کہ جواب میں خود بھی گالی کھاؤ۔ گالی گونج دنیا میں تباہی ہے اور آخرت میں گناہ۔ گالیاں بگٹے والے دنیا میں کون سی بے عزتی ہے جو نہیں جھگڑتے اور اپنی بد زبانی کے باعث کون سے کڑے گھونٹ میں جو نہیں لگتے۔ پھر اس بد گوئی کا نقصان اسی دنیا تک محدود نہیں۔ آخرت میں بڑا تلخ اور بہت دشوار ہے۔

**نور ۶** جو جانور تم نے پال رکھے ہیں۔ ہاتھی سے کہو ترا در گھوڑے سے کہئے۔ اس کا سب کی خبر گیری رکھو۔ اس میں دانہ پانی دینا اپنا فرض جانو کہ بے زبان و سہ بار و مددگار ہیں۔ اور تیری قید میں۔ اور تیرا اور ان کا مالک۔ کوئی ان سے اس وقت سے ڈر کر تو ان سے غفلت میں پڑا رہے۔ اور اس کی سزا پائے۔ احادیث شریف میں اس کی تاکید پر تاکید آئی ہے۔

**نور ۷** جو شخص کھڑے ہو کر پاجامہ پہنے اور بیٹھ کر عمامہ باندھے وہ ایسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوگا جس کا کوئی علاج نہیں۔

**نور ۸** ایمان کے علاوہ ضرورت سے زیادہ مسجد میں نہ رہیں۔ اس لیے کہ مسجد میں زیادہ رہنے سے آداب مسجد ملحوظ نہیں رہتے۔ مسجد نماز پڑھنے کے لیے ہے نہ کہ گھر بنانے کے لیے۔ بلکہ نماز میں بھی افضل یہ ہے کہ فرض نماز کے علاوہ باقی سنن و نوافل اپنے گھروں پر پڑھیں کہ برکت رہے اور معصیت کے لیے بھی حکم و جوی ہے کہ آداب مسجد کی نگاہ داشت کرے (اس سے غفلت نہ ہوتے)

**نور ۹** ہمیشہ یا ادب رہو بے ادب مت بنو خصوصاً اولیاء و اہلبیاء و ائقیاء (ایک غریب سیرت اور اللہ کے برگزیدہ بندوں) نیز علماء و فضلاء و فقرائے ادب کی نگہداشت و رعایت میں ہمیشہ کوشاں رہو حضرت مولائے رومی فرماتے ہیں :-

از خدا جو تحیم توفیق ادب ہے ادب محروم گشت از فضل رب  
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمد آفتاب زد  
و ہم خدا سے تعالیٰ سے ادب اور عمدہ روش کی توفیق چاہتے ہیں کہ بے ادب و بد روش نفس الہی سے محروم رہتا ہے۔ پھر بے ادب صرف اپنے آپ ہی کو ہراتی و کجروی میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ کجروی بے ادبی کی آگ سے دنیا میں لگا دیتا ہے جو باعث محرومی ہے

اور اولیاء اللہ کی وجہ ہمزوں، تیران کا اور ان کے تصرفات کا انکار نہ کرو کہ خائنہ بد کا اندیشہ ہے۔ خدا پناہ میں رکھے۔

**نور ۱۰** ملاقات و ہم نشینی اور محبت و دوستی خواہ کسی کے ساتھ عوامان اس میں منافقانہ روش اختیار نہ کرو۔ نیکانہ اٹھانا چاہتا ہے کھلی دشمنی کہیں بہتر ہے۔



کسی کاراز معلوم کرنے کے واسطے نہ ہو اور نہ کسی کی بات پر خفیہ  
**نور ۱۲**۔ کان لگاؤ۔ یعنی کسی کی بات، پوشیدہ رہ کر اور چھپ کر ہرگز نہ سنو  
 کہ یہ حرام ہے اور سخت ممنوع۔ یونہی کسی کے عقی اور بند خط دیکھنے اور پڑھنے کی  
 سخت ممانعت آئی ہے اور اسے شرعاً و اخلاقاً بدترین اور بڑی عادتوں میں شمار  
 کیا جاتا ہے۔

جہاں تک بن پڑے اپنے بدخواہ سے انتقام مت لو۔ صبر جمیل اختیار  
**نور ۱۳**۔ کرو کہ اگر جلیل اور ثواب عظیم پاؤ گے اور اگر کوئی شخص تمہاری دشمنی  
 میں نہ مے آئی جائے اور تمہارا حق جبراً تم سے لینا چاہیے تو ہماری پہلی کوشش یہی  
 ہوتی چلیے کہ اپنی عاجزی دے کسی کا اظہار اس کی منت و خوشامد کرو۔ اپنا سر اس  
 کے قدموں پر رکھ دو اور اپنی ٹوپی اس کے پیروں پر ڈال دو تاکہ تمہاری اس عاجزی  
 و انکساری پر تمہارا خدا تم سے راضی ہو جائے اور تمہاری حمایت و طرفداری فرمائے  
 اگر وہ دشمن اس پر راضی ہو جائے۔ تمہارا حق نہیں واپس کر دے اور تمہاری حالت  
 پر ترس کھائے تو اس سے کیا بہتر ہے۔ تم نے اپنا حق پایا اور اسے باطل سے چھٹکا  
 ملا۔ اور اس سے کام نہ چلے تو اب مجبوری اس کی زیادتی و زبردستی کے دفعیہ کی تدبیر  
 کرو۔ لیکن نہ ایسی کہ ستم کے جواب میں خود ظلم و ستم میں مبتلا ہو جاؤ (اور اسے ناحق  
 ستاؤ۔)

اپنے قربت داروں سے صلہ رحمی نہ چھوڑو اور ان کے دشمن و  
**نور ۱۴**۔ بدخواہ نہ ہو اگرچہ وہ تمہیں تنائیں اور تمہیں اپنے ظلم کا نشانہ بنائیں  
 مثل مشورہ ہے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا

اگر مردی، احسن الی من استاء

(برائی کا بدلہ برائی سے دینا تو بڑا آسان ہے لیکن جو انفرادی یہ ہے کہ جو تم سے  
 برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ)

ہاں جب یہ دیکھو کہ ترک تعلق کے علاوہ کوئی اور تدبیر کارگر نہیں۔ تو اب  
 قطع تعلق کر سکتے لیکن بہ طریق احسن کہ اس آیت کریمہ کے مصداق بن جاؤ۔  
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ وَاعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَجْزِلُ ط  
 (اور ان کی باتوں پر صبر فرماؤ۔ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو)  
 اس وصیت کو تاکید ہی جائیں۔ اس لیے کہ قطع رحمی کرنے والوں کے لیے بڑی  
 وعیدیں وارد ہوتی ہیں۔ انہی ہمیں اس قطع رحمی سے محفوظ رکھ۔

جو تم سے چھوٹے ہیں ان کے ساتھ اس قول کے مطابق سلوک  
**نور ۱۵**۔ کرو کہ اگر خود اس خطا و الزام کا عطا (چھوٹے قصور کرتے ہیں  
 اور ان کے بڑے معافی و بخشش) اور جو تم سے بڑے ہیں (خود علم و فضل میں خواہ  
 عمر میں) ان سے اس مصرع کے موافق پیش آؤ کہ  
 خطائے بزرگان گر فتن خطا ست

(بڑوں کی کسی کوتاہی پر ان کی گرفت کرنا، خود اپنی جگہ بڑی کوتاہی و کم فہمی  
 اور باعث محرومی ہے)

تمہارے بڑے تمہیں کوئی نصیحت کریں تو اس سے رنجیدہ نہ ہو۔  
**نور ۱۶**۔ اور چھوٹوں کی تادیب و تنبیہ سے غافل نہ ہو کہ دونوں روشیں  
 فائدوں سے خالی نہیں۔

مسلمان بھائی کی تعریف اس کے منہ پر منت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا  
**نور ۱۷**۔ نفس سرکش ہو جائے اور خود ستائی و خود نمائی اور خود پسندی اس  
 کے دل میں بس جائے۔ ایسی تعریف کی احادیث میں بھی ممانعت آئی ہے۔

اپنے چڑوسی سے نیک برتاؤ اور اچھا سلوک کرو کہ وہ تمہارا گرویدہ  
**نور ۱۸**۔ ہو اور تمہارا خدا تم سے راضی ہو چڑوسیوں کے حقوق کی جہاں  
 نیک تم سے ہو سکے نگہداشت کرو۔ مثلاً وہ تمہاری دیوار میں معمولی تصرف کا خواہاں  
 ہے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ البتہ وہ اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔



تو اسے بخوشی اجازت دے دو اور یہ طیب خاطر اسے گوارا کرو۔ اسی طرح اور دوسرے امور (جن میں تمہارا نقصان نہیں اور اسے آرام پہنچتا ہے)

**نور ۱۹** محض عورتوں کی رائے پر کاربند ہو کر کوئی کام نہ کرو کہ وہ ناقص العقل ہیں۔ اہل الرائے اور قابل مشاورت نہیں۔ یونہی عورتوں کے ہاتھ میں زہم حکومت مت دو یعنی انہیں اپنا دانی و پیشہ نہ بناؤ کہ شرعاً سخت ممنوع ہے۔ اور بموجب احادیث ایسی قوم فلاح سے عاری (

**نور ۲۰** غصہ آجائے تو اپنے اوپر قابو رکھو کہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے۔ ورنہ ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔ ہاں شیطانی غصہ وہ ہے جو نفس و شیطان کے بھڑکانے سے آئے اور خلاف شرع امور پر اکساتے اور غضب رحمان یعنی خدا و رسول کے لیے کسی بات پر غصہ یہ ہے کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو۔ مثلاً دین کی حمایت میں کافروں سے جہاد اور مظلوم کا ظالم سے انتقام غضب رحمانی محمود و پسندیدہ ہے اور غصہ شیطانی مردود و ناپسندیدہ۔

**نور ۲۱** ہر حال میں خدا سے ڈرنے رہو۔ اور احکام خداوندی سے موافقت کرو۔ تاکہ ساری مخلوق تم سے خوف زدہ رہے اور تمہاری اطاعت کرے۔

**نور ۲۲** کسی کا عیب دیکھنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا اگر حلیل کا موجب ہے۔ اور مقبولان رب جمیل کی عادت اگر اسے نصیحت کرنا ہے تو برملا لوگوں کی موجودگی میں نہ کرو بلکہ خلوت و تنہائی میں اسے سمجھاؤ جیسا کہ بزرگان دین کی روش ہے کہ اس صورت میں اس کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے اور بندہ پر خانی عز و جل کی ستاری پردہ پوشی کا پرتو پڑتا ہے اور اس سے مراتب قرب میں ترقی ہوتی ہے۔

**نور ۲۳** سوال: خالص دوست کون ہے؟ جواب: خالص دوست وہ ہے جو جمع میں تمہاری کوتاہی پر اچھٹم پوشی اور موافقت مضبوط اختیار کرے اور تنہائی میں تمہارا عیب تمہیں بتائے اور نصیحت کرے اس لیے کہ عام مجلس میں ہندو نصیحت نہیں دیتی و ازدگی لاتی ہے اور تمہارا دشمن وہ شخص ہے کہ اگر تمہاری برائی دیکھے تو اس کا چرچا کرے اور بھلائی دیکھے تو دشمن کر دے ہٹھی میں ملا دے۔

## ساتواں لمعہ (تالش)

### مشرق فائدوں کے بیان میں

**نور ۱** ہر ماہ کی پہلی شب کا چاند دیکھیں تو ایک ہزار بار کلمہ طیب پڑھ کر اکتائیں مرتبہ الحمد شریف اس طرح پڑھیں کہ ہر بار بسم اللہ الرحمن الرحیم کا آخری میم الحمد کے لام سے ملائیں یعنی الرحمن الحمد للہ الی آخرہ اس عمل میں بڑا مزا پوشیدہ ہے اور میں نے اپنے مرشد گرامی سے سنا کہ حضرت مرشد المرشد اس باب میں سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اور اگر چاند رات بھونے میں شک ہو یا آسمان پر گرد و غبار اور بادل چھائے ہوں تو ایسی صورت میں یہ عمل اس جیتے میں دو مرتبہ یعنی دو رات کریں۔ ایک دوسری بھی مشتبہ رات اور اس کے بعد والی اس عمل کی برکت سے وہ مہینہ پڑھنے والے کے لیے خیر و برکت کا مہینہ ہوگا۔ اس ماہ کے شر سے وہ محفوظ رہے گا اور روزی میں بھی برکت ہوگی۔ اسے ناغہ نہ کریں۔

**نور ۲** فرض نماز سے فارغ ہو کر اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر رکھے اور یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اللّٰهُمَّ اِذَا هَبْ عَنِّی الْکَلْبَ وَالْحَمَزَ ط (اللہ کے نام کی برکت سے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمن و رحیم ہے۔ اے اللہ تو مجھ سے غم و رنج کو دور کر دے)



اہم علم و پریشانی سے بچے ایہ دعا کہ حدیث شریف میں وارد ہے حضرت مرشد حق کی سنت بھی ہے کہ حضرت کی دائمی عادت رہی اور بھی اسے ناخند نہ ہونے دیا۔ اور وصال کے وقت فقیر کو تعلیم فرمائی۔

**نور ۳** - صرف اس لیے نہ کی مجھے ان الفاظ کے معانی کا علم نہ تھا۔ لیکن دوسری بڑی اور علوی دعاؤں مثلاً حزریائی، چہل اسماء، حیدری، منزل اور بات العظمت وغیرہ میں کامل مشغولیت اور کمال انہماک کے نتیجے میں اس فقیر کو اس آتشی قوم جن پر حکومت بالادستی حاصل ہوئی اور خلل اسباب و مخر اور رجعت و نظر کے دفعیہ اور دیگر امراض کے ازالہ کے لیے عاملوں کی روش کے مطابق برہمابری میں اس میں مصروف رہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر قسم کے رشتہ و فتنہ کو میں نے دفع کیا اور تقریباً بارہ سال اسی عالم مشغولیت میں بسر کیے لیکن پھر آہستہ آہستہ میں نے اس میں مصروفیت سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔ اس لیے وقت کی بربادی کے علاوہ کوئی خاص دینی فائدہ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ جبکہ اصل مقصود ریاضت ہی ہے۔ مجھے اس سارے قضیہ کو تحریر میں لانے اور ایک عمدہ مستقل فائدہ کی صورت میں لکھنے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ لیکن اس سے میرا مقصود ایک نصیحت گوش گزار کرنا ہے، اُسے گوش جان، کامل التفات سے سنیں اور ہمیشہ اس کا خیال رکھیں۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ یہ کام (تسبیح و تہجد، بڑا پرخطر ہے) قدم قدم پر خطر سے موجود ہیں اس لیے کہ قوت بازو سے مقابلہ کی بھی اس میں نوبت آجاتی ہے۔ اور مضمون **فَضْلًا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ** کہ ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی اور سارے عالم خلق میں بھی جاری و ساری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے سے واسطہ و سابقہ پر محال ہے جو ہم پر غلبہ و فوقیت رکھتا ہے۔ اس وقت ہمیں نقصان عظیم برداشت کرنا ہوگا (جس کی تلافی ممکن نہ ہوگی) پھر تجربہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ اس میں مشغول رہنے والے لوگوں یعنی عزیمت جتنی کے عاملوں

کا انجام کار خراب ہوتا ہے۔ بلکہ معاذ اللہ سلب ایمان اور سورۃ خاتمہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت سے ابلیس لعین باری تعالیٰ کی بارگاہ سے رائیہ و مردود کیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر اس گھڑی تک کوئی بھی جن اس مرتبہ کمال قرب کو حاصل نہ کر سکا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ رسائی اس حد تک ہے کہ طاعت و عبادت کی کثرت سے اس میں جن اصالیہ میں شمول ہوتے ہیں۔ برخلاف بنی آدم کہ انہیں مرتبہ ولایت خاص یعنی قرب ربانی بدرجہ کمال حاصل ہو جاتا ہے اور اس اعتبار سے جن کا مقام حضرت انسان سے فروتر ہے۔ اس مقام رفیع کے حصول میں جن انسان کی بربادی بھی نہیں کر سکتا۔ اُس پر غالب آجانا تو دور کنار۔ ہاں کچھ اور مراتب مثلاً تخلی صفاتی و اسمائی کے مرتبہ کا حصول کہ عرفاً اس فرقہ کو اکملان اعمال کہتے ہیں۔ ایسے کہ ان میں جن کا مقام انسان کے مقام و مرتبہ سے فروتر نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جن انسان پر فوقیت برتری حاصل کر لے۔ لہذا عامل محض کہ ولایت خاصہ کہ چاشنی سے باخبر نہیں۔ اُس پر اس فرقہ جن کا غالب آجانا عین ممکن ہے۔ اس لیے کہ عمل قوت کی راہ اس پر بڑی کشادہ ہے۔ اور یہ مان بھی لیا جائے کہ جن کسی قوت میں خواہ وہ دلالت ہو یا عمل انسان پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا ہے تاہم اس کا اندیشہ ہے کہ ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں اور اعمال و اشغال کی یہ فضیلت موروثی نہیں۔ کہ عامل کی اولاد بھی عامل ہو تو اس عامل کی موت کے بعد وہ اس کی اولاد کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور دوسرے قربت و اوروں اور عزیزوں کو بھی حیرانی و پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ ایسے اعمال و اشغال کو عاملوں کی شرائط کے بموجب یک لحظہ ترک کر دیں اور ایسی ضرورت ہی پیش آجائے تو تیر کا حصول برکت کے لیے اسمائے الہی سے کچھ لکھ کر استگاروں کو دے دیں کہ موثر حقیقی رب قدر ہے۔ وہی اس میں اثر دے گا۔

ایک اور قاعدہ کہ خاص اس فقیر کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس سے مطلوب مقصود



بھی بخوبی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کسی خطرہ سے دوچار نہیں ہوتا، یہ ہے کہ جب کوئی حاجت مند اسی ضرورت کے ماتحت عامل کے پاس آئے تو عامل کو چاہیے کہ پہلے اس ایذا رسانی کا سبب معلوم کرے۔ کہ دشمنی و کدورت ہے یا عشق و محبت۔ اس لیے اس قوم کا نئی آدم سے عشق بھی انسان کو نقصان پہنچاتا ہے کہ یہ قوم ہے آتش۔ اور کسی انسان سے محبت کے باعث ان کا جسم انسانی میں حلول کر جانا جبکہ اس شخص کی ترکیب جسمانی اعتدال ہے، اسے اس سابقہ اعتدال سے متغیر و تبدیل کر دیتی ہے اور یہی چیز اذیت کا باعث بن جاتی ہے۔ اب اگر اذیت و تکلیف کی وجہ تقاضا سے محبت ہے تو ایسے اعمال و اشتغال پر کار بند ہونا چاہیے۔ جن کے نتیجہ میں ان دونوں کے مابین محبت، پڑاؤ، مروت ہو جائے تاکہ وہ جن اس سے نفرت کرنے لگے اور پھر صلہ کی اختیار کرے۔

اور اگر اس ایذا رسانی کا سبب ان کی غضبناکی اور دشمنی ہے اور اس دشمنی کے باعث کوئی ایسی کوتاہی و خطا ہے جو اس جن کے گمان میں اس شخص سے سرزد ہوئی تو اس وقت ایسا عمل کرے جس کے نتیجہ میں موافقت اور میلان طبعیت پیدا ہو اور اس جن کی قوت غضبناکی اور دشمنی کا شعلہ سرد پڑ جائے اور اس سے پیچھا چھوٹے اور اگر اس اذیت کا باعث کسی ساحر کی جادوگری کا کرشمہ ہے تو اس وقت عرفا اور شریک جہاں تک ممکن ہو اس جادوگر سے ساز باز کر کے اس زخم کا اندمال اور اس کے جادو کا اثر زائل کرے۔ یا پھر اس جادوگر کی قوت سحر سلب کر لے۔ مختصر یہ کہ ایسی تدابیر عمل میں لائے کہ اس سے نجات حاصل ہو۔ سانپ مرنے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا پھر اس بلا سے مسئلہ کو انہماک و تنہیم کے ذریعہ جس میں باہمی انسیت اور پاسداری کا پہلو غالب رہے۔ مثال دے۔ اور کھول خوشبو شیرینی وغیرہ بطور ہدیہ اسے دے کہ اس بے چارہ کو چھٹکارا دلانے اور اس جن سے عہد و پیمان لے کر بطور مصالحت مرہون کو حاصل نجات تک پہنچائے۔

پھر یہ شاہد ہے کہ ان تدابیر کو روکا جانے سے بھی اس کی اذیتوں سے

ربانی مل جاتی ہے اور کوئی آزار و نقصان بھی نہیں پہنچتا۔ ہاں کسی کو نظر بد لگی ہو یا کوئی اور بیماری ہو تو اس کے علاج و ازالہ میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں کہ یہ ذوی العقول سے نہیں ہیں جیسے بھی ممکن جانے ان کا ازالہ کرے۔

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ ختم قرآن میں چالیس دن سے زیادہ نہ لگائے اور تین دن سے کم میں ختم نہ کرے۔ اس کے علاوہ اسے اختیار ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ختم کرے یا پورے مہینہ میں ہفتہ میں ختم کرنا ہو تو فقیہ بشوق کی منزلیں مشہور ہیں اور تین روز میں ختم کرنا مقصود ہو تو منازلِ فیل کا اعتبار مناسب ہے۔ قاعدہ فقیہ بشوق کی سات منزلیں یہ ہیں۔

- ۱۔ سورہ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک (م) ۲۔ سورہ مائدہ سے سورہ یونس تک (م ی)
- ۳۔ سورہ یونس سے سورہ بنی اسرائیل تک (ی ب) ۴۔ بنی اسرائیل سے شعرا تک (ب ش)
- ۵۔ سورہ شعرا سے الصافات تک (ش و) ۶۔ الصافات سے سورہ ق تک (و ق)
- اور ۷۔ سورہ ق سے آخر قرآن تک (ق)

اور تین روزہ ختم قرآن کی منازل مستی بہ فیل یہ ہیں۔

- (۱) سورہ فاتحہ سے سورہ یونس تک (ف) (۲) سورہ یونس سے سورہ لقمان تک (ی) اور (۳) سورہ لقمان سے ختم قرآن تک (ل)
- بعض علماء نے فیل کی بجائے ذیہر تجزیر فرمایا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:
- (۱) سورہ فاتحہ سے سورہ یونس تک (ف) (۲) سورہ یونس سے سورہ روم تک (ی) (۳) سورہ روم سے ختم قرآن تک (ر)

ہفتہ وار ختم قرآن کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ اسے احزاب کہتے ہیں۔ (ورزانہ ایک حزب) یہ طریقہ جلالی ہے اور پہلا طریقہ یعنی فقیہ بشوق جمالی اور وہ طریقہ یہ ہے۔

- (۱) سورہ فاتحہ سے سورہ انعام تک (۲) سورہ انعام سے سورہ یونس تک۔
- (۳) سورہ یونس سے سورہ طہ تک (۴) سورہ طہ سے سورہ عنکبوت تک۔
- (۵) سورہ عنکبوت سے سورہ زمر تک (۶) سورہ زمر سے سورہ الصافات تک۔



اور (۷) سورہ والصفات سے آخر قرآن مجید تک۔

ان احزاب کے حروف کا مجموعہ "خا یطعش و" ہے۔

۲۴

ایک اور طریقہ ختم قرآن عظیم کا یہ ہے کہ روزانہ سوا پارہ پڑھیں اور چوبیس دن میں کتاب مبین ختم کریں یہ طریقہ دین و دنیا کی فضائے حاجات اور مرادات کے حصول میں خاندان برکات مارہرہ کا دستور اور حضرت سیدنا الشاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کا معمول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ثبات قدمی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یارب العالمین۔

ختم قرآن مجید کا ایک طریقہ اور بھی ہے جس پر یہ فقیر کاربند ہے۔ یہ طریقہ سورت سے شروع اور سورت ہی پر ختم ہوتا ہے۔ اور حساب سے روزانہ سوا پارہ آتا ہے۔ (روز اول کے علاوہ) یعنی ۱۔

- (۱) سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ (۲) سورہ آل عمران (۳) سورہ نساء (۴) سورہ مائدہ
- (۵) سورہ انعام (۶) سورہ اعراف (۷) سورہ انفال و توبہ (۸) سورہ یونس سے سورہ ہود تک (۹) سورہ یوسف سے سورہ ابراہیم تک (۱۰) سورہ حجر سے ختم سورہ نخل تک (۱۱) سورہ بنی اسرائیل سے ختم سورہ کہف تک (۱۲) سورہ مریم سے ختم سورہ انبیاء تک (۱۳) سورہ حج سے سورہ نور تک (۱۴) سورہ فرقان سے سورہ الفل تک (۱۵) سورہ یقین سے سورہ روم تک (۱۶) سورہ لقمان سے سورہ سبا تک (۱۷) سورہ قاطر سے سورہ ص تک (۱۸) سورہ زمر سے سورہ السجدہ تک (۱۹) سورہ شعراء سے سورہ جاثیہ تک (۲۰) سورہ احقاف سے سورہ البقرہ تک (۲۱) سورہ القمر سے سورہ متحہ تک (۲۲) سورہ صف سے سورہ مدثر تک۔ اور (۲۳) سورہ قیامہ سے ختم قرآن شریف تک۔

(فقیر مترجم کہتا ہے کہ اگر میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اول شب کو کہ حدیث میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن ختم کیا، شام تک فرشتے اس کے لیے استغفار پڑھتے ہیں۔ اور جس نے ابتداء شب میں ختم کیا

صبح تک استغفار پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ تو چونکہ کہ میوں میں دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کو ختم کرنے میں استغفار ملائکہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ اہل شریعت بجا از غنیۃ المستمل

اگر مردوں کے خیر و شر کے احوال پر آگاہی منظور ہو کہ اگر انہیں نعمت و ثواب میں پاؤ تو شکر پروردگار بجالاؤ اور عتاب و عذاب میں نہ کھو تو ان کے سختی میں دعائے مغفرت کرو اور ان کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤ کہ مصلحت اسی میں ہے اور عقل مند کو اشارہ کافی۔ تو سوتے وقت یہ تسبیح پڑھو اور اس کا ثواب اس میت کی روح کو بخش کر کسی سے کوئی بات کیے بغیر سونے کے بیٹ جاؤ۔ اس روح کی جو بھی حالت ہوگی وہ تمہیں اس سے آگاہ کرے گی۔ وہ تسبیحات یہ ہیں ۱۔

جمعرات کی شب میں یا اللہ، شب جمعہ میں کلمہ تحید۔ ہفتہ کی شب میں کلمہ طیب، اتوار کی شب یا حی یا قیوم، پیر کی شب دو شریف منگل کی شب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العزیز اور بدھ کی شب استغفر اللہ ربی میں کل ذنب القوب الیہ ہر تسبیح روزانہ ایک ہزار مرتبہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا راتوں میں سے کسی رات میں تمہیں اس میت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ بغیر انہیں تسبیحات سے کسی آدمی کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا حال بھی علم میں آجاتا ہے۔ ان تسبیحات کو شخص مبین کے حالات منکشف ہونے کی نیت سے پڑھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا راتوں میں سے کسی رات کو اس کے حالات کا انکشاف ہو جائے گا۔

آدمی کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ وہ جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت کا کافر مگر اس سے بچنا چاہیے جیسے بھوک، ناک کی ریزش اور منہ کی کھرا کہ پاک ہیں۔ مگر ان سے آدمی گھن کرتا ہے۔ اس سے بہت بدتر کافر کے



جھوٹے کو سمجھنا چاہیے۔ (بہار شریعت)

اور مسلمانوں کے جھوٹے میں شفا ہے۔ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔ البتہ وضو کا بچا ہو یا پانی، اور آب زمزم کھڑے ہو کر پیا جائے اور مسلمان کے جھوٹے پانی کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (یونہی سبیل کا پانی۔ لیکن ان کا معتبر کتابوں میں سرخ نہیں ملتا اور حکم شرعی آب زمزم کے باب میں یہ ہے کہ خوب سیر ہو کر پیئیں کہ دونوں کو کہیں بھر جائیں۔

**نور** امام ابو الحسن نوری قدس سرہ العزیز سے لوگوں سے پوچھا کہ آدمی اس کا سزاوارکب ہوتا ہے کہ وہ مخلوق خدا کو بند و نصیحت کر سکے ارشاد فرمایا جب کہ حق کو حق تعالیٰ سے سمجھنے لگے۔

منقول ہے کہ

ایک روز امام ابو الحسن نوری قدس سرہ نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کو برسر منبر دیکھا تو ارشاد فرمایا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ کسی عالم دین کے علم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک وہ اسے اس کے علم میں مصروف (اور اس کے مطابق عمل میں مشغول) نہ کر دے۔ لہذا اگر تم اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہو تو اس مقام پر مضبوطی سے چمٹے رہو۔ ورنہ اس منبر بنوی سے نیچے اتر آؤ۔

حضرت جنید قدس سرہ اس بات کو سن کر فوراً ہی منبر سے نیچے اتر آئے اور ایک مہینہ تک کسی سے کوئی بات نہ کی اور گھر سے باہر تشریف نہ لائے۔ اس مدت کے گزر جانے پر آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے یہ حدیث نہ پہنچی ہوتی کہ حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخر زمانے میں قوم کے پیشرو و امام قوم میں سب سے زیادہ بے وقعت و خوار ہوں گے۔ تو میں ہرگز تم سے کوئی بات نہ کرتا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنید قدس سرہ العزیز (جیسی شخصیت کا) اپنی کوتاہیوں اور قصور

کا اعتراف ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اگرچہ حقوق علم کی مراعات پاسداری میں راست رو نہیں۔ مگر اپنی کوتاہیوں اور خطا کاروں کے اقرار و اعتراف میں راہ راست پر ہوں۔ (خدا رحمت کن دایں عاشقان پاک طینت را)

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر  
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم من جمیع  
ما کرہ اللہ قوۃ قولاً وفعلًا وظاہراً وباطناً ط

بِالنصیر

”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“



## عرض مترجم

الحمد لله کہ کتاب مستطاب فقیر ساکب و عارف "سراج العارفین" فی الاوصیاء والمعارف، تصنیف لطیف سراج السالکین، تاج العارفین، کاشف السرائر، طریقت، واقف رموز حقیقت، مولانا و مقتدانا و سیدنا و سندنا حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نورانی الملقب بہ میاں صاحب زریب سجادہ قادریہ برکاتیہ سرکار کلاں مارہرہ مظہر، کہ اتنے اختصار و اجمال کے باوجود اپنے مطالب و مضامین میں وافی و کافی اور موضع حق و ثواب ہے۔ اس کا ترجمہ و ایضاح سے اس فقیر قادری برکاتی نورانی عفی عنہ نے کہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا ایک فضلہ خوار خدمت گزار ہے۔

آج مورخہ ۱۶ صفر المظفر ۱۴۰۲ ہجری مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۸۱ عیسوی بروز دوشنبہ مبارکہ فراغت پائی۔ اپنی بے لفاظی کے باوجود، توفیق الہی، اپنے اساتذہ و مشائخ کرام کو اپنا پشت پناہ بنا کر اس فقیر نے اس کتاب لاجواب کے ترجمہ کا آغاز یکم ذیقعد ۱۴۰۱ ہجری مطابق ۳۱ اگست ۱۹۸۱ء دوشنبہ مبارکہ سے کیا۔ اور اس کا شرف خدمت لیا۔ ابھی نصف منزل ہی طے کی تھی کہ میری شامت اعمال نے ایک غیبی مرض کے بیکر میں مجھ نا توان و ضعیف البیان پر ایسا شدید حملہ کیا کہ جان کے لئے پڑ گئے۔ اور اس طرح یہ بابرکت خدمت دین متین، ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کے آخری اور محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کے دوسرے ہفتہ تک موقوف رہی اور پھر مولائے کریم جل مجدہ و جہ اسمہ کے فضل عظیم نے دستگیری فرما کر توانائی بخشی کہ دیگر مصروفیات دینی و دنیاوی

کے باوجود یہ مبارک کام، اختتام تک پہنچا۔ یہ گزارش بھی کرتا چلوں کہ اس فقیر برکاتی غفر اللہ تعالیٰ کہ واصل عملہ نے مناسب مقام و وضاحت مرام کے لیے ترجمہ میں جو زیادات کیں انہیں اصل کتاب سے تیار کے لیے بین القوسین لکھا اور جہاں ضروری جانا، اس کا حوالہ بھی دیا۔

فقیر اس کتاب کا نام نور علی نور تجویز کرتا ہے اور یہ نہایت تضرع و زاری، بارگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہے کہ وہ مولائے کریم، بہ طفیل رسول رؤف و رحیم، اصل کتاب کی طرح، اس کے ترجمہ کو بھی خالصاً و بوجہ الکریم قبول فرمائے اور دارین میں اس سے اور اس فقیر حقیر کی تمام تصانیف و تالیفات و تراجم سے عامۃ المسلمین اور کافہ اہل اسلام کو نفع پہنچائے اور اسے اس فقیر کے لیے خاتمہ بالخیر کا ذریعہ بنائے۔

اِنَّهٗ ذٰلِی التَّوْفِیْقِ عَلَیْهِ وَالْخَیْرِ کُلُّہٗ بَیْدِہٖ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖٓ وَاَصْحَابِہٖٓ وَاَعْلَیٰہٗمُ سَلَامٌ وَاٰخِرُ اَمْرٍ اَمْرٌ اَجْمَعِیْنَ وَ عَلَیْنا بَہُمْ وَاٰلِہُمْ وَاَصْحَابُہُمْ وَفِیْہُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ سُبْحٰنَکَ اَللّٰہُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَاشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

العبد، محمد خلیل خاں القادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

دارالعلوم احسن البرکات (ٹرسٹ) حیدرآباد سندھ، پاکستان۔

۱۶ صفر ۱۴۰۲ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۱ء دوشنبہ



## تلخیص قطعہ تاریخ تصنیف کتاب مستطاب

از نتیجہ طبع سلیم و فہم مستقیم، حامی اسلام، مابہی کفر و ظلام، سراج شریعت  
مصلحہ طریقت حضرت مولانا و اولئنا محمد عبدالغفار مفتی علیہ الرحمۃ و العالیہ

برکاتی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بشری لکم اقبلوا طلب خیرات فاللہ رحمت یا انوار و نفحات  
ہذا نعمان بدایہ الہدی و غذا فیہ ضلال الیوم من مکتوس مرایات  
ابدی سراجا من العرفان و الحکم مولی الندی و الہدی رب الکرامات  
نور الہدی احمد النوری ذو کرم ابو الحسین الذی جاء بآیات  
ہو الذی احرق الطغری بوارقہ و نضر الحق من فتن الہدایات  
ہذا مویذ دین اللہ یجتہد اکریم یلع اسرار عمر فان ذکیات  
امر وی الخوارج و الرقاق صاویہ غدا یہ اهل تفضیل کما موات  
ہذا امنیر سلج العلم و الحکم اکرم بہ من سراج ذی الہدایات

فان شئت ادرک عام فیہ قد ظہر

قل فی البرایا شمس السعادات

۱۳۰۹

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و آلہ و سلم سیدنا و مولانا محمد  
و آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک و سلط و شرف و کرم برحمتہ و هو

(رحمہم اللہ)

مَنْ يَرْحَمِ اللَّهُ يَخَيِّرْ لَهُمْ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی فقہ رکھ عطا فرماتا ہے

سُنَّہٗ ہِشْتِی زَیَوَر (کامل)

جلد اول

(حصہ اول تا پنجم)

خلیل ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی مدظلہ

الناشر

فرید بک سٹال

۴۰۔ اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر ۳۱۲۱۴۳



مَنْ يُرِدِ اللَّهُ خَيْرًا لِيَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ  
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی (کرنا) چاہتا ہے اسے دین کی فقہ (مجھ) عطا فرماتا ہے

# سنی ہستی زیور (کامل)

جلد دوم  
(حصہ ششم تا شہم)

خلیل ملت حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی قدس سرہ

فرید بکسٹال

۴۰۔ اردو بازار، لاہور ۲ فون نمبر ۳۱۲۱۴۳

سراج الائمہ۔ امام الائمہ امام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہ و اجتہاد کی  
روشنی میں اہل اسلام کی صحیح رہنمائی کرنے والی تمام سال کے نو اہل مخصوصہ اور  
جمعہ وعیدین و جنازہ وغیرہ کے احکام پر عمل اپنی نوعیت کی قابل مطالعہ کتاب لاجواب ہے

# الصَّلَاةُ

تصنیف لطیف

خلیل العلماء حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان نقاد سی برکاتی لاہوری

فرید بکسٹال ۴۰۔ اردو بازار لاہور



عودتوں کی عزت و ناموس سے متعلق احکام و ہدایات پر مشتمل شمع فروزاں

# سُورَةُ النُّوْرِ

ترجمہ

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ  
تفسیر و تشریح مستطی بہ

# چادر اور چادر یواری

مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہری

صدر المدرسین دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ

ناشر

فرید بک سٹال، ۴۰ اردو بازار لاہور

وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ  
اور جس نے رسول کا حکم مانا تو یقیناً اس سے اللہ کا حکم مانا

# بخاری شریف مترجم

مکمل سیٹ تین جلدیں

مصنفہ  
امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ از

فاضل شریعہ مولانا عبد الکریم خاں اختر شاہ جہانپوری

و طلبہ فرمائیں

فرید بک سٹال، ۴۰ اردو بازار لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يَطِيعِ النَّبِيَّ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ تَوَيْتُكَ اسْمُ اللَّهِ تَعَالَى كَالْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى  
جِسْمِ سَوْدِ سَلَّمَ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى كَالْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى  
مَنْ يَطِيعِ النَّبِيَّ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ تَوَيْتُكَ اسْمُ اللَّهِ تَعَالَى كَالْحَمْدِ لِلَّهِ تَعَالَى

# سنن ابن ماجه

(عربی اردو)

جلد اول جلد دوم

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن زید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ

(المتوفی ۲۲ رمضان ۲۴۳ھ)

ترجمہ: مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

اہتمام و تزئین: سیدہ لطیف چشتی

ناشر

فرید بک ٹرال ۴۰۰ رو بازار - لاہور پاکستان



## نقالوں سے ہوشیار

فریدیک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور بھی مفتی محمد خلیل خان برکاتی کی تمام کتب کے ناشر ہیں  
لہذا کسی اور ادارہ کی شائع کردہ کتب نہ خریدی جائیں

